البیرونی

سلسلۂ انجمن ترقی اردو

نمبر ۱۰

البیرونی

مولفہ

سید حسن برنی، بی۔ اے (علیگ)

مدارسۃ اخلاق الحکماء والعلماء تحیی السنۃ الحسنۃ وتمیت البدعۃ

حکما اور علما کے حالات کا مطالعہ عمدہ سیرتوں کو زندہ اور بدعت کو مردہ کرتا ہے۔ (بیرونی)

دارالناظر پریس واقع چوک لکھنؤ طبع یافت

فہرست مضامین

دیباچہ

(۱) (ا) اسلام کی سیاسی حالت چوتھی اور پانچوین صدی ہجری مین
(ب) مسلمانون کی علمی ترقیات چوتھی اور پانچوین صدی ہجری مین

(۲) البیرونی
(ا) تاریخ ولادت۔
(ب) مقام ولادت۔ بحث دربارہ محل وقوع بیرون،
(ج) تعلیم و تربیت
(د) حالات قبل از قیام جرجان
(ہ) حالات قیام جرجان
(و) قیام خوارزم
(ز) محمود اور بیرونی
(ح) سفر ہند۔ تحصیل علوم ہند
(ط) قیام غزنی۔ دربار مسعود و مودود
(ی) وفات

(۳) فہرست تصانیف و تالیفات بیرونی.

(ا) تمام کتابوں کے نام جواب تک معلوم ہو سکے ہیں

(ب) کون سی کتابیں اب موجود ہیں (۱) مطبوعہ (۲) غیر مطبوعہ

(۴) کتاب آثار الباقیہ

(۵) کتاب الہند

(۶) تبصرۂ اختتامی

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
الف	۷	وجود	وجوہ
"	۱۱	روزپروز	روزبروز
۱	۱۰	پربیکار	پیکار
۳	۸	تباقی	بتاقی
۴	۱۴	خلیقہ	خلیفہ
۵	۳	رکند	رکندا
"	۱۰	لسط	لسط
۶	۸	رخصت ہوگئے تھے	رخصت ہوگئے تھےؒ
۱۱	۹	نظر آئے گی	نظر آئیں گی
"	۱۳	مذاق علمی ہے	مذاق علمی سے
۱۶	۶	اختلاف قمرا	اختلاف قمر
۲۱	۳	فارابی	فارابیؒ
"	۶	الرازی	الرازیؒ
۲۳	۶	مذاق طب میں روح	مذاق طب کی روح

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲	۱۶	کتاب البا	کتاب الباہ
۲۴	۴	بنوامجور	بنوامجور ۲۵ھ
〃	۸	زمانۂ خلافت	زمانہ خلافتِ
۲۶	۱۷	اس نے	واسطے اس نے
۲۷	۱	ابن صائغ	ابن صائغ ۲۷ھ
۲۸	۲	علم پروزی	علم پروری
〃	۶	نہوا تھا	نہوا تھا ۳۱ھ
〃	۱۳	ذکی جاتی	ذکی جاتی ۳۳ھ
۳۴	۸	منسبوب	منسوب
۳۹	۹	مین .... عاقل	مین بھی مرد عاقل
۴۵	۱	جسد	حسد
〃	۳	ابوالخیر الحمار	ابوالخیر الخمّار
۴۹	۷	ستایش سے	ستایش کے
۵۰	۱۹	آشنا	آشنا
۶۱	۱۸	شمس مین	شمسی مین
۶۲	۷	عمر موافق	عمر کے موافق
۷۱	۱۸	اعتذ	اعتذار
۷۵	۱۴	تحقیق مالہند	تحقیق مالھند

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
من الابعاد	من الادباد	۲	۷۷
ابی جعفر	ابی جعفر	۱۲	۷۸
۶۶۸۷	۶۶-۸۷	۶	۸۱
کر دینے	کر لینے	۳	۸۲
آئے ہیں	آنے ہیں	۶	〃
پتہ	بتہ	۵	۸۳
ابن الکاشی	این الکاسی	۵	۸۶
〃	〃	۱۹	〃
یاد	باد	۱	۸۷
بمنت و فضل	بنت و فضل	۹	۸۸
چاہے	چاہیے	۴	۹۸
مشاہدہ و تحقیق	مشاہدۂ تحقیق	۶	۹۹
لوگ اکثر	لوگ جو اکثر	۳	۱۰۵
کعب الاحبار	کعب الاخبار	۱۰	۱۰۸
گھٹنوں	گھنٹوں	۱۶	۱۱۶
روزہ رکھتے دیکھا	روزہ رکھنے دیا	۱۸	۱۱۹
بندے کے نام	بندہ کا نام	۸	۱۲۲
التقفی	تقفی	۹	۱۲۳

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۵	۳	مزدولہ	مزدولہ
۱۳۱	۱۴	مددسے مستغنی ہوگیا	مددسے یہاں تک مستغنی ہوگیا
"	"	بانگل رو	بانگل رہ
۱۳۳	۲	ابومعشر ہلخی	ابومعشر بلخی
"	۱۵	تصانیف مین زیادہ	تصانیف مین زیچ زیادہ
"	۱۷	سارون	ستاروں
"	۱۷-۱۸	آریابھاسا (جسے ارجاباد کہتے تھے)	آریابھاٹ جسے عرب ازجاباد اور آریاباد کہتے تھے۔
۱۴۴	۲-۳	بیرونی نہ صرف عجوبہ دہر اور فقیدالنظیر ہے	بیرونی نہ صرف تاریخ اسلام میں اعجوبہ دہر اور فقیدالنظیر فرد کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ دنیا کی تاریخ میں اس پایہ کے بہت کم متبحر پیدا ہوے ہیں۔
۱۶۷	۴	بیہقی	بیہقی ۵۲۵ھ
۱۷۰	۱۷	اشالہ وال تحقق	اشالہ وان لم تحقق
۱۷۴	۵	من بلد	من بلد الی آخر

دیباچہ

آج سے پورے تین سال پہلے کا ذکر ہے کہ ابوریحان بیرونی کی دو تصانیف "آثار الباقیہ" اور "کتاب الہند" میری نظر سے گذری تھیں۔ ان کتابون کے مطالعہ سے بیرونی کی جو وقعت میرے دل مین پیدا ہوئی اُس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ مین نے باوجود عدیم الفرصتی اور علمی بے بضاعتی کے اُسی وقت سے بیرونی کے مفصل حالات بہم پہونچانے اور اہل ملک کی خدمت مین پیش کرنے کا مصمم قصد کر لیا۔ تقریباً ایک سال کی تلاش و جستجو کے بعد مین اس قابل ہوا کہ مین نے ایک رسالے مین حکیم موصوف کے حالات قلمبند کر دیے بعض وجوہ سے اُس رسالے کی اشاعت معرض التوا مین رہی اور اب تک اُس کے چھپنے کی نوبت نہ آئی۔

ابتدا مین بیرونی کی ذات سے جو دلبستگی مجھے پیدا ہو گئی تھی وہ ایسی نہ تھی کہ رسالۂ مذکور کی تحریر کے ساتھ ختم ہو جاتی۔ مین اس کے بعد بھی اُس کی تصانیف مین برابر دلچسپی لیتا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہان میری معلومات مین روز بروز اضافہ ہوا وہان بیرونی کی عظمت کا نقش میرے دل مین اور بھی گہرا ہو گیا۔ بالآخر مین نے محسوس کیا کہ جو رسالہ مین بیرونی کے حالات مین لکھ چکا تھا وہ نہ صرف نظر ثانی کا محتاج ہے، بلکہ اُس کے اکثر حصے کو دوبارہ لکھنا ضروری ہے۔ اس خیال کا پیدا ہو جانا آسان تھا، لیکن جب دوبارہ قلم ہاتھ مین لیا اور نئے سرے سے بیرونی کا تذکرہ لکھا تو معلوم ہوا کہ اپنی قوت کا اندازہ کر لینا

اس مرتبہ بھی دھوکا کھایا۔ بہرحال اس کوشش کا اتنا نتیجہ ضرور نکلا کہ دوسرے رسالے کا حجم پہلے سے سہ چند ہو گیا، بہت سی ضروری باتین جو پہلے درج ہونے سے رہ گئی تھین، بڑھ گئین، جو زیادہ ضروری نہ تھین، یا تو بالکل نکال دی گئین یا اختصار سے مندرج ہوئین۔ موجودہ رسالہ اُسی اخیر کوشش کا ماحصل ہے اور اپنی کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے مین بکمال ادب اُسے ناظرین کی خدمت مین پیش کرتا ہون۔

جہان تک مجھے معلوم ہے اُردو مین بیرونی کے حالات مین صرف ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا جا چکا ہے جسے مؤلف رسالہ مولوی محمد عنایت اللہ صاحب بی۔اے (علیگ) نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس ہفتم منعقدہ دہلی (دسمبر ۱۸۹۲ء) مین پڑھ کر سنایا تھا۔ اس کے علاوہ ماسٹر عبداللہ خان صاحب نے اپنی کتاب "مشاہیر عالم" (حصہ اول) مین چند صفحے بیرونی کے حالات مین تحریر کیے ہین۔ افسوس ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے اُس مین پوری تحقیق اور احتیاط سے کام نہین لیا گیا ہے، اور اس وجہ سے جابجا غلطیان پائی جاتی ہین۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ ہمارے ملک مین اس وقت تک اُس جلیل القدر شخص کے حالات لکھنے کی نہایت معمولی اور سرسری کوششین کی گئی ہین، جس نے آج سے نوصدی پہلے برسون کی لگاتار محنت کے بعد ہند اور اہل ہند کے بارے مین نہایت مستند تصانیف لکھی تھین۔

حاشا میرا یہ دعویٰ نہین ہے کہ مین اُس علامہ اجل کے حالات لکھنے مین بالکل کامیاب ہو گیا ہون۔ مین ایسے دعوے کی اہمیت سے بخوبی واقف ہون۔ ہان اگر مین اپنی کوشش مین بالکل ناکام نہین رہا، اور موجودہ مضمون ناظرین کے دلون مین بیرونی کی سچی عزت پیدا کر سکتا ہے (جو اس کا اصل مقصد ہے) تو مین بیرونی کے اُس حق سے جو

اُس کا دلی مداح ہونے کی حیثیت سے مجھ پر واجب ہے بسکدوش ہونے کا غرور کسی قدر فخر کر سکتا ہون۔

مشہور جرمن مستشرق ایڈورڈ زاخو (Edward Sachau) کے

کتاب الہند اور آثار الباقیہ کے انگریزی تراجم، اور اُن دیباچون اور حواشی کا، جو اِن

کتابون پر فاضل موصوف نے لکھے ہین، مین نہایت زیر بار احسان ہون۔ اس رسالے

کی تحریر مین اُن سے بہت بڑی مدد ملی ہے۔

سب سے بڑھ کر سپاس گذاری کے مستحق میرے محترم اور شفیق اُستاد، شمس العلما

مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ، ہین، جو ہمارے زمانے مین متقدمین علماے اسلام کے

کے تبحر فضل کی زندہ مثال ہین۔ جب کبھی مین نے خواہش کی اُستاد موصوف نے اپنی

بیش بہا مدد عطا فرمانے سے دریغ نہ کیا۔ نیز مین اپنے اُن احباب کا بیحد شکر گذار ہون جنھون

نے رسالۂ ہذا کے غیر مکمل مسودے کو دیکھ کر اُس کی تکمیل پر اصرار کیا تھا، اور فی الحقیقت

یہ اُنھین کی ہمت افزائی اور اصرار کا نتیجہ سمجھنا چاہیے کہ مین اس کے شائع کرنے کی

جرأت کرتا ہون۔

بلند شہر

نومبر ۱۹۱۲ء

سید حسن برنی

"بیرونی تمام علما و حکماے اسلام مین سب سے زیادہ ذہین و طباع اور علوم طبیعی اور ہندسہ مین سب سے بڑا محقق اور مدقق تھا"

مستشرق مالی نو (Mallino)

یہ مسلمانون کی شاہراہ علم و حکمت کو بیرونی سے بڑھکر شاید ہی کسی کے روشن، قوی اور نکتہ رس دماغ نے منور کیا ہے"

ریمنڈ بیزلے (R. Beazley)

"البیرونی" شاید تاریخ اسلام کے ہر عہد اور ہر قوم مین سب سے بڑا نام ہے"

(ایضاً)

"البیرونی علوم ریاضی و طبیعی کے میدان مین اسلام کا سب سے زیادہ ذہین، باجدت اور عمیق النظر حکیم تھا"

نیلنگ (C. A. Nalling)

(ا)

تاریخ اسلام مین چوتھی اور پانچوین صدی ہجری ترقیٔ علم و حکمت کا ایک بے مثل دور تھا۔ پیروانِ اسلام مین ایک عالمگیر علمی روح پھیلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے ہر طرف علمی مستعدی اور مصروفیت کے آثار روشن تھے۔ اس عہد کی تاریخ کو جب نظرِ غایر سے مطالعہ کیا جاتا ہے تو دو مابہ الامتیاز خصوصیتین نظر آتی ہین۔ اول یہ کہ سیاسی حیثیت سے یہ زمانہ ایک نہایت پُر آشوب زمانہ ہے دوم یہ کہ اس زمانے مین مسلمانون کا شغفِ علمی معراجِ کمال کو پہونچا ہوا ہے ایک لحاظ سے اِس وقت کی تاریخ قومی تاریخ کا ایک تیرہ و تار حصہ ہے اور دوسرے لحاظ سے وہ ایک نہایت روشن اور تابناک باب ہے۔

بادی النظر مین ان دونون حالتون کا اجتماع جمع اضداد معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ ترقی علوم و فنون کے لیے بدنظمی، رات دن کے انقلابات، پیکار و جنگ اور فقدان امن سے بڑھ کر کوئی چیز ناموافق نہین ہو سکتی۔ جس ملک مین

امن استمراری اور نظم ونسق مستقل خواب وخیال ہون، اور مطلع سیاست پر آئے دن طوفان بلاخیز آتے رہتے ہون وہان علمی چرچون اور علمی مجلسون کا سان گمان بھی نہین ہوسکتا۔ خیال ہوتا ہے کہ ایسے زمانے مین سوسائٹی کی تمام تر توجہ فنون حرب اور جنگی آراستگیون مین صرف ہونی چاہیے اور پوری قوتین سیاسی کشمکش کے نذر ہوجانی چاہیین۔

جس زمانے کا ہم یہان ذکر کر رہے ہین یہ وہ زمانہ ہے جب عربون کی مجتمعہ قوت قصۂ ماضی ہوچکی تھی اور اُن کا عصاے جہانبانی تاجدارون کے کمزور ہاتھون مین تھا، جو بوجھ سے کانپ رہے تھے۔ اہل عرب کی شمع اقبال عشرت پسند خلفا اور امرا کے محلات مین ٹمٹما رہی تھی اور چارون سمت سے اُٹھنے والی آندھیون کے جھوکون سے اُس کی ہستی معرض خطر مین تھی۔ عبد الملک اور ولید[1] کے پُرشکوہ زمانے داستان پاستان رہ گئے اور ہارون ومامون کے قرون اقبال خواب وخیال ہوچکے تھے۔ مریض عربی بستر سیاست پر دراز مرض سے گھل رہا تھا، اور نڈھال تھا، اور گو اپنی سخت جانی سے اس حالت مین بھی مدتون پابند حیات رہا، اور کبھی کبھی اُس کی خشم آلود نگاہین اعدا کے قلوب پر بجلیان گراتی رہین، لیکن اُس کی یہ زندگی جیسی زندگی تھی اور جو کچھ ایسی

---

[1] ولید بن عبد الملک کا عہد خلافت (سنہ ۸۶ تا ۹۶ ہجری) عربون کی فتوحات کا نہایت کامیاب دور تھا۔ مشرق مین قتیبہ بن مسلم نے جو سلطنت چین کی فتح کے لیے روانہ ہوا تھا، سمرقند، خوارزم، فرغانہ، شاش، کاشغر وغیرہ ممالک سے اپنا کو فتح کیا، اور ولید کی وفات کی وجہ سے مفتوحہ علاقے خالی کرکے واپس آیا۔ محمد بن قاسم جو ہند کی فتح کے قصد سے روانہ ہوا تھا ولید کی بیوقت موت کے باعث سندھ فتح کرکے لوٹ گیا۔ طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر نے اسپین او جزائر بحار روم وغیرہ کو فتح کیا۔ غرض ایک ہی تہائی صدی مین عرب کے عساکر شرق وغرب مین فتح ونصرت کے پرچم اُڑاتے رہے تھے اس کے بعد جو ہوا کہ ایسا زمانہ دیکھنا نصیب ہوا

زندگی کا مآل ہونے والا تھا ظاہر ہے۔

ایسا ضرور ہوتا تھا کہ جہاں تہاں آثار امید زندہ ہو جاتے اور اتفاقاً حکمران کی غیر معمولی استعداد سے کچھ دنوں کے لیے توانائی عود کر آتی تھی، لیکن ازالۂ مرض نہونے کی وجہ سے بہ حیثیت مجموعی حالت نہ سدھرنی تھی اور نہ سدھری۔ عربوں کا وسیع رقبۂ حکومت اندلس سے لیکر ماوراء نہر جیحون تک بیشمار آزاد اور خود مختار حکومتوں اور ریاستوں پر تقسیم ہو گیا تھا، جن میں کسی قسم کا سیاسی اتحاد موجود نہ تھا بلکہ[۲] رات دن کے سیاسی تصادم سے ایک حکومت دوسرے کو کمزور کرتی اور غیروں کے لیے راستہ بناتی تھی۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ خیر القرون کے بعد عربوں نے

[۲] مندرجہ ذیل فہرست سے، جو سرسری طور پر طیار کر لی گئی ہے اور نامکمل ہے، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس زمانے میں عربوں کی حکومت کی تقسیم کی کیا حالت تھی:—

(۱) افریقہ وایشیا: (۱) فاطمیہ (مصر) ۲۹۷ھ - ۵۶۷ ہجری (۲) اخشیدیہ (مصر) ۳۲۳ھ - ۳۵۸ ہجری (۳) ہمدانیہ (موصل، حلب وغیرہ) ۳۱۷ھ - ۳۹۴ ہجری (۴) مرداشیہ (حلب) ۴۱۴ھ - ۴۷۲ ہجری (۵) عقیلیہ (موصل وغیرہ) ۳۸۶ھ - ۴۸۹ ہجری (۶) مروانیہ (دیار بکر) ۳۸۰ھ - ۴۸۹ ہجری (۷) مزیادیہ (حلہ) ۴۰۳ھ - ۵۴۵ ہجری (۸) کاکویہ (کردستان، اصفہان) ۳۹۸ھ - ۴۴۳ ہجری (۹) حسنویہ (کردستان، ہمدان) ۳۴۸ھ - ۴۰۶ ہجری (۱۰) خوارزمیہ (۱۱) زیاریہ (جرجان، طبرستان) ۳۱۶ھ - ۴۷۰ ہجری (۱۲) بویہ (عراق، اہواز، کرمان) ۳۲۰ھ - ۴۰۳ ہجری (۱۳) بویہ (کرمان) (۱۴) بویہ (عراق) ۳۳۴ھ - ۴۴۷ ہجری (۱۵) بویہ (رے، ہمدان وغیرہ) ۳۲۰ھ - ۴۲۰ ہجری (۱۶) بویہ (فارس) ۳۲۰ھ - ۴۴۰ ہجری (۱۷) غزنویہ (افغانستان وپنجاب) ۳۵۱ھ - ۵۸۲ ہجری (۱۸) سامانیہ (ماوراء النہر) ۲۶۱ھ - ۳۸۹ ہجری (۱۹) سلجوقیہ (حکومت مشرقی) ۴۲۹ھ - ۵۵۲ ہجری۔

مشکل سے یکجہتی اور اتفاق قائم رہا، اور سیاسی تخالف و تصادم کو کچھ اسی دور کے لیے مخصوص نہیں کیا جا سکتا، لیکن قرون ماسبق اور اس زمانے کی حالت میں یہ بڑا فرق ہے کہ اب زور بہت گھٹ گیا تھا اور مخالفت حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔

زوال بنوامیہ کے بعد بنوعباس کی حکومت عربوں کی سب سے بڑی سلطنت تھی اور لاریب خلافت شرقی کے عہد زرّین نے خلافت اندلس کے پہلو بہ پہلو، عربوں کے پچھلے تزک و احتشام کو بھلا دیا تھا۔ ہارون اور مامون کے یادگار دورِ اقبال میں مطلع سیاست صاف تھا اور گو اُسی زمانے میں وہ مواد بھی جمع ہو رہے تھے، جنھوں نے بنوعباس کے اقتدار کو گھن لگا دیا، لیکن یہ عہد امن علوم و فنون کی ترقی کے لیے ہر طرح موزون تھا اور تمدن کی تاریخ میں سدا [illegible] کو رہنے والے "بیت الحکمت" کی سرپرستی کے لیے سوسائٹی کے ہر طبقے کو کافی اطمینان میسر تھا۔ [illegible] یا تھا کہ مامون کی عبائے شاہانہ کی [illegible] آستینیں "تزکل عروسی" سے مرصّع کی جا [illegible] تھیں، خواب میں معلّم اول کی [illegible] کو ارصورت خلیقہ سے ہم کلام ہو کر [illegible] کے آ [illegible] [illegible] کو مشتعل کر [illegible] [illegible] رمعگار وم، یونان، ہند اور ایران کی پر [illegible] اور ادیاد رفتہ رفتہ عربی میں او [illegible]

ا۔۔۔ اس فہرست میں بلوچیہ، افریقیہ کی ریاستیں، مراقش، [illegible] خمسان وغیرہ شمار نہیں کی گئی ہیں۔

ا۔۔۔ اسپین میں پانچویں صدی کے آغاز میں جب طوائف [illegible] کی شروع ہوئی تو بہت سی خود اختیار حکومتیں قائم ہو گئی تھیں، جن میں سے چند مشہور کے نام لکھے جاتے ہیں۔

(۱) قرطبہ (۲) غرناطہ (۳) طلیطلہ (۴) اشبیلہ (۵) سرقسطہ (۶) مرافقہ (۷) المیریہ (۸) دانیہ (۹) بیجاس (۱۰)

بار ہو کر بغداد مین لائی جاتی تھین جہان الکندی، الخوارزمی، حُنین اور اُن کے
ہم پیشہ وہم مشرب علما کا گروہ انہین ہاتھون ہاتھ لیکر حکومت اور جمہور کی علمی

ابو یعقوب بن اسحق الکندی قبیلۂ کندہ سے عربی النسل تھا۔ سلطان بن حسان نے لکھا ہے کہ اسلام مین کندی کے سوا کوئی شخص فلاسفر کے لقب سے ممتاز نہین ہوا۔ بعض حکما نے اُسے ارسطو کا ہم پلہ مانا ہے۔

مدینہ کوفہ مین جہان ابو یعقوب کا باپ حاکم تھا حکیم موصوف (تیسری صدی ہجری کے آغاز مین) پیدا ہوا اور بصرہ و بغداد مین، جو اُس زمانے مین سب سے بڑے علمی مرکز تھے اُس نے تعلیم پائی۔ مامون الرشید نے بیت الحکمت کے مہتمین و مترجمین مین مقرر کیا لیکن متوکل کے زمانے مین سلسلۂ ملازمت منقطع ہو گیا۔ کندی کی تاریخ ولادت و وفات کا پتہ نہین چلا لیکن ۲۵۰ھ ہجری (۸۶۴ء) مین وہ بقید حیات تھا۔

ابو یعقوب کندی اسلامی تاریخ مین ایک غیر معمولی قابلیت کا شخص گذرا ہے اور اُس کے علمی کارنامون کو پورے تذکرے کے لیے کافی تفحص اور شرح و بسط درکار ہین۔ وہ ریاضی ہیئت، نجوم، منطق، فلسفہ، طبیعیات، طب، موسیقی، تاریخ تمدن و جغرافیہ مین ماہر کامل تھا اور یونانی و سُریانی زبانون مین پوری دستگاہ رکھتا تھا۔ بہت سی یونانی کتابون کا عربی مین ترجمہ کیا۔ چونکہ علوم سے مجتہدانہ واقفیت رکھتا تھا ترجمے کے ساتھ اصل کتاب کی پیچیدگیان نہایت خوبی سے رفع کی ہین۔ اس کے شاگردون مین بڑے بڑے فاضل علما گذرے ہین جو علمی مشاغل مین اپنے اُستاد کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ ابن ابی اُصیبعہ نے اپنی کتاب طبقات الحکما مین اُس کی تصانیف کی جو فہرست لکھی ہے اُس مین دو سو بیاسی کتابین ہین۔ طبیعیات اور ریاضی کو جن کا فلسفۂ افلاطون و فیثاغورث پر بڑا اثر ہے۔ کندی کے فلسفہ مین بڑا دخل [illegible] ہے کہ بغیر ریاضی جانے کوئی شخص حکیم ہونے کا حق نہین رکھتا [illegible]
[illegible]

[illegible] محمد بن موسیٰ [illegible] مشہور ریاضی دان، مہندس اور عالم علم ہیئت تھا۔ وہ منجملہ ان علما کے ہے جنھون نے بیت الحکمت کی طرف [illegible] علم ہیئت مین مشاہدات کیے۔ زیچ خوارزمی ہمدون ہیئت کی ایک بے نظیر کتاب رہی جس کی اشاعت [illegible] سے یورپ مین ہیئت کا ابتدائی شوق پیدا ہوا۔ سندہند (سدھانت) کا خلاصہ بھی لکھا تھا۔ اُس کی تصانیف مین الجبر والمقابلہ ایک نہایت معرکۃ الآرا تصنیف اور عربون کی فن ریاضی مین مہارت و جدت کا بین ثبوت ہے۔ اس کا ترجمہ روزن (Rosen) صاحب نے مع حواشی مفیدہ انگریزی زبان مین کیا ہے۔

۵ حُنین بن اسحق مامون کے مشاہیر درباریون سے ہے۔ اور منجملہ اُن چند علما کے یہود سے ہے

تشنگی کے بجھانے کا سامان مہیا کرتے تھے۔ کچھ تعجب نہین کہ اُس وقت خلفاے
بغداد کے ظلِ عاطفت مین علمی دلچسپیان سوسائٹی کا وظیفہ شبانہ روزی ہو گئی
تھین۔ ہان تعجب ہو سکتا ہے چوتھی، پانچوین صدی کی علمی جدوجہد کا جب آب
وہوا کے ناسازگار ہونے کا قوی احتمال ہو سکتا ہے۔

مرکزِ خلافت کی یہ حالت تھی کہ خلفا کی دلچسپیان حرم کی چہار دیواری سے
باہر باریاب نہ ہو سکتی تھین اور وہان بھی اُنھین اطمینان یا آزادی نصیب نہ تھی
دار السلام مین عناد و فساد کے ہولناک شعلے متواتر مشتعل ہوتے رہتے تھے
جن کی وجہ سے امن وامان دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔

مہمات سلطنت کا انصرام پورے طور پر قابو طلب عجمیون کے ہاتھون
مین منتقل ہو گیا تھا۔ بنو عباس سے اسلامی تاریخ کا جو باب شروع ہوتا ہے
اُس کی تمہید عجمیون کا حصول اقتدار ہے، اور خلافت کے انحطاط کے پہلو
بہ پہلو عجمیون کی ترقی کی تاریخ نظر آتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ بنوامیہ کے مقابلہ
مین بنو عباس کو کامیابی عجمیون کی بدولت نصیب ہوئی تھی جس کا قدرتی نتیجہ
یہ ہوا کہ عجمی حکومت مین شریک ہو گئے۔ بنو عباس نے اپنا مرکزِ حکومت عجمیون
کے گھر مین قائم کیا تھا اور اسی غرض سے قائم کیا تھا کہ اُن کی مدد ہر وقت آسانی

(بقیہ حاشیہ ۵) جن کی شہرت اور نام آوری خلافت عباسیہ کی سرپرستی کی رہین منت ہے۔ بہت سی یونانی کتب کا
عربی ترجمہ کیا اور اس خدمت کے معاوضہ مین منھ مانگی مال و دولت پائی۔

٦ بغداد کی اس افسوسناک بربادی کی حالت مشہور خطیب اور مورخ ابوبکر خطیب بغدادی [illegible]
کی تاریخ بغداد سے معلوم ہو سکتی ہے۔

بیشتر آتی رہے۔ اس کا نتیجہ جہان یہ ہوا کہ بنو عباس نصف عجمی ہوگئے وہان عجمیون پر اُن سے بڑھ کر عربی اوضاع واطوار کا اثر پڑا۔ بالخصوص مرکز حکومت کے قرب کی بدولت عجمیون کی دماغی وذہنی تربیت کا میلان روز بروز حصول فضل وکمال کی طرف بڑھتا گیا اور وہ اس قابل ہوگئے کہ عربون کا ہاتھ علمی مشاغل مین باحسن الوجوہ بٹا سکین۔ ہارون اور مامون کے زمانے مین جو عزت اور رسوخ عجمیون کو نصیب ہوا وہ محتاج بیان نہین، لیکن تیسری صدی ہجری سے عنانِ حکومت بھی بنو عباس کے اختیار سے نکل کر عجمیون کے ہاتھ مین آگئی۔

سامانیون کے بعد جب دیلمیون یعنے آل بویہ کا ستارۂ اقبال (چوتھی صدی کے خمس اول مین) چمکا تو رہا سہا عباسی یعنے عربی اقتدار بھی خاک مین مل گیا۔ خلفا آل بویہ کے دست نگر ہوگئے اور میدان عمل سے گویا اُن کی ہستی ہمیشہ کے لیے ناپید ہوگئی۔ اُس وقت سے اُن کی صرف ایک حیثیت رہگئی یعنی وہ امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین تھے اور ریاست دینی اُن کے لیے مخصوص تھی۔ از دست رفتہ آراضیِ خلافت مین اکثر جگہ اُن کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، سکے مین نام شامل ہوتا تھا اور بارگاہ خلافت سے القاب وخطابات حاصل کرنا شان ریاست کی تکمیل کے لیے بالعموم ضروری متصور ہوتا تھا۔ دربار سے خطابات اس فیاضی سے عطا کیے جاتے تھے کہ دوست دشمن کی کچھ تمیز نہ تھی اور خطاب والون کی تعداد حد وشمار سے متجاوز ہو چکی تھی۔ ایک دو خطاب مل جانا تو معمولی بات تھی حضرت خلافت سے ملقبین کو، "دولہ،" "امۃ،" اور "ملۃ،" پر ختم اور "دنی" سے شروع

ہونے والے القاب دیے جاتے تھے اور ذرا اُوپر بڑھنے پر "شاہنشاہ" کا مفتخر خطاب بھی دستیاب ہوجاتا تھا۔ ایک ہی شخص کو شاہنشاہیت کے سوا ذی الریاستین، ذی الکفایتین، ذی القلمین، ذی السیفین وغیرہ خطابات مین سے کچھ نہ کچھ مل جاتا اور وہی شخص "بہاء الدولہ ضیاء الملۃ اور غیاث الامۃ" بھی ہوسکتا تھا۔ خطابون کا دینا کچھ بارگاہ بغداد کے لیے مخصوص نہ تھا بلکہ ہر ذی اختیار حکمران اگرچہ اُس نے اپنے لیے حضرت خلافت ہی سے خطاب حاصل کیا ہو اپنے حوالی موالی کو ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر خطاب دیتا تھا۔ آلِ بویہ نے اس بارے مین بہت ہی غلو سے کام لیا۔ اُن کے یہان ایک سے ایک جدّت آمیز خطاب گڑھا جاتا[۳] تھا۔ "کافی الکفاۃ، کافی الاوحد اور اوحد الکفاۃ" اور خداجانے اسی قبیل کے کیا کیا خطابات تھے، جن کو پاکر آلِ بویہ کے حلقہ بگوش اپنے جامون مین پھولے نہ سماتے تھے۔

اُس زمانے کی سیاسی حالت دیکھ کر اپنے ملک کی اٹھاروین اُنیسوین صدی عیسوی کی تاریخ یاد آتی ہے جب بابر اور اورنگ زیب کے تاج و تخت کے وارث دہلی کے قلعہ معلّی مین تاج شاہنشاہی زیبِ سر کیے بزعم خود اپنے آپ کو اس عظیم الشان برِ اعظم کا مالک تصور کرتے تھے اور حالت یہ تھی کہ معمولی انسانی آزادی بھی اُنھین نصیب نہ تھی لیکن ملک کے بیشمار مختارِ کل اور آزاد

۳ چوتھی صدی ہجری کے اخیر مین خلافت عباسیہ کی جو حالت تھی اُس کا تذکرہ بیرونی نے آثار الباقیہ مین کیا ہے۔ القاب کی ایک فہرست دی ہے اور صاف الفاظ مین لکھا ہے کہ خطابات کی اتنی کثرت تھی کہ اُس کی وجہ سے اُن کی توقیر بالکل جاتی رہی تھی۔ دیکھو آثار الباقیہ صفحہ ۱۳۲-۳۵۔

حکمران بارگاہِ دہلی سے القابات وخطابات اور فرمان و پروانہ حاصل کرنا سندِ حکومت تصور کرتے تھے!۔

یہاں ہمیں چوتھی پانچویں صدی کی سیاسی تاریخ لکھنا مقصود نہیں ہے گو بجائے خود یہ ایک نہایت دلچسپ مشغلہ ہو سکتا ہے اور قومی عروج وزوال کی تاریخ کا ایک عبرت خیز بحث قرار دیا جا سکتا ہے۔ اوپر جو سیاسی حالت کا ایک عام چربہ اُتارا گیا ہے اُس سے صرف اتنی بات دکھانا مرکوزِ خاطر ہے کہ اقتضائے زمانہ علمی روح کی غیر معمولی نشوونما کے لیے موزون نہ تھا۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ اس زمانے مین اس علمی شوق اور انہماک کی وجہ کیا تھی۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ جب عربون کی فتوحات کا دور ختم ہوا یعنی کشورستانی کے اکثر معرکے سر ہو چکے اور فاتح قوم کے سکون وقیام کا وقت آیا تو وہ عہد شروع ہوا جو امن ومدنیت کا لازمی نتیجہ تھا۔ علم وفن کی طرف توجہ شروع ہوئی اور فاتح قوم نے اس میدان مین بھی اپنی فطری مستعدی اور غیر معمولی بیداری کا ثبوت دیا۔ تقدیر نے عربون کو ان ملکون کا مالک کیا تھا جو آفتابِ تمدن کے آسمان رہ چکے تھے اور جہان سے اطراف واکنافِ عالم مین علم وتہذیب کی روشنی پھیلی تھی۔ وادیِ نیل، دوآبۂ فرات ودجلہ، ارضِ فلسطین اور علاقۂ فارس یہ وہ اقطاعِ عالم تھے، جنھون نے نوبت بہ نوبت علم وفن اور تہذیب وتمدن کی مشعلیں کی تھی۔ سرزمینِ یونان اس وقت تک مسلمانون کے محروسہ رقبہ سے خارج تھی لیکن یونان وہ یونان نہ رہا تھا، جو افلاطون وارسطو کے زمانے مین تھا اور مدتون پہلے رومۃ الصغریٰ کے متعصب عیسائی سلاطین کے مظالم نے

وہان سے نیچے کھچے علم برداران علم وحکمت کو وطن کے خیرباد کہنے اور اراضی کسریٰ مین پناہ گزین ہونے پر مجبور کردیا تھا۔ جب عربون کا زمانۂ حکومت شروع ہوا تو یونانی علم وحکمت کے جو کچھ نام لیوا تھے وہ بالعموم عربون کے رقبۂ حکومت مین آباد تھے۔

ان موافق حالات سے مسلمانون نے پورا فائدہ اُٹھایا۔ دورِ فتح ونصرت کے بعد تدوینِ علوم وفنون کا کام تندہی اور دلچسپی سے جاری ہوا۔ سچ یہ ہے کہ علم کا شوق عربون کا ایک مذہبی عنصر تھا۔ اس سے انکار کرنے کی مشکل سے کوئی شخص جرأت کرسکتا ہے کہ جس مذہب کے پیرو ہوکر عرب دنیا مین نکلے تھے وہ مذہب صبحِ ظہور سے علم کا بہت بڑا حامی تھا۔ اور اُس زمانے مین حامی تھا جب ہر جگہ جہالت کی گھنگور گھٹا چھائی ہوئی تھی اور انسان قعرِ جہالت مین پڑا ہوا تھا۔ تقدیر نے عربون کی قسمت مین لکھا تھا کہ اُن کی عالمگیر جہانبانی کے ساتھ آفتابِ علم ازسرِنو طلوع کرے اور اُس کی ایسی روشنی پھیلے کہ اقوامِ عالم بیدار ہوکر ارتقاے تمدن کے مدارج اعلیٰ طے کرنے لگین۔ یہی وجہ ہے کہ کم ازکم ایک لحاظ سے تاریخِ اسلامی نہایت شان دار رہی ہے اور اس لحاظ سے اس کا مطالعہ ہمیشہ اپنون اور غیرون کی دلچسپی اور تعجب کا باعث ہوگا۔

ہماری سیاست کی بنیاد خیر القرون کے تھوڑی مدت بعد ہی ٹیڑھی پڑگئی اور ایسی ٹیڑھی پڑی کہ پھر سیدھا ہونے کا نام نہ لیا۔ جب اسلامی جمہوریت کے صدر نشینون کا عہدِ مسعود ختم ہوگیا اور جہانبانی تاجدارون اور اُن کے وارثون کی ملکیت قرار پاگئی تو پھر اسلامی تاریخ مین سیاستِ ابتدائی کا اعادہ نہوا۔ لیکن

بہرنہج ایک خصوصیت اسلامی تاریخ کا جزو لاینفک رہی۔ انتقالِ تاج و تخت انقلابِ ملوک و سلاطین، اختلافِ نسل و قوم، افتراقِ امت، غرض کسی تبدل و تغیر کا دیرپا اثر اس خصوصیت پر نہوا۔ یہ خصوصیت مسلمانون کی علم پرستی اور ہنر پروری ہے۔[۸] دربار کو چھوڑ و جہان رات دن زر و جواہر اہلِ علم کے قدمون پر نثار ہوتے تھے، بزم کو جانے دو، جہان علمی دلچسپیان سوسائٹی کا عام شغلہ تھین، رزم کو لو جہان ہر شخص شمشیر بکف ہے اور گمان بھی نہین ہو سکتا کہ جو ہاتھ تلوار پکڑے ہوے ہین اُنھون نے کبھی قلم بھی چھوا ہوگا۔ لیکن اسلامی تاریخ کی ورق گردانی کرتے چلے جاؤ، جا بجا جہان جدال و قتال کا نقشہ جما پاؤ گے وہان سیکڑون بلکہ ہزارون ایسی صورتین نظر آئینگی جو قلم کی بھی ویسی ہی دھنی ہین جیسی تلوار کی۔

ف ۸ تاکہ غلط فہمی کا موقع پیدا نہو جائے یہان اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ میری مراد اس فقرے سے نہین ہے کہ آفتابِ اسلام کے طلوع سے آج تک ہمیشہ مسلمانون کا ذاقِ علمی صحیح ڈگر پر رہا ہے اور اُس مین لغزش پیدا نہین ہوئی۔ دراصل میرا یہ منشا ہے کہ اگرچہ بہت سے اوقات مین بالخصوص چھٹی صدی ہجری کے بعد مسلمان صحیح مذاقِ علمی سے دور ہو گئے اور ایسی حالتون مین عام طور سے اس قسم کی نظیرین جیسی ہماری پیشِ نظر ہین تلاش کرنا بے سود ہین لیکن علم بمناسبت مذاق اہلِ زمانہ بہ نسبت دنیا کی کسی قوم کے مسلمانون مین سب سے زیادہ شائع و رائج رہا۔ یہ سچ ہے کہ بعض اوقات مذاقِ علمی بہت نیچے درجے تک آ پہونچا۔ جیسا کہ ہندوستان کے مسلمانون کا جن کا منتہائے فضل و کمال ایک وقت مین فارسی ادب کی چند کتابین قرار پا گئی تھین، لیکن باوجود اس اختلافِ مذاق کے جو مختلف زمانون مین مختلف رہا مسلمانون مین علم ایک عام چیز رہی۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ برخلاف اکثر اقوامِ عالم کے مسلمانون مین علم کسی مخصوص طبقے کے ساتھ وابستہ نہین تھا، جس مین بھی صلاحیت ہوتی اور موقع مل جاتا وہ تحصیلِ علم کر لیتا تھا۔

ہر چند کہ علم کی سرپرستی حکومتِ اسلامی کا عام شیوہ رہا لیکن مسلمانوں کی
ترقی علم کا مدار محض دولت پر نہ تھا بلکہ زیادہ تر اُن پرستاران علم کی ذاتی جد وجہد
پر تھا، جو بجز فضل وکمال اور علم و دانش کے کسی دوسری چیز کے سامنے اپنی
پشت خم کرنا علم وفضل کی توہین تصور کرتے تھے۔ اسی بے نیازی اور استغنا
کا نتیجہ تھا کہ حکومت ودولت کی گردن اکثر اُن کے در پر جھکتی تھی اور یہ سب اُس
علمی روح کی بدولت تھا جس کی اشاعت مذہبی اشاعت میں مضمر تھی۔ تاریخ
بہت سے ایسے مسلمان تاجداروں کے نام گنوا سکتی ہے جنھیں علم وفضل کے
دربار میں پہلی صف میں جگہ ملے گی۔ علم کی عام قدر ومنزلت کا ایک گونہ اس سے
اندازہ ہو سکتا ہے کہ سلاطین وامراے اسلام خود صاحب قلم ہونا، یا کم از کم اُس
اس لقب سے ملقب ہونا، صاحبِ تاج وسیف ہونے سے کم نہیں سمجھتے تھے
اور ان کی مدح وستایش کی کلمات کی فہرست اس وقت تک بالکل نامکمل رہتی
تھی جب تک اُس میں اُن کی علم پروری اور ہنر پسندی کے متعلق کافی الفاظ مدحیہ
شامل نہ ہو جاتے۔ نظم ونثر، کتاب ولوح، توقیع وفرمان، ہر جگہ دانش پژوہی اُن
کے نام کی زینت کے لیے طرۂ تاج متصور ہوتی تھی۔ اس سے ہمارا یہ منشا
نہیں ہے کہ تمام سلاطین اسلام علم کے دیوتا تھے اور جو تاجدار ہوتا تھا اس کے
سر پر فضل وکمال کی دستار بھی ہوتی تھی، بلکہ دکھانا صرف اتنی بات ہے کہ علم کی
قدر، وفضیلت کا تصور سوسائٹی کے ہر طبقے میں جاگزین تھا اور بنابریں مسلمانوں
کا علمی شغف سیاسی حالت کا چنداں پابند نہ تھا، یا بالفاظ دیگر، تحصیل علم کی جد وجہد
کی فطرتِ ثانی نے مسلمانوں کے دل ودماغ پر ایسا تصرف حاصل کر لیا تھا کہ

مدتِ مدید تک سخت سے سخت موانع بھی اس خاص غرض و غایت کی حصول سے اُنھین باز رکھنے مین کامیاب نہو سکے۔

جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اُس کا غالبًا بہترین ثبوت اُس دور کی اسلامی تاریخ ہے، جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ شاید اسلامی تاریخ مین مشکل سے کوئی دوسرا دور ایسا نظر آئے گا۔ جس مین فضل و کمال کی ایسی تابناک اور متعدد مثالین موجود ہون جیسی چوتھی یا پانچوین صدی نے دُنیا کے سامنے پیش کی ہین۔ خواہ کوئی اسے اتفاقِ وقت سمجھے، یا ہماری طرح، اس عہد کی عام اسلامی فطرت کا ایک مظہر تصور کرے۔ واقعہ ہے کہ خاص طبقۂ علما سے گذر کر فضل و کمال کی شیفتگی اسلامی دنیا کے لاتعداد حکمرانون کے دل و دماغ پر قابض تھی۔ ان مین سے اکثر خود علم و فضل سے آراستہ تھے اور ظاہر ہے کہ اُن سے بڑھ کر فضلا و کملا کی قدردانی اور کون کر سکتا تھا۔ قدرِ علوم اور عزتِ اہلِ علم کی رغبت کی وجہ سے علما و فضلا کے طبقات ترقّیِ علم مین جو بذلِ جدوجہد کرتے تھے اُس کا اندازہ محض تصور یا تخیل سے کرنا دشوار ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ خاموشی اور غیر جنبہ داری سے ان لوگون کی کوششون کی بچی کھچی، مٹی مٹائی یادگارون پر نظر ڈالی جائے اور واقعات کی بنا پر کوئی رائے قائم کی جائے۔

جیسا کہ اوپر کی تفصیل سے ظاہر ہو چکا ہے اس دور مین خلافتِ مشرقی مین آلِ بویہ سے بڑھ کر کسی کو اقتدار حاصل نہ تھا۔ ہمین اُن کی سیاسی افعال سے کوئی بحث نہین البتہ ان کی علم دوستی بغیر خراجِ تحسین لیے

نہین رہ سکتی۔ اُن کے عہدِ دولت مین بے شمار علما و فضلا گذرے اور اُن مین سے اکثر نے آلِ بویہ کے جود و مراحم سے بہرہ یاب ہو کر علم و حکمت کی خدمت مین عمر بسر کی۔ اسی دور مین جو ہمارے پیش نظر ہے، عراق، خراسان اور ماوراءالنہر کے اندر محض ماہرین ہیئت و ہندسہ کی ایک طویل فہرست پیش کی جاسکتی ہے، جو اپنے شعبۂ علم مین امتیاز تاریخی رکھتے ہین اور جن مین سے اکثر اپنی شہرت کے لیے آلِ بویہ کے تلطفات کے رہین منت ہین۔

ابو محمود حامد بن الخضر الخجندی ؂۹، ابو سہل ویجان بن رستم الکوہی ؂۱۰، ابوالحسن کوشیار

۹۔ الخجندی، کبارِ فلکیین مین سے تھا اور اُس کا تعلق امیر فخر الدولہ دیلمی کے دربار سے تھا جس کے نام پر اُس نے ایک آلۂ رصد موسوم بہ "سدس الفخری" ایجاد کیا تھا۔ اس آلے کی مدد سے آمیال و عروض البلاد کی ترصید کی جاتی تھی۔ سدس الفخری سے پہلے علماے ہیئت ضبطِ ثوانی پر قادر نہ تھے، بلکہ صرف درجات و دقائق نکال سکتے تھے۔ اس آلے کی وجہ سے، جس سے ثوانی بھی معلوم ہو جاتے تھے، علوم فلکیہ کو بہت ترقی ہوئی۔ سدس جسے انگریزی مین (Sexents) کہتے ہین اُس کا استعمال بیشک اجرام سماوی کے ارتفاع، میل البلاد، عروض البلاد اور مسافات معلوم کرنے کی غرض سے رصدگاہون مین ہوتا ہے۔ بیرونی نے اس کی تعریف لکھی ہے اور ابی الحسن المراکشی نے اس آلے کی کیفیت بیرونی سے نقل کی ہے۔ عربی کے رسالۂ المشرق جلد (۹) مین الخجندی کا ایک رسالہ شائع ہوا تھا جس مین آلہ سدس الفخری کے ساتھ تمام سے مین خجندی کے (علماے ہیئت کے گروہ کی مدد سے) ترصید شمس کرنے کی توضیح ہے۔ بیرونی نے جو اس آلے کی کیفیت لکھی ہے اُسے بھی المشرق مین نقل کیا ہے۔ الخجندی کے رسالے سے دو اہم امور ماخوذ ہوتے ہین۔ (۱) الخجندی اختلافِ انحرافِ فلک البروج سے واقف تھا، جو اُس کے زمانے مین ۲۳° ۳۲' ۲۱،۱۸،۲۲" تھا اور ہر سال ۳۰ دقیقے کم ہوتا تھا (۲) عرض البلد معلوم کرنے کے متعلق وہ یہ قاعدہ بتاتا تھا کہ تمام کواکب کا میل ارتفاعِ سمت کے برابر ہے اور اس لیے ارتفاعِ قطب کے برابر ہے جو کہ اُسے (بقیہ صفحہ

(بقیہ حاشیہ ۹) عرض البلد کے برابر ہے جہاں کا عرض نکالنا مقصود ہے۔ یہ قاعدہ فی زمانہ رواج رکھتا ہے لیکن متاخرین مغرب کی طرف منسوب ہے۔ حالانکہ خجندی نے اس سے کام لیا ہے۔ الخجندی نے ۳۹۰ ہجری (۱۰۰۰ء) میں انتقال کیا۔

۱۰ الکوہی کا تعلق شرف الدولہ کے دربار سے تھا جس نے ایک رصدگاہ قائم کرائی تھی جہاں الکوہی نے عرصہ تک حرکات کواکب کے متعلق مشاہدات کیے تھے۔ اعتدالین ربیعی و خریفی کے بارے میں الکوہی کی تحقیقات نہایت درست اور مقبول ہیں۔

۱۱ زیج کوشیار ایک مشہور تالیف فن ہیئت میں تھی۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ کوشیار نے ایک نہایت عمدہ رصد خانہ طیار کیا تھا، جہاں اس نے [illegible] ہجری میں کثیر مشاہدات کیے کوشیار کی ایک دوسری تالیف کا نام "زیج الجامع والسامع" ہے۔

۱۲ ابوالوفا علمائے ہیئت میں نہایت مشہور و معروف شخص ہوا ہے قصبہ ابوزجان واقع خراسان میں پہلی رمضان ۳۲۸ ہجری (۱۰ جولائی ۹۴۰ء) کو پیدا ہوا تھا۔ ۳۴۸ ہجری (۹۵۹ء) میں وطن سے عراق کو ہجرت کر گیا اور وقت وفات تک مصر میں رہا۔ بقول ابن اثیر رجب ۳۸۸ ہجری (جولائی ۹۹۸ء) میں وفات پائی۔ اس کی تصانیف میں سے حسب ذیل کتابیں یورپ و مصر کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

(۱) کتاب ما یحتاج الیہ الکتّاب والعمّال من علم الحساب۔ (لیڈن و قاہرہ)

(۲) الکتاب الکامل۔ جس کے بعض حصے فرانسیسی میں ترجمہ ہوئے ہیں۔

(۳) کتاب متعلق بمساحت و ہندسہ (کتب خانہ ایا صوفیہ) اس کتاب کا اصل نسخہ اور ایک فارسی ترجمہ ہے۔ پیرس کی لائبریریوں میں بھی اس کے نسخے ہیں۔

اقلیدس اور الخوارزمی کے متعلق ابوالوفا نے جو شرحیں تحریر کی تھیں وہ کہیں موجود نہیں۔ الواضح کا بھی جو ہیئت کے متعلق تھی پتہ نہیں چلتا۔ "الزیج الشامل" جس کے نسخے پیرس اور برٹش میوزیم میں موجود ہیں (بقیہ اگلی

مولی امیر المومنین، ابو علی بن اللیث الخولی، ابو سعید احمد بن محمد عبد الجلیل السنجری

جیسا حاشیہ (۱) معلوم ہوتا ہے ابو الوفا کی تصنیف سے ہے یا کم از کم اُسی کی تالیفات سے ماخوذ ہے۔

ابو الوفا کی شہرت کا باعث یہ ہے کہ اُس نے علم المساحت اور علم المثلثات میں بہت سے نئے قواعد نکالے تھے جن کی وجہ سے ان علوم میں بہت کچھ ترقی پیدا ہو گئی۔ جیوب (Jangents) و خطوط قاطع (Secants) کے استعمال سے مثلثات اور ہیئت میں اُس نے نہایت مفید کام لیے۔

اختلاف قمر (Vario.tion) کے متعلق اُس نے دنیا میں سب سے پہلے نظریہ اختراع کیا حالانکہ خیال کیا جاتا ہے کہ ٹائکو براہی جو ابو الوفا سے چھ سو سال بعد یورپ میں ہوا ہے اس نظریہ کو سب سے پہلے معلوم کرنے والا شخص ہے۔

[illegible] ابو نصر منصور عالم ہیئت بیرونی کا اُستاد اور دوست تھا اور اُس نے بیرونی کے نام پر کئی کتابیں لکھی تھیں جو آگے چل کر بیرونی کی تصانیف کے فہرست میں مذکور ہوں گی۔ ابو نصر کا ۴۲۷ھ ہجری سے پہلے انتقال ہو گیا تھا جیسا کہ بیرونی کے خط سے ظاہر ہوتا ہے۔ اُس کی تصانیف میں سے دو تین کتابیں یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

(۱) رسالہ فی البرہان علی حبش فی مطالع السمت فی زیجہ،،

(۲) رسالہ دربارۂ علم مثلثات۔

(۳) رسالہ فی جدول الدقائق۔

[illegible] بیرونی نے اس عالم ہیئت سے جو سجستان کا متوطن تھا آثار الباقیہ صفحہ ۴۴ [illegible] میں اہل سجستان کے مہینوں کے متعلق ایک روایت بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو سعید بیرونی کا ہم عصر و دوست تھا نیز کتاب استیعاب میں لکھا ہے کہ اُس نے ایک بڑی اصطرلاب تیار کی تھی جس میں کرۂ ارض کی حرکت کو تسلیم کر کے مسائل ہیئت کے نکالنے کے طریقے استنباط کیے گئے تھے یہ اصطرلاب بیرونی کو بہت پسند آئی تھی۔ بیرونی کے مذکورۂ بالا قول سے ثابت ہوتا ہے کہ علمائے اسلام میں ابو سعید موصوف حرکت ارض کا قائل تھا اور جدت طبع و اختراعی قابلیت میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ افسوس ہے کہ اس شخص کے زیادہ حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

ابوالحسن[۱۳] اذخور بن استاد حمص، احمد[۱۴] بن عبداللہ حبش، ابوعلی الحسن بن الحسین البصری، ابوعبداللہ محمد بن احمد البستی، ابوعبید الضریر الجوزجانی، احمد النہاوندی متوفی ۳۰۶ھ (۹۱۸ء)، ابوسعد القیس ، ابوعبداللہ محمد بن جابر البتانی جیسے لاتعداد ازباد رفتہ فضلا میں سے چند افراد ہیں جو ہیئت و ہندسہ کے آسمان میں آفتاب ہو کر چمکے۔ امیر عضد الدولہ، جو خاندان بویہ کا ایک نامور حکمران ہوا ہے، اور جس کے فضل و کمال کی تاریخ ہمیشہ شاہد رہے گی، شریف ... اور عبدالرحمٰن الصوفی

۱۵ کئی جگہ پر بیرونی نے ابوالحسن اذخور بن استاد یزدانی کا ذکر کیا ہے ... ہوتا ہے کہ وہ بیرونی کے دوستوں میں سے تھا اور علم ہیئت میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ جو روایات بیرونی نے اس سے منقول کی ہیں وہ بتاتی ہیں کہ ابوالحسن اذخور ... رکھتا تھا۔ دیکھو آثار الباقیہ صفحہ ۴۴-(۶)

۱۶ احمد بن عبداللہ حبش مشہور علمائے ہیئت میں سے تھا اور اس کی تصانیف کی شرح اور اس کے اعمال ہیئت کی تصدیق میں بیرونی اور اس کے دوست ابونصر نے متعدد اور ضخیم تالیفات لکھی تھیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فضلائے عصر میں وہ غیر معمولی وقعت اور احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

حبش (مشہور بہ الحاسب) پہلا شخص ہے جس نے علم ... میں جیوب (Tangents) ظل جیوب (Contangents) اور خط قاطع (Secants) کا استعمال دنیا میں رائج کیا۔ ایک ایسا اضافہ تھا جس کی وجہ سے اس شعبۂ ریاضی میں بہت سی سہولتیں پیدا ہو گئیں۔

۱۷ ابوعبداللہ محمد بن جابر بن سنان البتانی الحرّانی الصابی ... ہجری ۸۵۸-۹۲۹ء غالباً حران کے نواح میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے شہر رقہ میں، جو فرات کے داہنے کنارے تھا، زندگی کے اکثر دن گذارے۔ بیس سال کی عمر سے مشاہدۂ افلاک شروع کیا اور پچاس سال سے زیادہ مدت تک اسی مشغلے میں گذار دئے۔ اکثر مشاہدات

کی شاگردی پر فخر کیا کرتا تھا۔ قدردانی کا یہ حال تھا کہ مشہور نحوی اور لغوی ابوعلی فارسی کے حق میں جو ایک وقت امیر موصوف کے زمرۂ علما میں شامل تھا، بے ساختہ یہ فقرہ نکلا تھا جو اُس کی ہنرپروری کو بقاے دوام کے خلعت سے سرفراز کرتا ہے، کہ "میں ابوعلی کے ادنیٰ غلامان غلام میں سے ہوں۔" یہ الفاظ اُس شخص کے مُنھ سے نکلے تھے، جو خود ایک جیّد نحوی کی حیثیت رکھتا تھا، اور ابوعلی کی "ایضاح" جیسی کتاب اُس کے معیار پر پوری نہ اُتری تھی اور مصنف کو تکملہ لکھ کر اپنی ساکھ قائم رکھنا ضروری معلوم ہوا تھا۔ اسی صاحب فضل کے

(بقیہ حاشیہ (۱)) ہیئت دمشق میں کیے۔ بتانی کی تصانیف میں سے حسب ذیل تصانیف کے نام ہمیں معلوم ہیں۔

(۱) کتاب معرفت مطالع البروج فی ما بین ارباع الافلاک۔ (۲) ایک رسالہ۔

(۳) رسالہ فی تحقیق اقدار الاتصالات۔ (۴) شرح المقالات الاربع لبطلیموس۔

(۵) زیج البتانی۔ یہ اُس کی خاص تصنیف ہے۔ اس پر بیرونی نے بھی ایک کتاب "جلاء الاذہان" لکھی تھی۔ زیج البتانی اس وقت بھی بعض کتب خانوں میں موجود ہے۔ اس کتاب کا نہ صرف ہیئت عرب پر اثر ہوا بلکہ یورپ میں عہد وسطی اور نشاۃ جدیدہ (Renaissance) میں فن ہیئت کی ابتدا و ترقی میں اس سے نہایت مدد ملی [illegible] اور دوازدہم صدی عیسوی نصف اول میں اس کے لاطینی ترجمے ہوئے اور الفانسو دہم کی خواہش سے ہسپانوی زبان میں ترجمہ کرایا۔ البتانی نے نہایت صحت کے ساتھ انحراف منطقۃ البروج (Obliquity of the Ecliptic)، مقدار سال شمسی، طریق الشمس (Solar Orbit) کو معلوم کیا اور بطلیموس کے اس رائے کو نہایت قوی دلائل کے ساتھ غلط ثابت کیا کہ اوج شمس (Solar Apogee) غیر متحرک ہے نیز اُس نے قمر اور دیگر سیاروں کے دوائر حرکت (Orbits) کی تصحیح کی۔ طلوع قمر کے ساعات معلوم کرنے کے متعلق ایک نیا اور جدت آمیز قاعدہ نکالا بطلیموس کی مقدار استقبال نقطۃ الاعتدالین (Precession of the Equinoxes) کی اصلاح کی

دربار میں فاضل متبحر حکیم ابو علی مسکویہ اور طب کا فخرِ زمانہ عالم علی بن عباس مجوسی

(بقیہ حاشیہ ۱۷) اور مساحت کرۂ میں تسطیح کرہ (Orthagraphic Projection) کے متعلق نئے قواعد وضع کیے۔ ڈن تھارن (Dunthorne) نامی فاضل ہیئت نے ۱۷۴۹ء میں بتانی کے مشاہدات کسوف شمس و قمر کی مدد سے حرکت قمر کا اوسط نکالا۔ غرض البتانی کا علم ہیئت پر بڑا احسان ہے اور وہ منتخب فضلا میں سے شمار کیے جانے کا مستحق ہے۔

۱۵۳۷ء میں یورپ میں ایک مجموعہ البتانی کا شائع ہوا تھا جس کا نام "علم الکواکب" (De Scientia Stellarum) تھا۔ یورپ میں البتانی البتگنی (Albategni) اور البتینیس (Albateinus) کے ناموں سے معروف تھا۔

۱۸ شریف ابن الاعلم (متوفی ۳۷۵ھ ہجری ۹۸۵ء) عبدالرحمن صوفی کا معاصر تھا۔ فن ہیئت میں اُس کی جداول شہرت خاص رکھتی تھیں مفصل حالات ہمیں معلوم نہیں۔

۱۹ ابوالحسین عبدالرحمن بن عمر الصوفی الرازی اکابر ماہرین ہیئت میں سے تھا۔ ۲۹۱ھ ہجری ۹۰۳ء میں پیدا ہوا اور ۳۷۶ھ ہجری (۹۸۶ء) میں وفات پائی۔ عبدالرحمن اور شریف دونوں عضد الدولہ کے استاد تھے۔ عبدالرحمن کی تالیفات میں سے حسب ذیل تصانیف یورپ کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

(۱) کتاب الکواکب الثابتہ (الصور السمائیہ) اس کے نسخے برلن، پیرس، آکسفورڈ، برٹش میوزیم، انڈیا آفس، سینٹ پیٹرزبرگ اور ایا صوفیہ کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔

(۲) کتاب التذکرہ فی مطارح الشعاعات۔

(۳) مدخل فی الاحکام۔ اس کے ناکمل نسخے پیرس اور انڈیا آفس میں موجود ہیں۔

(۴) رسالہ فی الاسطرلاب، موجودہ پیرس، ایا صوفیہ، سینٹ پیٹرزبرگ۔

عبدالرحمن کے بیٹے ابو علی بن ابوالحسین نے ساجوز ۷۰۰ نام کی ایک کتاب ثوابت کے متعلق لکھی تھی جس میں

حامد خجندی کا تعلق فخر الدولہ دیلمی سے تھا جس کی قدرِ علوم اور دعوتِ اہل علم کی شکر گذاری بقول خجندی، طبقاتِ علما، اکتشافات و معلومات جدیدہ میں اعمال فکر اور بذلِ جد، کے ذریعہ سے کرتے تھے۔ اس کے حکم سے ماہرانِ ہیئت نے رَے میں ایک رصدگاہ قائم کر رکھی تھی جہاں آن کا جم غفیر ذوات الحلق وغیرہ آلات کی مدد سے مشاہدات کیا کرتا اور "زیج الفخری" کے لیے مواد بہم پہونچاتا تھا۔ شمس الدولہ امیر ہمدان اور علاؤ الدولہ، امیر اصفہان کے نام بحیثیت ابن سینا کے اولیائے نعمت ہونے کے شہرتِ خاص رکھتے ہیں۔ علاؤ الدولہ کے علمی مذاق کی یہ کیفیت تھی کہ ہمیشہ شب جمعہ کو مجالس علمی منعقد ہوا کرتی تھیں، جہاں وہ بہ نفس نفیس شریک ہو کر داد فضل دیتا تھا۔ صرفِ کثیر سے ایک رصدخانہ قائم کرایا تھا جس میں ابن سینا اور اُس کے شاگرد رشید ابو عبیدہ نے آٹھ سال تک مشاہدات کیے۔ متقدمین کی بہت سی غلطیاں نکالیں اور جدید معلومات بہم پہونچائیں۔

سیف الدولہ بن حمدان جس کی شان میں عربی کے شہرۂ آفاق شاعر متنبی نے

(بقیہ حاشیہ ۱۹) بڑی کوشش سے اشکالِ ہیئت شامل کی تھیں۔ اس کتاب کے نسخے پیرس، میونچ، گوتھا، بولونی اور قاہرہ کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔

۲۰ ابن مسکویہ پانچویں صدی ہجری کا مشہور طبیب، فلسفی، ادیب اور مورخ ہوا ہے۔ ایک زمانے میں عضد الدولہ کا خزانچی تھا اور سلطان محمود سے اس کے دوستانہ مراسم تھے۔ اُس کی چند تصانیف اس وقت بھی متداول ہیں۔ منجملہ اُن کے اصول شریعت سے متعلق ایک فلسفیانہ کتاب بھی ہے جو نہایت عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ ابن مسکویہ کا انتقال ۴۲۱ھ ہجری (۱۰۳۰ء) میں ہوا۔
محقق طوسی نے ابن مسکویہ کی تہذیب الاخلاق و تطہیر الاخلاق کا فارسی ترجمہ کیا تھا جس کا نام اخلاق ناصری ہے

قصائد کہے اور جس کے دربار میں ابو علی فارسی عرصے تک عز امتیاز رکھتا تھا اپنی علم پروری کے لیے متاخرین کی وقعت کا مستحق ہے۔ اسلام کا نامور حکیم ابو نصر فارابی جس کے قوۂ ذہنی کی مافوق الفطری حالت کا اعتراف دنیاے علم نے "معلم ثانی" کا تمغۂ امتیاز عطا کر کے کیا ہے، اسی امیر کی قدرشناسی کا مرہون احسان تھا۔

وسط ایشیا کے اسی عہد سے تعلق رکھنے والوں میں ابوبکر محمد بن زکریا الرازی بھی ہے، جو طبقۂ اطباے اسلام میں ہمیشہ مایۂ ناز تصور کیا گیا ہے نیز فلسفیان

۲۱ ابو نصر فارابی نے تحصیل علوم بغداد میں کی۔ بغداد سے حلب گیا جہاں سیف الدولہ کی توجہات کی بدولت فکر معاش سے مستغنی ہو کر عزلت گزین رہا اور تصنیف و تالیف میں عمر کاٹی۔ جب سیف الدولہ دمشق گیا تو فارابی کو اپنے ہمراہ لیتا گیا۔ وہیں ۳۳۹ ہجری (۹۵۰ء) میں اُس کا انتقال ہوا۔

فارابی ایک کثیر التصنیف عالم ہوا ہے اور متقدمین میں نہایت احترام اور پایہ کا شخص سمجھا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ ہم تک اُس کی بہت کم کتابیں پہونچی ہیں۔ فلسفہ و منطق اور تصوف سے ذوق فطری رکھتا تھا علاوہ ازیں اُسے موسیقی میں مہارت کاملہ تھی کئی راگ اُس کی طرف منسوب ہیں اور فن موسیقی میں نہایت بیش قیمت تالیفات چھوڑی تھیں۔ سیف الدولہ فارابی کے نغمہاے داؤدی کا بہت دلدادہ تھا۔ یورپ میں عہد وسطیٰ میں فارابی کی تالیفات منجملہ اُن کتب حکمت کے تھیں جن پر اُس زمانے کے محبان حکمت کا دار و مدار تھا۔

۲۲ ابوبکر محمد بن زکریا الرازی (متوفی ۳۱۱ ہجری۔ مطابق ۹۲۳ء) اطباے اسلام میں نہایت سربرآوردہ شخص گذرا ہے۔ فن طب میں اُس نے چھوٹی بڑی دو سو کے لگ بھگ کتابیں لکھی تھیں جن میں سے چند ہم تک بھی پہونچی ہیں۔ رازی ایک عرصے تک پہلے شہر رے اور بعد ازاں بغداد کے شفاخانوں کا افسر اعلیٰ تھا۔ سامانی بادشاہ ابو صالح منصور بن اسحٰق کی عنایات اُس پر خاص طور پر مبذول تھیں چنانچہ اس نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف (بقیہ صفحہ ۲۲)

اسلام کی مشہورِ عالم انجمن "اخوان الصفا" جس کے رسائل آج تک دلچسپی اور فائدے کی غرض سے پڑھے جاتے ہیں، اسی دور کے شیدائیان حکمت کی ایک بزم تھی۔

(بقیہ حاشیہ ۲۲) "المنصوری" سامانی بادشاہ کے نام پر معنون کی تھی۔ ابو بکر رازی کیمیا کا نہایت پرجوش حامی تھا اور گویا اس فن کی حمایت میں اُس کی جان گئی۔ اُس نے علم کیمیا کے ثبوت میں ایک کتاب "اثبات الکیمیا" لکھ کر منصور کی خدمت میں پیش کی تھی۔ بادشاہ نے اُسے دیکھ کر حکم دیا کہ بعض تجربے، جو اُس کتاب میں لکھے گئے تھے اُس کے سامنے کر کے دکھائے جائیں۔ اتفاق وقت سے رازی بعض تجربوں کے سرانجام دینے میں اُس وقت ناکام رہا۔ منصور جو ایک نہایت مغلوب الغضب شخص تھا اس قدر ناراض ہوا کہ اُس نے بہت زور سے ایک چابک رازی کے منہ پر مارا، جس کی وجہ سے رازی کی آنکھ جاتی رہی اور اس صدمہ سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ رازی کی سب سے مشہور تصنیف "الحاوی" ہے۔ جن تصانیف کے نام ہمیں معلوم ہو سکے ہیں، وہ ہم ذیل میں درج کیے دیتے ہیں:۔ (۱) الحاوی (۲) المدخل فی الطب (۳) علل المفاصل (۴) الترياق (۵) امراض الجلد (۶) الاقسام (۷) الاغذیہ (۸) التدابیر (۹) الاکسیر (۱۰) الحجر (۱۱) الترتیب (۱۲) نکتۃ الرموز (۱۳) شرف الصناعہ (۱۴) الحیل (۱۵) الاسرار (۱۶) رسالۃ الخاصہ (۱۷) الحجر الاصغر (۱۸) الرد علی الکندی فی ردہ علی صناعۃ الکیمیا۔ نیز رازی کا ایک رسالہ چیچک کے اوپر جس کا ترجمہ بھی یورپ میں ہوا ہے اور ڈاکٹروں میں بہت مقبولیت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ مسعودی کی کتاب "مروج الذہب" کے انگریزی ترجمے (جلد اول صفحہ ۲۹۰) میں مترجم نے ایک نوٹ لکھا ہے کہ لیڈن لائبریری میں رازی کا ایک رسالہ ہے جس کا نام "کتاب الباہ" ہے جس میں باہ کی بحث کے متعلق نہایت بیش قیمت معلومات درج ہیں۔ مترجم مروج الذہب اُس کتاب کو عربی طب کی ایک اعلیٰ یادگار تصور کرتا ہے۔

عہدِ وسطیٰ میں یورپ میں رازی کی چند تصانیف ترجمہ ہو کر پہنچ گئی تھیں، جنھوں نے (بقیہ صفحہ ۲۳)

اس زمانے مین مصر مین خلفاے فاطمیہ کا دور دورہ تھا اور بلاشبہ عربی حکومتون مین اُن کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا۔ عزیز باللہ (۳۶۵ھ-۳۸۶ھ - ۹۷۵ء-۹۹۶ء) اور حاکم بامر اللہ (۳۸۶ھ-۴۱۱ھ ہجری - ۹۹۶ء-۱۰۲۱ء) کے زمانے مین قاہرہ مرکز علوم تھا جہان حکومت کی قدر دانی نے قریب و بعید سے اہل فضل کو جمع کیے تھے۔ مشہور مہندسین ابن یونس[۲۴] اور ابن الہندی کا اسی دربار سے تعلق تھا

(بقیہ حاشیہ ۲۲) علماے یورپ مین مذاق طب مین روح پھونکی۔ ابو بکر رازی کو یہ لوگ رازز (Rases) کے نام سے جانتے تھے۔

ابوریحان بیرونی نے اپنے خط مین ابو بکر رازی کی جودتِ طبع وحدت فہم اور حذاقت وتبحر کا قوی الفاظ مین اعتراف کیا ہے۔ البتہ رازی کے فلسفیانہ خیالات کو پسندیدگی کی نظر سے نہین دیکھا ہے۔

۲۳ ان مشہور ومعروف رسائل کا زمانہ تالیف ۳۸۶ ہجری (۹۹۶ء) سے لیکر ۴۰۳ ہجری (۱۰۱۲ء) تک ہے،

۲۴ علی بن یونس نامور منجمین مین سے گذرا ہے۔ وہ ایک نغز گو شاعر بھی تھا لیکن اُس کی شہرت کا مدار فن ہیئت پر ہے۔ اس نے اپنے مشاہدات کے نتائج کو زیج الحاکمی، مین جمع کیا تھا یہ کتاب فن ہیئت کی مقبول ترین تالیفات مین سے تھی، عمر خیام اور ناصر الدین طوسی نے اپنی زیجات کے تیار کرنے مین اس کتاب کو بطور نمونہ پیش نظر رکھا تھا بلکہ اس کا ترجمہ اور نقل چینی (۱۲۸۰ء) اور یونانی زبان تک مین ہوا تھا۔ چین مین ابن یونس کے جدول جمال الدین کے ذریعے سے پہونچی جس کو جیو کنگ نامی چینی ہیئت دان نے اُسے چینی زبان مین نقل کیا تھا ابن یونس کا ۳۹۹ ہجری (۱۰۰۹ء) مین انتقال ہوا اور اُس کے بعد اُس کے مشاہدات کو ابن الہندی اور حسن ابن الہیثم نے جاری رکھا۔

ابن یونس پہلا شخص ہے جس نے پنڈولم کے حرکات کے ذریعے سے وقت کی شمار کا حال معلوم کیا۔ نیز اُس نے انحراف طریق الشمس (Obliquity of the Ecliptic) کو ۲۳ درجہ (بقیہ صفحہ ۲۴)

دار السلام بغداد کی اس زمانے میں جو خستہ خراب حالت تھی اُس کا حال اوپر درج ہو چکا ہے۔ لیکن اس گئی گذری حالت میں بھی جب بغداد میں ابن سمون جیسے سحر بیان، اور خطیب بغدادی جیسے محب وطن مورخ، پیدا ہوئے تھے، وہاں بنو اماجور جیسے ہیئت دانوں کا مطالعہ فلک میں مستغرق ہونا اُس دور کی اسلامی روح علمی کا ایک عام مظہر سمجھنا چاہیے۔

ممالک مذکورہ بالا سے گذر کر جب ہماری نظر اُس محسن کش سرزمین پر پڑتی ہے، جہاں آج وادی کبیر عربی اقبال و تمدن کی نوحہ خوانی کر رہا ہے، تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ زمانہ خلافت غربی کا زرین عہد علمی ہے، جس کی نظیر اس بد قسمت ملک کی تاریخ میں کبھی نہ ملے گی۔ یہاں سیاسی انتزاع کا آغاز پانچویں صدی ہجری سے ہوتا ہے، لیکن علمی ترقی و رفعت کا دور دوسرے ممالک اسلام کے دوش بدوش ہے۔ عبد الرحمن اعظم (عبد الرحمن ثالث، زمانہ ۳۰۰-۳۵۰ ہجری ۹۱۲-۹۶۱ء)

(بقیہ حاشیہ ۲۴) ۲۵ دقیقہ پایا، جو کہ تحقیقات جدیدہ سے قطعاً مطابق ہے۔

یورپ کے اندر ابن یونس کی زیچ کی طرف اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں لوگوں کی توجہ مبذول ہوئی تھی۔ (Caussin) کاسن نامی ایک فرانسیسی عالم نے ۱۸۰۴ء میں لیڈن یونیورسٹی کے ایک قلمی نسخہ سے اس کتاب کا ترجمہ کیا تھا۔ اس میں ۴۰ کسوفات، ۲۷ تقاطع الاعتدالین (Equinoxes) ایک انحراف دائرۃ الشمس کے مشاہدات درج ہیں۔ نیز شمس و قمر کے مشاہدات کی بھی ایک جدول ہے۔

۲۵؎ یہ دو عزیز تھے جن کے نام عیسیٰ ابن اماجور اور ابو الحسن علی بن اماجور ہیں۔ ۱۰ اواخر چہارم صدی ہجری میں انھوں نے حرکات قمر کے متعلق قابل قدر تحقیقاتیں کی تھیں۔

کا نامور سپوت حَکَم ۳۵۰-۳۶۶ ہجری بمطابق ۹۶۱-۹۷۶ء اسی دور کی دایہ کی گود مین پلا اور مورخ یہ حق نہین رکھتا کہ اُسکے ضرب المثل علمی مشاغل اور فضل و تبحر کو عام اسلامی مذاق سے کوئی متمایز شے تصور کرے۔ یہ سچ ہے کہ حکم ثانی اپنی معاصر سلاطین مین بلحاظ ذوق علوم سب سے فایق تھا[۲۶] اور اُس کا جمع اور مطالعہ کیا ہوا کتب خانہ بلحاظ انتخاب و شمارِ کتب اپنی نظیر نہ رکھتا تھا، لیکن جو درخشندہ عہد مورخ کے پیش نظر ہے۔ اُسے دیکھتے ہوے وہ حکم کی مثال کو محیر العقول نہین سمجھ سکتا۔

اندلوسیہ عظمی مین اس زمانے مین علوم حکمت نے ایسی ترقی کی تھی کہ ایک وقت اُس کے مقابلے مین حکومت اور تعصب کی اُٹھل کوششین سوا بے سود ثابت ہونے کے کچھ نہ کر سکین۔ یہی زمانہ تھا جب اسپین نے ہیئت مین وہ ترقی کی، جو اُس سے پہلے اور اُس کے بعد وہان کے ارباب فضل کو میسر نہین آئی۔ خلافت غربی کے سب سے مشہور ہیئت دان، مسلمہ المجریطی (متوفی

۲۶ المستنصر باللہ الملقب بہ حکم ثانی الناصر الدین اللہ عبد الرحمن ثالث کا بیٹا تھا۔ اُس کا علمی شوق تاریخ اندلس مین شہرت عام رکھتا ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ اُسنے اپنے عظیم الشان کتب خانے مین چار لاکھ کتابین جمع کی تھین اور تقریباً سب کو مطالعہ کیا تھا اور سب پر قیمتی حواشی اپنے ہاتھ سے لکھے تھے۔ دُنیا مین اُس کے ایجنٹ کتابون کو تلاش کرتے پھرتے تھے اور مصنفین سے قبل تصنیف خواہش کی جاتی تھی کہ وہ سب سے پہلا نسخہ اپنی تالیف کا غرناطہ کے کتب خانے کے لیے دین۔ چنانچہ کتاب الاغانی کے مصنف نے اپنی کتاب کا پہلا نسخہ حکم کی نذر کیا تھا اور بیش قیمت صلہ پایا تھا۔

۲۷ مسلمہ ایک جامع العلوم والفنون شخص تھا۔ اُسنے ممالک اسلامیہ میں خوب سیاحت کی تھی اور رسائل اخوان الصفا کو لا کر سب سے پہلے اندلس میں اسی نے شائع کیا تھا۔ کیمیا مین مہارت تامہ رکھتا تھا اور اس علم مین رتبہ الحکیم ایک کتاب لکھی تھی

۹۹ سنہ ہجری یعنی ۱۰۰۸ء)، ابن اسمح (متوفی ۴۲۶ سنہ ہجری یعنی ۱۰۳۹ عیسوی)، جابر بن افلح (متوفی ۲۲۶ سنہ ہجری یعنی ۱۰۳۰ء) اور الزرقالی (جو پانچویں صدی کے اواخر میں اسپین کا نہایت نامور ماہر ہیئت گذرا ہے) یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے واسطے ہر زمانے میں مایۂ ناز تصور کیے جائیں گے، اور دنیائے تمدن جن کی ہمیشہ رہین منت رہے گی۔ یورپ میں علم ہیئت کی اشاعت اور اور جدید ہیئت کے آغاز و بنیاد کا باعث یہی اساتذۂ فن تھے۔ الفانسو دہم (۱۲۵۲-۱۲۸۲ء) شاہ کسٹائل (اسپین) کی لاطینی جداول نجوم جن کی بدولت یورپ مبادی ہیئت سے روشناس ہوتا تھا، وہ جزءً و کلاً اساتذۂ اسلام کی خوشہ چینی کا نتیجہ ہیں۔

اسی بے نظیر دور کے اواخر سے تعلق رکھنے والا اندلس کا فقید النظیر فاضل

---

۲۸ عہد وسطیٰ میں جابر کا نام یورپین لب ولہجہ میں جیبر فلیس افلا (Gebor filius Afflao) تھا۔ اُس کی کتاب "اشکال الکرویہ" کا یورپ میں ترجمہ ہوا تھا۔

۲۹ الزرقالی علماے ہیئت میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔ وہ مشاہدۂ فلک میں غیر معمولی استغراق رکھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ صرف اوج شمس کی دریافت کے لیے اُس نے چار سو دو مشاہدات کیے تھے، اور استقبال نقطۃ الاعتدالین کے متعلق نہایت صحیح مقدار دریافت کی تھی۔

اس کے علاوہ الزرقالی کو خاص شہرت آلات ہیئت کے ایجاد سے تعلق رکھتی ہے۔ مامون شاہ طلیطلہ کے واسطے اُس نے جو اصطرلاب "مامونیہ" ایجاد کیا تھا دنیا میں سب سے بہتر اصطرلاب وہ تھی جس کا، شبیلیہ کے بادشاہ معتمد بن عباد کے نام پر اس نے عبادیہ نام رکھا تھا۔ لیکن ماہرین ہیئت میں یہ اصطرلاب "صفیحۃ الزرقالیہ" کے نام سے معروف ہے۔ یورپ والے اسے سفاکا (Suphaea) کہتے تھے۔

ابن صائغ اندلوسی تھا جس کے تذکرے کے لیے بلاشبہ دفتر کے دفتر درکار ہیں
جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں اندلس میں انقراض سلطنت کا آغاز
پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں واقع ہوا۔ مشرقی ممالک کی طرح جابجا چھوٹی
چھوٹی خود مختار اور آزاد حکومتیں قائم ہو جانے پر علمی مشاغل کے مرکز نقل جدید

نسلہ مبدا فیض سے ابن صائغ کو وہ دماغی و ذہنی اوصاف عطا ہوئے تھے، جن کا ایک شخص کی ذات میں
جمع ہونا حیرت کا باعث ہوتا ہے۔ اٹھارویں صدی کے مشہور جرمن فاضل گیٹے (Goethe) کی
بابت مشہور ہے کہ اُس کا دماغ ایسی مختلف النوع خواص کا مجمع تھا، جو فرد واحد میں شاذ ہی پائے گئے ہیں لیکن
ابن صائغ کی ہمہ گیر طبیعت کو دیکھتے ہوئے گیٹے کی وسعت دماغی کی کچھ حقیقت نہیں رہتی اور علی بن عبدالعزیز
امام غرناطہ کے اس قول سے اتفاق کرنا پڑتا ہے کہ "ابن صائغ اعجوبۂ دہر تھا،" ابن صائغ جیسا ذہین تھا ویسا ہی
حیرت انگیز حافظہ رکھتا تھا۔ وہ طبیعات، مابعد الطبیعیات، ریاضی، ہیئت، نجوم، طب، جغرافیہ وغیرہ علوم حکمت
میں نہ صرف دستگاہ کامل رکھتا تھا بلکہ اُسنے اپنے استادانہ اجتہاد سے اپنا نام صدر حکمائے عالم میں لکھایا ہے
تمام تاریخی روایات ہم زبان ہیں کہ ابن صائغ طب اور فلسفے میں استاذ الاساتذہ مانا جاتا ہے، مابعد الطبیعیات
سے عجیب و غریب اصول اور لطیف مسائل استنباط کر کے اصول طب سے مطابقت کی اور طبیعیات اور طب
کے اعمال میں بہت کچھ دقت نظری کا ثبوت دیا۔ علوم حکمت میں تبحر کی یہ کیفیت تھی لیکن انشا و ادب کے
میدان میں بھی اُس کی طبیعت کی ایسی ہی جولانی تھی۔ عربی ادب میں ابن صائغ کی انشا پردازی اور شاعری کو
بے بدل تصور کیا جاتا ہے اور مورخین کا بیان ہے کہ موسیقی میں ابن صائغ ماہر یگانہ تھا۔ وہ حافظ قرآن بھی
تھا۔ غرض ابن صائغ طبیب تھا، فلسفی تھا، ماہر ریاضی تھا، اور شاعر بے بدل تھا اور فن موسیقی میں بھی
مشہور و معروف تھا۔ لیکن اس سے بڑھ کر یہ لطف کی بات ہے کہ میدان عمل کا بھی وہ پورا شہسوار تھا۔
ابتدا میں اندلوسیہ شرقی کے حکم امیر ابو بکر اور بعد میں یحییٰ بن سعید تاشقین فرمان روائے اندلوسیہ غربی کا (بقیہ صفحہ ۲۹)

قائم شدہ ریاستون کے دارالحکومت قرار پائے۔ قرطبہ، اشبیلیہ، غرناطہ، طلیطلہ وغیرہ نے ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر علم پروری کا ثبوت دیا۔ جابجا مدارس علوم اور کتب خانے قائم تھے جہاں ہر فن کے ماہر اور متلاشیان علوم اپنی پیاس بجھاتے اور دوسرون کو سیراب کرتے تھے۔" علم طب مین اندلس کے اطبا کی جدید معلومات نے اتنا اضافہ کیا، جتنا جالینوس کے عہد سے اُس وقت تک نہوا تھا۔

فنون حکمت کے سوا، "ادب کی یہ حالت تھی کہ یورپ مین کبھی ایسا زمانہ نہین ہوا جب شاعری کو ایسی قبولیت عامہ نصیب ہوئی ہو جیسی کہ اُس زمانے مین۔ یہ وہ عہد تھا، جب ہر طبقے کے لوگ عربی مین اُس انداز کے اشعار موزون کرتے تھے، جو ہسپانوی اور اطالوی مطربون کے لیے نمونہ ہوتے اور جن کی تقلید وہ اپنے گیتون اور نظمون مین کرتے تھے۔ کوئی تقریر یا مکالمہ اس وقت تک مکمل نہوتا تھا، جب تک ایک آدھ بیت فی البدیہ خود موزون کرکے یا موقع و محل کے لحاظ سے کسی بڑے شاعر کے کلام مین سے لیکر استعمال نہ کی جاتی،

(بقیہ حاشیہ ۳۰) وزیر رہا اور اُس کا عہد وزارت مراکو اور اسپین کی تاریخ مین ہمیشہ عدل و انتظام کے واسطے زبان زد عوام تھا۔ حاسدون نے زہر دیکر ایسے فاضل سے دُنیا خالی کردی۔ سنہ ولادت معلوم نہین ہے لیکن سنہ ۵۳۳ ہجری مین انتقال کیا یورپ مین ابن صائغ (Avempace) کے نام سے معروف ہے جو عہد وسطی کی یادگار ہے۔

۳۱۔ لین پول تاریخ اسپین صفحہ ۱۴۴۔

۳۲۔ ایضاً۔

افریقیاے اسلامی مین سبوط، تنجہ، فیض، مراقش، مکناسہ، طلمسان، قیروان وغیرہ جہان کم وبیش خودمختار حکومتین قائم تھین، میدان علم مین قرطبہ وغرناطہ کی حریف تھین وہان سے بڑے بڑے اُستاذ نکلتے تھے، جن کی قدر مشرق ومغرب مین ہر جگہ ہوتی تھی۔

جس شاندار حالت کا ہم نے اوپر ایک سرسری اور نامکمل خاکہ کھینچا ہے وہ پانچوین صدی ہجری کے بعد کچھ زیادہ دنون تک قائم نہ رہی مغرب مین ابن طفیل ابن رشد، ابن زہر، ابوالقاسم اور ابن بیطار[۳۳] وغیرہ کے سدا زندہ رہنے والے نامون پر ایسا پردہ پڑا کہ پھر نہ اٹھا۔ مشرق سے عمر خیام[۳۴] اور محقق طوسی[۳۵] کے

---

۳۳ ابن طفیل وغیرہ تمام اندلس کے مشہور فلسفی اور طبیب ہین۔ عہد وسطی مین یورپ مین ابن رشد اویروز (Averroes) ابن زہر اوین زور (Avenzoar) ابوالقاسم البوکیسس (Albucasia) اور ابن بیطار اوین بیطار (Aven Bethar) کے ناموں سے مشہور رہتے تھے۔

۳۴ عمر خیام (متوفی ۵۱۷ھ ہجری مطابق ۱۱۲۳ء) کی رباعیات اس قدر شہرت رکھتی ہین کہ اُس کے شاعری کی بابت کچھ کہنا فضول ہے البتہ بہت کم لوگ جانتے ہین کہ وہ فلسفی اور شاعر ہونے کے ساتھ علم ہیئت مین بھی دستگاہ رکھتا تھا سال شمسی کی مقدار جو خیام نے معلوم کی وہ نہایت صحیح اور متقدمین مین سب سے بہتر ہے۔ یعنی خیام کی تحقیقات سے سال شمسی ہوتا ہے (۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۹ منٹ کا اور محققین حال کی تحقیقات کے رو سے ہوتا ہے (۳۶۵ روز ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ ۴۸ سیکنڈ کا۔

۳۵ خواجہ نصیر الدین معروف بہ محقق طوسی (متوفی ۶۷۲-۵۹۷ ہجری مطابق ۱۲۷۴-۱۲۰۱ء) متقدمین حکماے اسلام مین سے تھے نصیر الدین طوسی کی خاص شہرت کا باعث علوم ریاضی ہین ۶۵۸ھ ہجری (مطابق ۱۲۵۹ء) مین ہلاکو خان کے حکم سے مراغہ مین ایک رصدگاہ قائم ہوئی تھی جہان محقق مذکور نے ترتیب رصد کے بعد زیچ ایلخانی تیار کی تھی (بقیہ صفحہ ۳۰)

نام پر ایسا خطبہ اختتام پڑھا کہ پھر وہ صورتین اور وہ مجلسین نظر نہ آئین - اس علمی اق
کے زوال و انتزاع پر غور کرنا، ہر لحاظ سے دلچسپ اور مفید ہو سکتا ہے - لیکن
یہ ایسی بحث ہے، جو ہماری موجودہ بحث کے دائرے سے خارج ہے
اور سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نہین کہ اسے کسی دوسرے وقت کے لیے
اُٹھا رکھین - بہرنہج ایک دفعہ انحطاط اور انتزاع کے اسباب کا غالب آنا تھا
کہ دوبارہ اسلام کو وہ بے نظیر زمانہ دیکھنا نصیب نہوا، بلکہ انقلاب پسند زمانے
نے اُس دور کے آثار کو بھی ایسا ملیامیٹ کر دیا کہ اب اس عالمگیر اسلامی ترقی کا
کامل تصور بھی نہین کیا جا سکتا ہزار ہمارے دل مین یہ اُمنگ پیدا ہو کہ اس علمی
زمانے کی جی بھر کے سیر کرین اور امتداد زمانہ کی تاریکی سے نکل کر اُس روشن
زمانے مین جا پہونچین، لیکن موافق اسباب کا دروازہ ایسا بند ہوا ہے کہ اس
آرزو کا مہد اُس کا مرقد بنجاتا ہے -

سامانیہ، دیلمیہ اور سلجوقیہ کی طرح جرجان، خوارزم اور غزنی کی حکومتین
بھی جن کا اس دور سے واسطہ ہے، علم پروری مین کسی سے پیچھے نہ تھین -
لیکن افسوس آج ہمارے ہاتھون مین اُس زمانے کے فضلا کی تصانیف کے
ذخائر موجود نہیں [illegible] اُن لوگون کے نام بھی نامعلوم ہین - یہ افسوسناک
حالت وسط [illegible] ہے وقت بالخصوص پیش آتی ہے -
عہد مابعد مین وسط ایشیا مین برپا ہونے والے سیاسی طوفان بے تمیزی اور

بقیہ حاشیہ ص ۲۹ ہیئت متاخرین کا دارومدار عہد مابعد مین صرف زیج ایلخانی اور زیج الغ بیگی (مرتبہ ۸۴۱ھ ہجری مطابق ۱۴۳۶ء)
پر رہ گیا تھا - الغ بیگ کے اوپر گویا فن ہیئت کا علمی شوق مسلمانون مین ختم ہو گیا -

اس سے پیشتر چھٹی صدی مین انقلاب خیالات نے جو معرکۂ مذہب و فلسفہ کے باعث پیدا ہوا علمی تصانیف اور علمی روح کو بڑا صدمہ پہونچایا اور مذاق علمی مین بڑا تلاطم پیدا کر دیا۔ تعصب، جہالت اور بے اعتنائی کے اوپر غلبۂ چنگیز و ہلاکو نے علمی ذخایر کی تباہی و بربادی کے دوسرے عوامل پیدا کر دیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت ہمارے ہاتھ مین جو تواریخ اور تذکرے موجود ہین، اُن مین بجز اُن شعرا کے، جو بادشاہون یا امیرون کی شان مین قصیدے کہا کرتے یا گل و بلبل اور ناے و نوش کے مضامین باندھنے مین اپنی عمر ضایع کر دیتے تھے دیگر کملاے عہد کے حالات مفقود ہین۔ مقامات خواجہ ابو نصر مشکان، طبقات بیہقی، تواریخ ملا محمد غزنوی، تواریخ محمد وراق اور دیگر تاریخی کتابین جن کی مدد سے غالباً اُس زمانے کی علمی تاریخ کا تھوڑا بہت پتہ چل سکتا، نابود ہین۔ جو تاریخین اور تذکرے دو چار صدی بعد کے لکھے ہوے ہین وہ چندان معتبر نہین اور اکثر فقدانِ مذاق اور قلتِ مواد کے باعث متلاشی کی مایوسی کا باعث ہوتے ہین۔

آہ زمانے سے بڑھکر کوئی بھولنے اور بھلا دینے والا نہین۔ دنیا کے اسٹیج پر خدا جانے کتنے لوگ آئے جو شہرت کے آسمان پر چاند سورج ہوکر چمکے لیکن غور کرو کتنے ایسے ہین، جن کی کرنین اب بھی نور افشان ہین بلاشبہہ بڑے خوش نصیب ہین وہ جنھین کسوف و خسوف کے بعد بھی شہرت دوام کے فلک الافلاک پر چمکنا نصیب ہوجاتا ہے۔

اگر یہ سچ ہے تو بلاشبہہ وسط ایشیا کا وہ فاضل متبحر بڑا خوش قسمت ہے

جو صدیون گنجِ گمنامی مین زندگی بسر کرنے کے بعد اس زمانے مین شہرتِ دوام
کے خلعت سے سرفراز ہوا ہے۔ آج سے پچاس سال پہلے کوئی نہ جانتا تھا کہ
چوتھی یا پانچوین صدی کے زرین عہدِ علمی مین بیرونی کی شخصیت کیا مرتبہ رکھتی
ہے، اب دنیائے تحقیق کے ہر گوشے آواز آرہی ہے کہ اُس فضائے علم
مین وہ شمسِ منیر ہے اور دنیا کی علمی تاریخ مین معدودے چند افراد اُس کی ہمسری
کے مستحق قرار پا سکتے ہین۔ یا تو البیرونی کے نام سے کان بھی ناآشنا تھے،
یا اُس کے تبحر و کمال کا ایسا سکہ بیٹھا ہے کہ ایک اُس مصنف کے لیے، جو
اسلامی تاریخ علمی پر قلم اُٹھائے ناممکن ہے کہ اُس کا نام نظرانداز کر جائے۔

بے شک بیرونی کی سوانح عمری پر تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے، موجودہ
تواریخ اور تذکرون سے اُس کے حالاتِ زندگی پورے طور پر معلوم نہین
ہو سکتے اور اُس کی کثیر التعداد تصانیف مین سے بھی چند باقی رہگئی ہین،
لیکن جو کچھ موجود ہے، وہ اُس کا استحقاقِ فضیلت ثابت کرنے کے لیے
کافی اور وافی ہے،

(۳)

گرداب حوادث سے بچ کر کنار عافیت آ لگنے والے آثار مین ایک رسالہ ہے جو نو سو سال خمول گمنامی مین رہنے کے بعد ہمارے زمانے مین تلاشیان آثار کی جستجو سے روشنی مین لایا گیا ہے۔ یہ ایک خط ہے جس کا لکھنے والا ابو ریحان بیرونی تھا۔ رہتی دنیا عالم علم مین یہ مکتوب دلچسپی کی نظر سے پڑھا جائے گا۔ لکھنے والے نے اپنے ایک دوست کے نام لکھا تھا اور اُس مین دوست کی فرمائش کے جواب مین اپنی اکثر تصانیف کی فہرست دی تھی، جنھین ۴۲۷ھ ہجری، یعنے اُس خط کے لکھنے کے وقت تک حوالۂ قلم کیا تھا۔ فہرست کتب سے پہلے لکھا ہے کہ "اس وقت میری عمر ۶۵ سال اور بحساب شمسی ۶۳ سال کی ہے"۔ اس طرح خود بیرونی کی زبانی اُس کا سنہ ولادت ۳۶۲ھ ہجری معلوم ہو جاتا ہے، لیکن تاریخ ولادت کی توضیح ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد الغضنفر التبریزی کے رسالہ "المشاطہ لرسالۃ الفہرست"[1] سے ہوتی ہے، جو بیرونی کے مکتوب مذکور کی شرح کے طور پر لکھا گیا تھا۔ الغضنفر کہتا ہے "

"امام الشیخ، استاد الرئیس، حکیم برہان الحق، ابی الریحان محمد بن احمد البیرونی ..... ۳ ۔ ذی الحجہ پنجشنبہ کے روز صبح کے وقت ۳۶۲ھ مین خوارزم مین پیدا ہوا

[1] اس رسالے کی نقل یورپ مین موجود ہے۔

شمار سے اس سنہ کے ایک لاکھ اٹھائیس ہزار دو سو چون دن ہوتے ہین دوسرے مطابق تاریخین ۲۵ مہرا شہریور ۳۹۴ سنہ فارسی (یزدجردی) اور ۱۳ ماہ ایلول ۱۳۸۶ سنہ یونانی (اسکندری) ہین۔ یونانی سنہ کے دن کا شمار چار لاکھ اڑسٹھ ہزار نو سو پچپن ہے ۱؎ اس کے بعد مصنف نے زائچہ لکھا ہے۔ حساب لگانے سے یہ تاریخین ۴۔ ستمبر ۱۰۷۳ء کے مطابق ہوتی ہین جیسا کہ بعض مورخین نے صراحت کی ہے اور نیز البیرونی کے نام سے معلوم ہوتا ہے اُس کا مولد خوارزم خاص نہ تھا، بلکہ نواح و مضافات خوارزم مین ایک مقام تھا جس کا نام بیرون ؏ تھا۔ افسوس ہے کہ اُس مقام کی طرف منسوب ہونے والے نے

؏ بیرونی کے وطن کے متعلق ایک عرصے تک محققین کو اختلاف رہا۔ بعض لوگون کا یہ خیال تھا کہ بیرونی کا مولد سندھ تھا، مثلاً مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم بھی اسی قول کے قائل تھے۔ لیکن نہایت کامل تحقیقات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ بیرونی خوارزم ہی مین پیدا ہوا اور وہین نشو و نما پائی۔ اس مین اختلاف کی قطعاً گنجائش نہین ہے۔ مزید اطمینان کے لیے ہم نہایت اختصار کے ساتھ اس بحث کو یہان لکھے دیتے ہین۔

دراصل شبہ کی وجہ یہ ہوئی کہ شمس الدین محمد بن محمود شہرزوری نے نزہۃ الارواح و روضۃ الافراح فی تواریخ الحکماء المتقدمین والمتاخرین مین بیرونی کے ذکر مین غلطی سے یہ لکھ دیا تھا کہ "بیرون سندھ مین ایک شہر ہے" ابن ابی اصیبعہ (۶۶۸ سنہ ہجری) نے شہرزوری کی تقلید کی ہے اور مشہور جغرافی ابو الفدا نے ابن سعید کی سند پر اسی قول کو تحریر کیا ہے۔ ایم رینا ڈ ایک فرانسیسی مستشرق نے جس نے سب سے پہلے بیرونی کی کتاب الہند کے دو ایک ابواب کا ترجمہ کر کے علمائے یورپ کو بیرونی کی طرف متوجہ کیا تھا، ابو الفدا کی سند پر بیرونی کو سندھ کا باشندہ خیال کر لیا تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ بیرون سندھ مین کبھی کوئی مقام تھا بھی یا نہین۔ سندھ کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ مین ایک مقام تھا جس کا نام نیرون (بالنون) تھا اور جو پہلے سندھ کا (بقیہ صفحہ ۴۵)

اپنے وطن عزیز کے حالات ہمارے لیے چھوڑے ہیں، اور نہ کسی مورخ نے اُس کا

(بقیہ حاشیہ ۲) مغربی کنارے پر دیبل اور منصورہ کے درمیان واقع تھا۔ چنانچہ ابن حوقل جغرافی کی کتاب المسالک کے ایک قدیم نسخے میں جو لکھنؤ میں موجود ہے، سندھ کا ایک نقشہ دیا ہوا ہے جس پر نیرون کا موقع و محل کا نشان لگا ہوا ہے۔ کپتان مکمردو (Mac Murdo) ایلیٹ (Elliot) اور دیگر انگریز محققین نے کافی چھان بین کے بعد ثابت کر دکھایا ہے کہ یہ مقام نیرون بالنون ہے نہ کہ بیرون بالیاء۔ اس کی تفصیل الیٹ ڈوسن کی ضخیم تاریخ ہند جلد اول میں موجود ہے اور جلد دوم میں بھی ذکر آیا ہے۔ دراصل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے بیرون کو سندھ کا ایک مقام بتایا ہے انھوں نے اس نام کے پڑھنے میں غلطی سے نون کی جگہ با پڑھ لیا ہے۔ مثلاً ابوالفداء نے سندھ کے بارے میں ابو حوقل وغیرہ سے اپنی معلومات ماخوذ کی ہیں اور ایسی حالت میں اس قسم کی غلطی کا ہو جانا ایک بہت معمولی بات ہے۔

اب اُن تاریخی شہادتوں میں سے چند شہادتیں پیش کی جاتی ہیں جن میں بیرونی کو صاف صاف خوارزمی بیان کیا گیا ہے۔ السمعانی نے کتاب الانساب (۵۶۲ ہجری) میں، جو علماء و مصنفین اسلام کے تذکرے میں ایک نہایت مستند کتاب ہے لکھا ہے:۔

"البیرونی بفتح الباء الموحدہ وسکون الیاء الآخر الحروف وضم آخرہا نون، ھذہ النسبۃ الی خارج خوارزم فان بہا من یکون من خارج البلد ولا یکون من نفسہا یقال لہ فلان بیرونی است ویقال بلغتہم نیزرک است، والمشہور بہذہ النسبۃ ابوریحان المنجم البیرونی" جس کا مطلب یہ ہے کہ بیرونی کے معنے باہر والے کے ہیں اور اس نسبت سے اہل خوارزم اُن لوگوں کو موسوم کرتے تھے جو خاص بلدۂ خوارزم کے باشندے نہ ہوتے تھے بلکہ خارج خوارزم کے رہنے والے ہوتے تھے، اہل خوارزم کے لغت میں انھیں انیزرک بھی کہتے تھے۔ اسی نسبت سے ابوریحان بیرونی مشہور ہے۔

حاجی خلیفہ اپنی مشہور تصنیف "کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون" میں بحث علم الآثار الباقیہ کی

مرقع کھینچنے کی تکلیف گوارا کی ہے۔ وطن کا کیا ذکر اُس کے خاندان کا حال
تعلیم وتربیت کی کیفیت، اور عالمِ طفولیت کے واقعات، جو ہمارے زمانے کے
سوانح نگار کے لیے اس قدر قیمتی اور دلچسپ معلومات ہو سکتی ہیں اور جنھیں
متقدمین نے شاذ ہی قابلِ التفات تصور کیا ہے، ان میں سے کسی کا کچھ
پتہ نہیں لگتا۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ ہونہار بچہ کس گھر کا چراغ تھا، کن گودوں
میں پلا، کن رفیقوں کے ساتھ کھیلا، کن صحبتوں میں بیٹھا اور کن استادوں کے

(بقیہ حاشیہ ۲) کتاب آثار الباقیہ پر حسبِ ذیل تبصرہ کرتا ہے:-

"الآثار الباقیۃ عن القرون الخالیۃ، فی النجوم والتاریخ مجلد اول، احمد مدالمعانی عن الاضداد، للشیخ العلامہ ابی الریحان محمد بن احمد البیرونی الخوارزمی المتوفی بعد سنۃ ثلثین اربعمائۃ (؟) وبیرون بالباء والنون بلدۃ فی السند کما فی العیون (عیون الانباء فی تاریخ الاطباء موفقۃ ابن ابی اصیبعہ) وقال السیوطی ہو بالفارسیۃ البرانی سمی بہ لکونہ قلیل المقام بخوارزم واہلہا یسمون الغریب بہذا الاسم"، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی خلیفہ خود بیرونی کے خوارزمی ہونے کا قائل ہے، چنانچہ وہ بیرونی کو خوارزمی ہی لکھتا ہے اور گو ابن ابی اصیبعہ کا قول اُس کے سندھی ہونے پر نقل کر دیتا ہے لیکن علامہ سیوطی کی سند اُس کے خوارزمی ہونے کے بارے میں پیش کرتا ہے۔ ابن سبع جیسو کر ابن منفرد سنہ ۶۲۳-۶۹۲ ہجری کا قول ہے جو متن میں نقل ہوا۔ ایک روسی مورخ نامی نے زیو بورشتین ۱۸۶۱ء میں لکھا ہے کہ ۱۸۳۰ء میں بخارا کے دو حصے تھے "اندرون بخارا" اور "بیرون بخارا" اور البلاذری نے کتاب الفتوح میں لکھا ہے کہ ترمذ کے دو حصے تھے "المدینۃ الخارجۃ" اور "المدینۃ الداخلۃ"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وسط ایشیا میں بڑے شہروں کی تمام طور پر اس طرح تقسیم کر دی جاتی تھی کہ حوالی شہر کو اس شہر کے بیرونی حصے کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ ان خارجی شہادتوں سے بڑھ کر وہ داخلی شہادت ہے جو بیرونی کی کتاب الآثار الباقیہ کے مطالعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کتاب کا پڑھنے والا (بقیہ بصفحہ ۳۷)

سامنے پہلوے شاگردی تہ کیا۔ ہان اُسکی تصانیف پڑھ کر ہم اتنا یقین کے ساتھ کہہ سکتے
ہین کہ اُس کا خاندان عجمی تھا، اور غالباً خالص خوارزمی۔ اُس کے گہرے
سے گہرے جذبات اور فطری رجحانات اُس کی قومیت کو پورے طور سے ظاہر
کرتے ہین ۔ خوارزمیون کی اُسے ہر ہر ادا پسند ہے۔ عجمیون کی علم و فراست کا

(بقیہ حاشیہ ۲) ایک لمحے کے لیے بھی نہین مان سکتا کہ بیرونی خوارزمی نہ تھا یا اُس نے کبھی سندھ کی صورت بھی
دیکھی تھی۔ طوالت کے خوف سے استنباط شہادت داخلی کو قلم انداز کیا جاتا ہے۔

۳ سطور ذیل اقتباس کو تمثیلاً پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہون :-

"اگر عہد جہالت کے عربون سے کو کب ثابتہ کے نامون مین تامل سے کام لوگے، تو تمھین معلوم
ہوگا کہ وہ بروج اور ستارون کی شکلون کے صحیح علم سے دور تھے۔ اگرچہ ابو عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الجبالی نے اپنی
تمام کتابون، خصوصاً، کتاب فی تفضیل العرب علی العجم" مین نہایت طوالت کے ساتھ اہل عرب کی اہل عجم پر فضیلت
ثابت کرنی چاہی ہے اور عربون کو دنیا کی ساری قومون مین ستارون اور اُن کے نکلنے اور ڈوبنے کے علم مین
سب سے بڑھ کر واقف بتایا ہے، مین نہین جانتا کہ وہ نا واقف تھا یا تجاہل سے کام لیتا تھا کہ تمام مواضع اور دیہات کے
کاشتکارون اور کسانون کو کھیتی باڑی کے کامون کے آغاز اور اس قبیل کے دیگر اوقات کا علم ہوتا ہے، اس لیے
کہ جس کی چھت آسمانون کے سوا کوئی دوسری چیز نہ ہو، جس کے اوپر ستارے ایک نظام واحد سے نکلتے اور ڈوبتے
ہون اور وہ اپنے تمام اسباب کی ابتدا انھین پر موقوف رکھے گا اور اوقات وغیرہ معلوم کرنے مین ان سے مدد لے گا
...... جب تم کتاب الانواء اور خاص کر قتیبہ کی کتاب کو جو علم مناظر النجوم پر ہے، اور جس کے بعض مقامات اخیر
کتاب مین مذکور ہوئے ہین، ملاحظہ کروگے تو معلوم ہوگا کہ (قدیم) عربون کو اس علم مین اس سے زیادہ کچھ بھی معلوم
نہ تھا جتنا ہر ملک کے کسان کو معلوم ہوتا ہے۔ لیکن قتیبہ نے انھی باتون مین بہت افراط سے کام لیا ہے اور
ہیلاشی پن یعنی استبداد رائی کا اظہار کیا ہے۔ اُس کا کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُسے اہل فارس سے

مدح خوان ہے اور اُن پر فوقیت کا اظہار کرنے والون سے خواہ وہ عرب ہی کیون نہون. بحث مباحثہ اور دلائل معقول کرنے کے لیے ہر وقت آمادہ نظر آتا ہے۔ وطن کی گذشتہ عظمت کا حسرت سے ذکر کرتا ہے اور خوارزم کی تباہیون سے جو فتح خوارزم کے وجہ سے وقوع مین آئین، اُس کی آنکھین پُرنم معلوم ہوتی ہین[۱]۔ اگر ہمدردی کا میلان اور جوش کا تموج خون کے میل کا پتہ دے سکتے ہین تو نوجوان بیرونی کی آثار الباقیہ صاف گلے پکار رہی ہے کہ اس کا لکھنے والا اصل کا عجمی ہے اور اپنے نسب پر فخر کرنے والا ہے۔

اس مین شبہہ نہین کہ بیرونی کا گھرانا متمول اور دولتمند نہ تھا۔ اُس کے ماں باپ کے یہان زر و جواہر کے انبار اور عیش و عشرت کے سامان، جو مالدار والدین کے بے حد و نہایت لاڈ پیار کے ساتھ، اولاد کی تربیت و تعلیم کے حق مین اکثر مضر ثابت ہوتے ہین، مفقود تھے۔ اگر ایسا تھا تو کچھ تعجب نہین کہ غریب مگر ہونہار بچے نے اولیا کی تحریص ترغیب اور اپنی مافوق الفطرۃ ہوشمندی سے فضل و کمال حاصل کرنے مین جد و جہد موفور کی تاکہ عزت و شہرت کی

(بقیہ حاشیہ ۳۷) عداوت تھی، اس لیے کہ وہ صرف اسی پر اکتفا نہین کرتا کہ عربون کو فارسیون پر فضیلت دے بلکہ اُن کو ساری دنیا کی قومون مین ذلیل و ذلیل اور خسیس بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ اہل فارس معاندت اسلام مین یا اُن بدوون سے بھی بڑھے ہوئے ہین جن کا سوسمار تو بہ مین ذکر ہے۔ غرض قتیبہ ان کی طرف طرح طرح کے قبائح منسوب کرتا ہے کاش اُس نے تھوڑے تفکر سے کام لیا ہوتا اور اُن لوگون کی اوائل ایام کا خیال ہوتا جنھین اہل فارس پر فضیلت دی ہے تاکہ اپنے قول کی نا راستی و تقریر بلا قصدی کا حال معلوم ہوتا۔ آثار الباقیہ صفحہ ۲۳۰۔

[۱] دیکھو آثار الباقیہ صفحہ ۳۵ و ۳۶۔

لازوال دولت ہاتھ لگے۔ خود بیرونی نے الآثار میں اپنے ولی نعمت شمس المعالی کو مخاطب کرکے ایک واقعہ لکھا ہے، جس سے اُس کی مالی بے بضاعتی پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"اس موقع پر مجھے اپنی زندگی کا ایک واقعہ یاد آگیا جو احمد بن فارس کے اس کلام کا مصداق ہے۔

قد قیل فیما مضی حکیم — ما المرء الا باصغریہ

تفے پچھلے زمانے کے ایک حکیم نے کہا ہے — کہ انسان کی بزرگی دو چھوٹی چیزوں سے ہے

فقلت قول امرء لبیب — ما المرء الا بدرہمیہ

میں نے عاقل کی طرح یہ قول پیش کرتا ہوں — کہ انسان کی عزت دو پیسوں سے ہے

من لم یکن معہ درہماہ — لم تلتفت عرسہ الیہ

اگر اُس کے پاس دو درہم نہوں — تو اُس کی عروس بھی اُس کی طرف التفات نہیں کرتی

وکان من ذلہ حقیرا — یبول سنورہم علیہ

اپنی تنگ دستی سے حقیر ہوجاتا ہے — اور لوگوں کی بلّیاں بھی اُس پر غرّاتی ہیں

جب میں حضرت عالی سے جدا تھا اور خدمت شریف کی سعادت سے محروم، اُس وقت شہرے میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو وہاں کے چوٹی کے منجمین میں شمار ہوتا تھا۔ لکھا ہے کہ ایک مسئلہ ہیئت میں میں نے اُس سے اختلاف کیا، شخص مذکور سخت ناراض ہوا اور اگرچہ علوم میں مجھ سے بہت پست مرتبہ تھا، اس نے میرے قول کی تکذیب و اہانت کی اور خشونت سے پیش آیا اور طوالت کے ساتھ اُس فرق کا ذکر کیا جو میرے اور اُس کے درمیان میں

فقر و غنا کا تھا۔ فقر وہ چیز ہے جو مناقب کو معائب سے بدل دیتا ہے۔ میں اُس وقت خراب و خستہ حالت میں اور ہر طرح درماندہ تھا لیکن جب میری درماندگی میں کچھ کمی ہوئی تو مجھ سے دوستی سے پیش آنے لگا۔ (آثار الباقیہ صفحہ ۳۳)

خدا ہی خوب جانتا ہے کہ اُس زمانے میں، جب تحصیل علم آجکل کی طرح آسان کام نہ تھا، اس غریب بچے نے کن دشواریوں اور مصیبتوں سے اپنا کام نکالا ہوگا۔ اس موقع پر ابوالفضل بن مبارک کا خیال آتا ہے جس نے اپنی طالب علمانہ کاوشوں کا ایک فارسی قطعہ میں ذکر کیا ہے[1] اور لکھا ہے کہ میری راتیں دو دو چراغ کھا کھا کر بسر ہوئی ہیں۔ ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ اگر بیرونی شاعر ہوتا، اور شاعرانہ مبالغہ سے اعراض کر کے بھی اپنی اُن جانفشانیوں کا حال لکھتا، جو طلب علم میں اُس سے وقوع میں آئیں تو ابوالفضل اپنی پانزدہ سالہ تحصیل علم کی جدوجہد کو فخر و مباہات سے بیان کرتے ہوئے ضرور شرماتا، جہاں تک موجودہ معلومات ہماری دستگیری کرتی ہیں اُن سے اس بات کا پتہ لگانا دشوار ہے کہ حصول فضل میں بیرونی اپنے ماں باپ کا کہاں تک رہین منت تھا۔ اس وقت تک کوئی ایسا موقع نظر سے نہیں گزرا

---

[1] قطعہ مذکور کے خاص اشعار یہ ہیں:-

منت خدائے را کہ گہرہائے شاہوار ✽ جز تاب می کشید با نجم برابری ✽ ز الماس کلک سفتہ ام و در سلک نظم ✽

آوردہ ام چنانکہ خوش آید بہ جوہری ✽ .... از من عہد بادشہ و جہد اوستاد ✽ طبعم نمود یاری و توفیق یاوری ✽

دہ سال و پنج بیش پدر کافرین بدو ✽ تحصیل کردہ ام ز علوم مقرری ✽ دو دو چراغ خوردہ شب آوردہ ام بروز ✽ معذورم

ار نماند دماغ مرا تری ✽ (ابوالفضل دفتر سوم۔ خطبہ تفسیر سورۂ فتح)۔

جہان اُس نے والدین سے کسی علمی معاملہ میں استناد کیا ہو۔ اس سے ظن غالب یہی ہوتا ہے کہ والدین کا اُسکی تعلیم میں براہ راست بہت کم حصہ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کمسنی ہی میں بیرونی کے سر سے باپ کا سایہ اُٹھ گیا ہو اور اس وجہ سے وہ قدرۃً استفاضے سے محروم رہ گیا ہو۔ چونکہ سوانح نگار کا یہ منصب نہین ہے کہ وہ اپنے قیاسات کو اس حد تک کھینچ کر لیجائے اور اُسکے لیے ضروری ہے کہ ایسے موقعون پر واللہ اعلم بالصواب کہکر خاموش ہو رہے، لہذا ہم قیاسات سے اعراض کر کے بدیہیات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ بیرونی ایک غیر معمولی ذہین اور فہیم بچہ تھا، لیکن بغیر اساتذہ کی غیر معمولی توجہ اور بجید ذاتی محنت کے ناممکن تھا کہ وہ تھوڑی عمر میں اس قدر فضل و کمال حاصل کر لیتا۔ ایک پرشوق اور طبّاع بچے سے اساتذہ کی دلی ہمدردی ہو جانا اور اُسکی تعلیم مین گہری دلچسپی لینا ایک ایسی بین بات ہے جو کسی دلیل کی محتاج نہین۔ اتفاق سے بیرونی کے قلم سے ہم تک اُس کے دو استادون کے نام پہونچے ہین۔ ایک اُستاد بنداد السرخسیؒ[۵۶]، دوسرا ابو نصر منصور بن علی بن عراقؒ۔ دونون منجم تھے، اور گو تفصیلی حالات معلوم نہین لیکن اتنا ثابت ہے کہ وسط ایشیا کے چوٹی کے ہیئت دانون مین سے تھے۔ ایک موقع پر بیرونی نے چند کتابون کے نام لکھے ہین جنھیں ابو نصر مذکور نے اولُ الذکر

[۵۶] آثار الباقیہ صفحہ ۱۸۲ سطر ۲۰۔

[۵۷] آثار صفحہ ۲۵ سطر ۲۰۔ سنہ ۴۲۰ھ سے پہلے ابو نصر کا انتقال ہو چکا تھا، جیسا کہ بیرونی کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے۔

کے نام پر لکھا تھا۔ اس وقت بھی بوڈلین لائبریری میں ایک رسالہ موجود ہے جس کا نام "رسالۂ ابو نصر و ابو ریحان فی جدول الدقائق" ہے۔ کسی اُستاد کا اپنے ایک وقت کے شاگرد سے اس قدر وفورِ عقیدت کا رکھنا کہ اپنی تصنیف کو اُسکے نام پر لکھنا باعثِ عزت جانے، ثابت کرتا ہے کہ اُستاد کے دل میں اُس لائق شاگرد کی کس قدر قدر و منزلت اور محبت تھی۔

اگرچہ خوارزم اور دیگر ممالک عجم میں فارسی مُلکی اور قومی زبان تھی اور ادیبوں اور شاعروں نے اپنی کوششوں سے اُسے مدارج کمال پر پہونچا دیا تھا، لیکن دیگر ممالک اسلام کی طرح ان حصص میں بھی عربی مسلمانوں کی علمی اور مذہبی زبان تھی اور تعلیمی ترقی کا انحصار بڑی حد تک اس زبان میں کامل دستگاہ حاصل کرنے پر تھا۔ بیرونی کو بھی آغازِ تعلّم میں اپنے وقت کا کچھ حصہ عربی میں ادبی استعداد حاصل کرنے میں صرف کرنا پڑا ہوگا، لیکن جیسا کہ اُسکی ابتدائی تصانیف سے ہویدا ہے، بیشتر حصہ علوم حکمت، ریاضی، ہیئت، فلسفہ، تاریخ تمدن کے حصول میں خرچ ہوا۔

طلب علم کی کوشش میں، یا حصول معاش کی غرض سے، بیرونی کو شباب ہی میں وطن عزیز کو خیرباد کہنا پڑا۔ خدا جانے کتنے عرصہ تک کہاں کہاں سفر کرتا، اور غریب الوطنی کی مصیبتیں سہتا رے پہونچا۔ اُس وقت تک اُسے دنیاوی جاہ و وقار اور مال و دولت میسّر نہ تھے۔ لیکن علم و فضل کا پورا نشہ چڑھا ہوا تھا، فضل و کمال حاصل کیا تھا، جدت فہم اور جودتِ طبع کی وہ حالت تھی، اُس پر

---

۵۵ دیکھو مکتوب بیرونی جزو اخیر جہان ابو نصر کی بارہ کتابوں کے نام لکھے ہیں۔

آزاد اور نڈر طبیعت پائی تھی۔ کسی سے نہ دبتا تھا اور دوسروں کے متاعِ علم اُسکے بازار نقد میں بہت کم قدر و قیمت حاصل کرتے تھے۔ جا بجا ہم دیکھتے ہیں کہ جدال و مباحثہ کی مجلس میں اُس کی آستینیں چڑھی ہوئی ہیں اور وہ دادِ فضل دے رہا ہے۔[۹]

نہ معلوم بیرونی کی شہرت کا آوازہ شمس المعالی، والیِ جرجان کے کان میں پہونچا اور اُس نے بیرونی کو اپنے یہاں مدعو کیا، یا بیرونی، پھرتا پھراتا خود وہاں جا نکلا۔ جو صورت بھی وقوع میں آئی ہو، جرجان[۱۰] پہونچکر اُسے سکون اور طمانیت میسر آئی اور کئی سال تک وہ وہاں مقیم رہا۔

شمس المعالی علم دوست حکمران تھا، جس کا پتہ اس واقعہ سے چل سکتا ہے کہ ایک وقت جب بو علی سینا نے کسی صاحب فضل امیر کے ظلِ عاطفت میں پناہ ڈھونڈھنی چاہی تو سب سے پہلے جس شخص پر اُس کی نظر جا کر پڑی وہ والیِ جرجان ہی تھا۔ ابن سینا کا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا، اس لیے کہ جس وقت وہ جرجان میں پہونچا تو شمس المعالی انتقال کر چکا تھا۔ بیرونی جب اُسکے پاس تھا، اُس کی توجہات سے بہت خوش تھا اور اُس کا شریف دل اپنے محسن کی الفت سے معمور

---

۹ مثلاً دیکھو آثار الباقیہ صفحہ ۴۰۔

۱۰ شمس المعالی قابوس بن وشمگیر خاندان بنو زیار سے تھا، جس کے ہاتھ میں جرجان اور طبرستان کی ذی اقتدار آزاد حکومت تھی۔ ۳۶۶ھ میں تخت نشین ہوا، ۳۷۱ ہجری میں دیلمیوں نے اُس کی حکومت پر قبضہ کر لیا اور شمس المعالی نے سامانیوں کے یہاں پناہ لی۔ ۳۸۸ ہجری میں دوبارہ حکومت حاصل کی اور ۴۰۳ ہجری میں بلوے میں قتل ہو گیا۔ شمس المعالی کے اخراج کے وقت بیرونی کی عمر صرف ۹ سال کی تھی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیرونی ۳۸۸ سے پہلے جرجان نہیں پہونچا۔

تھا، جس کا اظہار اُس نے اپنے ولی نعمت کی مدح وستایش کے ذریعہ سے کیا ہے[۱۱]۔ جو کچھ خونِ جگر پی کر تصنیف کرتا تھا، وہ بنظر شکرگزاری شمس المعالی کے نام پر معنون کر دیتا تھا۔ رسالہ "تجرید الشعاعات[۱۲]" اور کتاب "آثار الباقیہ" لکھ کر اُسکی خدمت میں پیش کیں۔ "آثار" کی تصنیف کے وقت (۳۹۰ھ یا ۳۹۱ھ) بیرونی کی عمر کم وبیش ستائیس[۱۳] سال کی تھی۔ اُسوقت تک متعدد تصانیف اُسکے قلم سے نکل چکی تھیں، جن میں سے دس کے نام آثار سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

خدا جانے حبِّ وطن نے دل میں جوش مارا یا خوارزم کے فرمانروا مامون نے اپنے دربار میں طلب کیا، بہرحال چند سال قیام جرجان کے بعد غالباً ۴۰۰ھ میں بیرونی اپنے وطن واپس آیا اور اس مرتبہ اس طرح آیا کہ خوارزم کے دربار میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ مامون کی قدرشناسی نے خوارزم میں

---

[۱۱] "موسم صیف میں میں جرجان میں مقیم رہا ہوں، کبھی دس دن متواتر ایسے نہیں گزرے، جب آسمان پر بادل نظر آتے ہوں یا مطلع صاف ہو اور بارش نہ ہوتی ہو۔ یہ برساتی ملک ہے۔ لوگ ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ کوئی خلیفہ (میرا خیال ہے کہ مامون تھا) یہاں چالیس دن ٹھہرا اور متواتر مینہ برستا رہا آخر اس نے کہا اس پانی اور کیچڑ کی سرزمین سے باہر لے چلو۔" آثار الباقیہ صفحہ ۲۴۵ - "۲۰ تشرین الآخر، لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں بھڑ کی تمام جانور مرجاتے ہیں لیکن مختلف ممالک میں مختلف کیفیتیں ہوتی ہیں۔ اُس زمانہ میں جب سورج برج جدی میں تھا مجھے (جرجان میں) بے بھڑ کی کے جانوروں (یعنی پسوؤں وغیرہ) سے برابر تکلیف پہونچتی رہی" آثار الباقیہ صفحہ ۲۴۲

[۱۲] دیکھو آثار صفحہ ۳ (۱۵) ۴۰ (۹) ۲۴۰، (۲۳) ۳۶۲، (۹)

[۱۳] آثار صفحہ ۳ (سطرہ - ۹)

علما کی ایسی شاندار مجلس جمع کر لی تھی جسے ہر ایک حسد کی نظر سے دیکھتا تھا۔ جس زمرۂ علما میں بیرونی آکر منسلک ہوا، اُس میں بو علی سینا، بو علی مسکویہ [14]، ابو الخیر الخمار [15]، ابو سہل مسیحی [16] اور بیرونی کا اُستاد ابو نصر عراقی بھی شامل تھے۔ ابن سینا اور بیرونی میں مسائل علمیہ پر اس سے پہلے بحث ہو چکی تھی جسکی طرف خود بیرونی نے آثار الباقیہ میں اشارہ کیا ہے [17]۔

اسی بارے میں ایک مستند تاریخی روایت ہم تک پہونچی ہے جس سے ان دونوں فضلائے ہمعصر کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے۔ ظہیر الدین ابو الحسن

---

14. بو علی مسکویہ کے حالات اوپر درج ہو چکے ہیں۔

15. ابو الخیر ۳۳۱ھ (۹۴۲ء) میں بغداد میں پیدا ہوا تھا۔ وہ یحییٰ بن عدی کا شاگرد تھا۔ ۴۰۸ھ (۱۰۱۷ء) میں وہ محمود کے ہمراہ غزنی آیا۔ جہاں محمود ہی کے سامنے اُس کا انتقال ہو گیا۔ پہلے عیسائی تھا لیکن آخری وقت میں مسلمان ہو گیا تھا۔ ابو الخیر نے بعض یونانی کتابوں کا شامی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔

16. ابو سہل بیرونی کے عزیز دوستوں میں سے تھا اور اُس نے اُسکے نام پر متعدد تالیفات لکھی تھیں۔ انکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علمی مذاق میں بیرونی کے نقشِ قدم پر چلنے والا تھا۔ اکثر تصانیف فلسفہ، منطق اور علوم ریاضی کے متعلق ہیں جیسے بعض نجامیطی کی مستخرجہ میں مشتمل (۱) رسالہ غوامض بفتیہ، جس میں آفتاب کے اندر جو سیاہ داغ ہیں اُن کی تحقیقات کی ہے (۲) کتاب فی سکون الارض او حرکتہا۔ اس میں اس امر سے بحث کی گئی ہے کہ آیا زمین گھومتی ہے یا ٹھہری ہوئی ہے۔ اُس دور میں یہ بحث نہایت شدومد سے جاری تھی اور بعض علمائے ہیئت (مثلاً ابو سعید سجزی) حرکتِ ارض کے پورے طور پر قائل تھے۔ (۳) رسالہ فی دستور الخط جس میں رسم الخط کے قوانین سے بحث کی تھی۔

17. "اجری بینی و بین الفتی الفاضل ابی علی الحسین بن عبد اللہ بن سینا من المذاکرات فی باب التقویم الیونانی" (آثار الباقیہ صفحہ ۲۵۰)

بن ابی القاسم بیہقی نے لکھا ہے کہ ابوریحان بیرونی نے چند مسائل ابو علی (ابن سینا) کے پاس بھیجے، ابو علی نے جوابات لکھے، بیرونی نے بہت سختی کے ساتھ اُن پر اعتراضات کیے اور مورخ کا (جو بو علی کا طرفدار ہے) بیان ہے کہ بو علی کے کلام کی بڑی توہین کی۔ بو علی نے بیرونی کے مقابلہ سے اعراض کیا اور اسکے شاگرد ابو عبداللہ معصومی نے ابوریحان کے اعتراضات کا جواب دیا، اور لکھا کہ اے ابوریحان ایک فلسفی کے لیے اگر تو ان الفاظ کے سوا دوسرے الفاظ اختیار کرتا تو یہ عقل و علم کے لیے زیادہ شایاں ہوتا۔ اسی روایت کے ذیل میں بیہقی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب ان سوالوں اور جوابوں میں حکیم ابو الفرج بغدادی نے غور کیا تو بیرونی کے اعتراضات کو حق بجانب پایا اور کہا "جو شخص آدمیوں کو معزز کرتا ہے لوگ اُسے معزز کرتے ہیں۔ ابوریحان نے (اس بارے میں) میری نیابت کی ہے"۔

یہ امر بعید از قیاس نہیں ہے کہ بیرونی نے اعتراضات میں سختی سے کام لیا ہو، لیکن فاضل فلسفی کا اپنے حریف کے مقابلے میں سپر ڈال دینا دل میں کچھ اور گمان بھی پیدا کرتا ہے۱؎۔ اور اس گمان کو آیندہ پیش آنے والے واقعات سے قابل لحاظ تقویت بھی ہوتی ہے۔

بیرونی کو منطق میں ید طولیٰ حاصل تھا، جس کا عام اعتراف اُس کے معاصرین نے "محقق" کا خطاب فاخرہ عطا کر کے کیا۔ علماے دربار میں بیرونی کے بدخواہوں کی کچھ کمی نہ تھی۔ ابو نصر، ابو الخیر اور ابو سہل یہ سب

۱؎ "ابن سینا اپنے معاصر بیرونی سے علوم حکمت میں کم پایہ تھا اور اُسنے بیرونی کے مثل طبیعت بھی نہ پائی تھی" ۔ ڈی بوئر (تاریخ فلسفۂ اسلام)

دلی بہی خواہ اور سچے خیر طلب دوست تھے۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ اپنے حریف کے مقابلے مین بیرونی کا اقتدار کبھی معرض خطر مین نہین ہوا اور اُنکی قدر و منزلت کبھی کسی سے کم نہ رہی۔

ابھی دربار مین باریاب ہوے کچھ زمانہ نہ گزرا تھا کہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے خوارزم کی علمی مجلس کو درہم و برہم کر دیا۔ میرخوند اور دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ محمود بن سبکتگین نے سنہ ۴۰۳ھ (سنہ ۱۰۱۲ء) مین خوارزم سے ابن سینا، البیرونی، ابو نصر، ابو سہل اور ابو الخیر کو اپنے دربار مین بلایا۔ ابن سینا اور ابو سہل نے جانے سے انکار کر دیا۔ بلکہ خوارزم کو بھی خیرباد کہا۔ ایک مورخ نے صاف طور پر لکھا ہے کہ ابن سینا بیرونی کے ساتھ جانے پر راضی نہ ہوا اور اُس کے غزنی نہ جانے کی وجہ بیرونی کی ہمراہی سے آزادی حاصل کرنی تھی۔ یہ واقعہ صاف طور سے ظاہر کرتا ہے کہ نوجوان ابن سینا، جو پختہ کار حریف سے اُس وقت اٹھارہ سال چھوٹا تھا، بیرونی کے مقابلے سے جھجکتا اور اُسکے فضل و کمال کی تاب نہ لا سکتا تھا۔

الغرض بیرونی اور اُس کے دوست ابو الخیر اور ابو نصر غزنی پہونچے، لیکن خدا جانے کیا واقعات پیش آئے کہ بیرونی جلد خوارزم کو لوٹ آیا اور علی مامون کے دربار مین دوبارہ باریاب ہوا۔ واقعات بتاتے ہین کہ بیرونی کو دربار خوارزم سے خاص لگاؤ تھا اور مامون بیرونی کی دل سے قدر و منزلت کرتا تھا۔ ابکی دفعہ میدان حریفوں سے خالی تھا اور بیرونی کے رسوخ کا المضاعف ہو جانا لابدی۔ افسوس اس مرتبہ بھی بیرونی کو خوارزم مین زیادہ رہنا نصیب ہوا۔

سنہ ۴۰۷ھ (سنہ ۱۰۱۶ء) کا واقعہ ہے کہ خوارزم مین ایک ہنگامہ بپا ہوا اور حوادث نے ایسی شکل اختیار کی کہ مامون کے قتل کی نوبت پہونچی۔ مامون کا مارا جانا تھا کہ تمام ملک مین ایک قیامت برپا ہوگئی۔ محمود غزنوی، جس کی فتحمندی اور کشورستانی کا شوق اس قدر تاریخی شہرت رکھتا ہے، گویا خوارزم پر آنکھ لگائے بیٹھا تھا، فی الفور ہندوکش کے پار فوجین اُتار دین اور چشم زدن مین خوارزم کی حکومت کا چراغ گل ہوگیا۔ سلطنت خوارزم سے بیرونی کے جو تعلقات تھے، اُن سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ مامون کے قتل، اُسکے خاندان اور سلطنت کی تباہی اور خود اپنے وطن عزیز کی بربادی سے کتنا کچھ رنج بیرونی کو ہوا ہوگا۔ افسوس اُس کے دیکھتے دیکھتے کتنی حکومتین بنین اور بگڑین۔ ابھی کچھ دن ہوے اُس کا پہلا ولی نعمت شمس المعالی اسیری اور فاقہ کشی سے جان بحق تسلیم ہوچکا تھا اور اس وقت اُس کا دوسرا محسن اس بے بسی اور لاچاری سے طعمۂ اجل ہوا۔ بلاشبہہ اس وقت زمانہ اُسکی نظرون مین سیاہ نظر آتا ہوگا اور زمانہ کی بے اعتباری رہ رہ کر دل مسوستی ہوگی۔

خوارزم کی فتح کے بعد جب محمود اپنے دارالسلطنت کی طرف لوٹا، تو تمام مشاہیر ملک اور ارکین حکومت کو مقید کرلیا۔ ان پولٹیکل قیدیون مین ہمارا غمزدہ بیرونی بھی تھا۔ غزنی آکر اُس کا کیا حشر ہوا؟ تمام موجودہ تاریخین اس کا جواب دینے سے عاجز ہین، اور تاوقتیکہ مستند تاریخی شہادتین دستیاب نہ ہوجائین کوئی قول فیصل صادر نہین ہوسکتا۔ موجودہ روایات کی کمزوری اور صحیح واقعات کی گمشدگی کی وجہ سے ہم مجبور ہین کہ بیرونی کی تصنیفات و واقعات پر غور کرتے ہوے

کوئی قیاسی نتیجہ اخذ کرین ظہیر الدین البیہقی اور شمس الدین شہرزوری نے البیرونی کے تذکرے مین کہین اشارہ نہین کیا کہ بیرونی کا محمود کے دربار سے کوئی تعلق تھا۔ خود بیرونی نے کتاب الہند مین، جس کا زمانۂ تصنیف سلطان محمود کی وفات کا نہایت ہی قریب وقت ہے، کہین اپنے درباری تعلقات کی طرف اشارہ نہین کیا۔ سلطان محمود کا جہان کہین ذکر آیا ہے وہان اُس کا نام نہایت معمولی طور پر لیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ الفاظ یہ ہیں "یمین الدولہ امیر محمود علیہ الرحمہ" ہین جو محمود جیسے عظیم الشان سرپرست کے لیے، جس کی مدح و ستائش کے واسطے ایسا وسیع میدان مل سکتا تھا، بالکل ناکافی ہین۔ یمین الدولہ خلیفہ عباسی کا عطا کردہ خطاب تھا اور امیر بالعموم اُس کے نام کے ساتھ مستعمل ہوتا تھا[۹]۔ اس کے علاوہ جا بجا زمانے کی ناسازگاری کی شکایت ہے جس سے صاف سوزِ درون کی بو آتی ہے۔ کتاب الہند سے جو مقام ذیل مین لکھا جاتا ہے وہ اس معاملے پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ ناظرین بجائے خود غور کرین

"علوم کی تعداد بے شمار ہے اور اگر لوگ بالعموم اُن کی طرف توجہ کرنے لگین اور علوم اور اہل علم کی قدر و منزلت کرین تو اُن کی تعداد مین اور زیادہ اضافہ ہو سکتا ہے۔ ایسا کرنا سب سے پہلے سلاطین، امرا اور حکام کا فرض ہے...... موجودہ

۹ له ناظر صاحب کے اس خیال سے ہمین اختلاف ہے کہ بجائے لفظ سلطان کے لفظ امیر کا استعمال ظاہر کرتا ہے کہ بیرونی کو محمود کی تحقیر مد نظر تھی، خود سلطان محمود کے نمک خوار اور مداح مورخ اُسے امیر کے لقب سے بالعموم موسوم کرتے تھے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لفظ اُس زمانے مین عام پسند تھا، چنانچہ ابوالفضل اور بیہقی نے طبقات ناصری مین سلطان محمود کا اکثر اسی لقب سے ذکر کیا ہے۔

زمانہ اس کے بالکل خلاف اور معاملہ برعکس ہے اور اسی وجہ سے محال ہے کہ کوئی نیا علم پیدا ہو یا جدید علمی تحقیقات ہمارے زمانے مین سرانجام پائین۔

(کتاب الہند ج۱ صفحہ ۲۳)

اس شکوہ و شکایت کی اہمیت اُس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے، جب "قانون مسعودی" کا "کتاب الہند" کے انداز بیان سے مقابلہ کیا جائے۔ "قانون" مین صفحے کے صفحے مسعود کی تعریف سے بھرے پڑے ہین اور مدح و ستایش مین پورا زور قلم صرف کیا ہے۔ دوسرے اُس زمانے کی شکایت کا حرف زبان پر نہین آیا بلکہ اب تو لیل و نہار مبارک اور مسعود ہین۔ بلا شبہ اس سے ہم یہ نتیجہ نکالنے کی جرأت کرتے ہین کہ محمود بیرونی کا ولی نعمت اور مربی نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو بیرونی سلطان محمود کی، جو بمقابلہ مسعود زیادہ ستایش کا مستحق تھا، مسعود کے برابر تو تعریف کرتا اور کوئی معرکۃ الآرا تصنیف اُس کی قدردانی کی یاد مین چھوڑ جاتا۔ تقاضاے عقل ہے کہ جس خداوند نعمت کے سایۂ عاطفت مین فارغ البال رہ کر اپنے علمی مشاغل پورے کیے ہون، اس کے نام پر "کتاب الہند" جیسی تصنیف معنون کرتا یا کم از کم کنایۃً اتنا ضرور لکھتا کہ سلطان مذکور کی بدولت یا اُس کی فرمایش سے مین نے یہ مہتم بالشان کام انجام دیا۔ ان سب کو جانے دو بھلا یہ کیسے سمجھ مین آسکتا ہے کہ ایک شخص اپنا مربی اور سرپرست ہو اور اُسے مرے اتنا تھوڑا وقت گذرا ہو کہ اُس کی یاد دل مین تازہ ہو پھر بھی اتنا نہ ہو سکے کہ اُس کے ذکر خیر مین دو کلمے قلم سے نکل جائین۔ ہم بیرونی کی طبیعت اور مزاج سے آشنا ہین وہ ہرگز احسان فراموش نہین ہے اور اپنے اولیا کے

العام کا ذکر کرنے مین کوتاہ قلمی نہین کرتا۔

بنابر واقعاتِ مسطورۂ بالا ہم مورخ رشید الدین یا جدید مورخون کے اس بیان کی تصدیق سے بالکل قاصر ہین کہ ،، بیرونی نے سلطان محمود کی ملازمت مین داخل ہو کر ایک زمانہ ہند مین بسر کیا،،[۲۰]

نوٹ ۲۰: دیکھو ایلیٹ کی تاریخ ہند جلد ۱۔ صفحہ ۱۰۲ اور لین پول کی تاریخ مسلمان سلاطین ہند (Medieval India) صفحہ ۳۰ وغیرہ وغیرہ۔

یہ ایک ایسی غلطی ہے جس مین عام طور پر مورخین گرفتار نظر آتے ہین۔ اس غلطی کے انسداد کی غرض سے ہم نے کسی قدر تفصیل سے کام لیا ہے۔ اس غلطی کی اشاعت کا باعث یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ بیرونی کا مسعود کے عہد حکومت مین دربار غزنی سے تعلق تھا، متاخرین نے نام و باپ کی طرف اُن تعلقات کو منسوب کر دیا۔

ذیل مین ناظرین کی تفننِ طبع کی خاطر تاریخ فرشتہ سے ایک حکایت نقل کی جاتی ہے جس کا ذکر (Beale) بیل صاحب نے بھی اپنی ڈکشنری آف اورینٹل بیوگرافی مین بتحتِ تذکرہ بیرونی کیا ہے۔ یہ حکایت فرشتہ نے بتحت حالات فیروز شاہ بہمنی لکھی ہے۔

،، ملا اسحٰق سرہندی کہ مردے دانشمند و اہل طبع بود معروض داشت کہ سلطان (یعنی فیروز بہمنی) اہل مجلس را تکلیف می نماید کہ بے تکلفانہ حرف زنند و این معنی موافق مزاج بادشاہان نیست۔ حکایت سلطان محمود سبکتگین و حکیم ابوریحان منجم مقوی کلام من ست۔ سلطان فیروز شاہ پرسید کہ شرح این حکایت چیست۔ ملا اسحٰق بتفصیل گفت...... و امثال این حکایت ملا داود بیدری در مصنف تحفۃ السلاطین بہمنی در قضایا سے سلطان فیروز شاہ از بسیار نصائح نوشتہ لیکن بنا بر آنکہ موجب اطناب می شد و محمول بر کذب می گشت تفصیل آن نپرداخت و چون حرف سلطان محمود و ماجرا سے ایشان در میان آمد مناسب نمود کہ آن را...... چنانکہ ملا بیدری مذکور کردہ درین نسخہ مرقوم گردانم۔

آوردہ اند کہ حکیم ابوریحان منجم از ندما و روزگار بودہ، حکمہا سے عجیب از و واقع می شد بواسطہ نوع عبارت (بقیہ صفحہ ۱۶)

قصہ کوتاہ بیرونی غزنی پہونچا اور کسی نہ کسی وجہ سے مقیم ہوا۔ اُس وقت خاندان غزنویہ کے دار الحکومت کی شان شوکت کا اندازہ کرنے کے لیے صرف اتنا تصور کر لینا کافی ہے کہ وہ الوالعزم محمودؔ کے پرجبروت دربار کا مستقر تھا۔

(بقیہ حاشیہ ۲) در علم نجوم و تکلیف بے تکلفی سلطان السلطان محمود استغنائے ورزیدہ و وسعت این رہ گذر آزردہ خاطری بود تا وقتیکہ سلطان محمود در قلعۂ غزنین در بالائے کوشک مقابل باغ ہزار درخت نشستہ بود حکیم ابوریحان منجم از در آمد سلطان روئے بوسے کرد و گفت حکم کن کہ من ازین چہار دروازۂ قلعہ از کدامین در بیرون خواہم رفت۔ منجم اصطرلاب بخواست و ارتفاع گرفت و طالع درست کرد و بہ پارۂ کاغذ چیزے نوشتہ در زیر بالین سلطان نہاد و بعدہ سلطان فرمود کہ دیوار قلعہ را از جانب شرقی بشگافند و ازان جانب بیرون رفت۔ و پس ازان کاغذ را برآوردہ دیدند کہ نوشتہ بود کہ از چہار دروازہ بیرون نرود و دیوار از جانب شرقی بشگافند بدر رود۔ سلطان ازان حکم خیرہ گشت بفرمود کہ حکیم را از بام کوشک بزیر اندازند۔ و ظاہر او را بجا دام مانند چیزی بستہ بودند کہ بران آمدہ آہستہ بر زمین رسید و ہیچ رنجے و مکروہے پیرامون وے نگردد۔ سلطان گفت این را دیدہ بودی گفت آرے تقویم کہ در دست غلام بود طلبید و بسلطان داد کہ ببین چنانچہ در احکام آن روز نوشتہ بود کہ امروز مرا از جائے بلند بیندازند لیکن بسلامت بر زمین فرود آیم، و این حکم ہم موافق طبع سلطان نیامدہ فرمود تا او را محبوس ساختند۔ و چون مدت شش ماہ برین گذشت، غلام حکیم روزے در بازاری گذشت، فال بینی او را دیدہ بخواند و گفت در طالع تو چند چیز دیدہ ام، ہدیہ بدہ تا بگویم۔ غلام دو درم داد، و فال بین گفت، عزیزے کہ خداوند تست و در رنج ست از امروز تا سہ روز دیگر ازان محنت نجات خواہد یافت و خلعت و تشریف خواہد پوشید۔ غلام بر سبیل بشارت این فال را بخواجہ خود رسانید۔ شیخ بخندید و گفت، افسوس غلام من باشی و بدین قسم مردم را اعتبار می کنی۔ قضا را روز سوم احمد بن حسن میمندی کہ فرصت می طلبید فرصت یافتہ در شکارگاہ سخن از نجوم در میان آورد و گفت کہ بیچارہ حکیم ابوریحان منجم کہ چنان دو حکم بدان نیکوئی کرد و بجائے خلعت و تشریف بند و زندان یافت۔ سلطان گفت من ہم دانم، تو نمی دانی۔ این مرد در علم نجوم نظیرے نیست (بقیہ صفحہ ۵۳)

سلطان کی فیاضیون، مقام حکومت کی ضرورتون اور شہر کے رونق وشکوہ نے دور دور سے لوگون کو لا جمع کیا تھا۔ غزنی مین آبسنے والون مین بہت سے اجنبی نسلون اور قومون کے لوگ شریک تھے، بالخصوص ہندوون کی مردم شماری بہت خاصی تھی۔ بلاشبہ ان مین سے بہت سے تو لڑائی مین لائے گئے تھے۔ لیکن بعض غزنی کے تمول اور خوش حالی کی وجہ سے بہ نیت کاروبار جارہے تھے۔

یہان پہونچنا گویا ہندوستان کے دروازے تک پہونچنا تھا اور ہندوستان وہ ملک تھا جس کی علمی شہرت عالم کو مسخر کیے ہوئے تھی، لیکن علماے ملک کے بخل اور تعصب نے خزائن علوم پر ایسا تالا ٹھوکا تھا کہ متلاشی علوم کی ہمت پست ہو کر رہ جاتی تھی۔ بیرونی کی متجسس طبیعت مین اب سے سالہا سال پہلے اہل ہند کے متعلق مستند معلومات بہم پہونچانے کا ولولہ تھا۔ یہان آکر اُسمین ہیجان تازہ پیدا ہوا۔ اُس کی طبیعت کا خاصہ تھا کہ کسی طرح اُسے اُس وقت تک

(بقیہ حاشیہ ۲) اما حکیم کامل آنست کہ مزاج دان باشد، زیرا کہ پادشاہان بمثال کودکانند وسخنے بروفق طبیعت ایشان باید گفت تا ازان بہرہ مند توان شد ودران روز اگر یکے ازان دو حکم خطا شدی صواب بودی، پس در ہمان روز حکم نجات حاصل کرد کہ فال بین گفتہ بود۔ وحکیم ابوریحان آن فال بین را کہ بر سر راہ بود دیدہ غروری کہ در علم نجوم داشت از سر نہاد و چون بمجلس سلطان حاضر گشت اسپ وخلعت وہزار دینار وکنیزکے یافت وسلطان عذر خواستہ گفت اگر می خواہی سخن بروفق مزاج من گوئی نہ بروسعت علم کہ یکے از شرائط خدمت سلاطین این است (تاریخ فرشتہ جلد اول نولکشور صفحہ ۳۰۷-۳۰۸)

۱) ڈیس ڈیل نے ایسی مہمل کہانیان گڑھ کر بیرونی کی عظمت زندہ رکھنے کی خدمت انجام دی حالانکہ اُس کے صحیح حالات کچھ کم حیرت انگیز نہ تھے۔

چین نہ آتا تھا جب تک حق یقین پورا نہ ہو جائے۔[۱]

یہ امر بہت زیادہ قرین قیاس ہے کہ غزنی میں چند ہندو اہل علم ہوں اور بیرونی نے اہل ہند کے علوم کا پہلا درس غزنی میں لیا ہو۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی نے تعلیم کے ابتدائی مراحل طے کر کے ارض ہند میں طلب علم کی غرض سے قدم رکھا اور جب اس اجنبی ملک میں وہ وارد ہوا، تو اس حیثیت سے کہ ہندو پنڈتوں نے اپنی عادت معہودہ کے موافق اس غریب الوطن طالب علم کے ساتھ بے اعتنائی کرنے کا موقع نہ پایا۔

بیرونی غزنی میں ۴۰۸ھ ہجری (۱۰۱۷ء) میں پہونچا تھا اور کتاب الہند کی تصنیف کے وقت ۴۲۱ھ ہجری (۱۰۳۰ء) میں غزنی میں موجود تھا۔ بس یہی تیرہ چودہ سال کی مدت ہے۔ جس میں تحصیل علوم ہند وقوع میں آئی۔ آگے چل کر جب ہم اس بارے میں بسیط تبصرہ لکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اس قلیل مدت میں اس نے کیسا اہتمام بالشان کام انجام دیا۔

جس وقت بیرونی اپنی طالب علمانہ سیاحت میں مصروف تھا، مغربی ہندوستان میں محمود غزنی کے حملوں کی وجہ سے کھلبلی پڑی ہوئی تھی، جنگ وجدل کے باعث اہل ہند کے دلوں میں حملہ آوروں کے حق میں معاندانہ جذبات

[۱] دیکھو آثار الباقیہ صفحہ ۲۰ — اما الہند وسائر الامم من الہند والصین والتبت والترک والخزر والحبشۃ والزنج فانہم وان کثرت تواریخہم بعضہا تقرب مما ذکرناہا الی وقت یتفق لنا الاحاطۃ فیہا اذ لا نری بطریقتنا التی سلکناہا ان نضیف الشک الی الیقین والمجہول الی المعلوم۔

کا موجود ہونا بالکل قدرتی بات ہے اور مشکل سے یقین ہو سکتا ہے کہ ایسے وقت میں کوئی شخص ایسے دوستانہ تعلقات قائم کر سکے جن کا امن اور خاموشی کی حالت میں بھی یہاں کے نجل پرور اہل علم سے توقع نہیں ہو سکتی تھی۔ پس جب ہمیں مورخ رشید الدین کی زبانی یہ اطلاع ملتی ہے کہ وہ ہند کے اکثر اکابر اور امرا سے بیرونی کے دوستانہ تعلقات تھے اور اسی وجہ سے اُس نے اہل ہند کے فلسفہ مذہب اور عقاید کے معلومات حاصل کیں[۲۳]" تو بے ساختہ بیرونی کی صلح پسندی اور روشن دماغی پر مرحبا نکل جاتی ہے۔

گیارھویں صدی میں ہندو علوم کے مرکز بنارس اور کشمیر تھے۔ لیکن یہاں کسی ملیچھ کا پہونچنا ممکن نہ تھا۔ لہذا بیرونی مجبور تھا کہ اپنی سیاحت کو صرف اقطاع پنجاب تک محدود رکھتا جو ایک حد تک مسلمانوں کے زیر اقتدار تھے۔ اس سے آگے جانا نہ ممکن تھا اور نہ بیرونی گیا۔ جہاں تک اُس نے سیاحت کی اُس کا حال بیرونی کی کتاب الہند سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک موقع پر لکھا ہے۔

"میں نے خود قلعہ لاہور کے عرض البلد کی پیمایش کی تو ۳۴ درجہ ۱۰ دقیقہ پایا۔ قصبہ کشمیر اور لاہور کے درمیان ۵۶ میل کا فاصلہ ہے۔ آدھا راستہ آسان اور آدھا راستہ دشوار ہے۔ دوسرے عرض البلد جو میں نے دریافت کیے وہ یہ ہیں"

(۱) غزنی	۳۳°	۳۵′	(۲) کابل	۳۳°	۴۷′
(۳) کندی رباط الامیر	۳۳°	۵۵′	(۴) دہنور	۳۴°	۲۰′
(۵) ملتان	۲۹°	۴۰′	(۶) پرشاور	۳۴°	۴۴′

[۲۳] الیٹ تاریخ ہند جلد ۱ صفحہ ۱۔

(۷) ویہند ۳۴ ۳۰ (۸) جہلم ۳۳ ۴۰

(۹) قلعہ نندا ۳۲ ۵۰ ۔ ملتان اور قلعہ نندا کے درمیان قریب ۲۰۰ میل کا فاصلہ ہے۔ (۱۰) سیالکوٹ ۳۲ ۵۸

(۱۱) مندککور ۳۱ ۵۰ (۱۲) ملتان ۲۹ ۴۰

ہم ان مواضع مذکورہ سے آگے نہین گئے اور نہ اُن کی (ہندوون کی) کتب سے ہم کو اور اطوال وعروض کا پتہ چلا ہے" (کتاب الہند صفحہ ۱۶۳)

علاوہ ان مقامات کے دو مواضع کا اور ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ مین نے دو قلعہ راجگری اور لہور سے زیادہ مضبوط قلعے نہین دیکھے" (الہند صفحہ ۱۰۲ سطر ۲)

ان مقامات مین سے بعض کا محل وقوع تحقیق ہو گیا ہے۔ شہر گندی دہی مقام ہے، جہان مسعود بن محمود قتل ہوا تھا۔ دنبور جلال آباد کے موقع پر آباد تھا پرشور اب پشاور کہلاتا ہے۔ قلعہ نندنا بالاناتھ پر جسے اب ٹلا کہتے ہین واقع تھا۔ ویہند اٹک کے موقع پر تھا اور مندککور لاہور کے قریب ایک قلعہ تھا ملتان کا بیرونی نے اکثر ذکر کیا ہے اور اس طرح کیا ہے، جس سے یہ گمان راسخ ہوتا ہے کہ بیرونی کا قیام ملتان مین زیادہ رہا۔ ملتان کی مقامی تاریخ آب وہوا

---

۲۱ لیکن قانون مسعودی مین چند اور سندھ کے بہت سے شہرون کے اطوال البلاد اور عروض البلاد لکھے ہین، جن مین دکن کے مقامات مثلاً تنجور بھی شامل ہین۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب الہند اور قانون کی تصنیف کے درمیان کسی طرح پر طول وعرض تحقیق کیے۔ ۲۲ صفحہ ۱۰۹

اور اہل شہر[25] سے وہ خوب واقف معلوم ہوتا ہے۔ دو جگہ ایک ہندو عالم درلبھ[26] نامی کا جو ملتان کا باشندہ تھا ذکر کیا ہے۔ ایک موقع پر اُس کا بتایا ہوا حساب تحریر کیا ہے اور دوسری جگہ ایک حساب[27] کے بارے مین لکھا ہے "کہ اس بات کی تحقیق کہ یہ حساب صحیح ہے ایک ورق سے ہوتی ہے، جو ایک زیچ سے جسے اُس نے (درلبھ نے) بنایا تھا میرے ہاتھ لگا۔ وہ اُس مین کہتا ہے الخ[28]"

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ۴۲۳ھ ہجری مین بیرونی غزنی مین موجود تھا اور اُس وقت تک ڈیڑھ دو درجن کتابین جن مین ترجمے اور اصل تصانیف دونون شامل ہین، علوم ہند کے متعلق بیرونی کے قلم سے نکل چکی تھین۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علوم ہند کی تکمیل کیے کئی برس گذر چکے تھے۔ یہ بتانا البتہ دشوار ہے کہ کس سنہ مین وہ ہند سے غزنی واپس آیا[29]۔

---

۲۵ اہل ملتان مجھ سے کہا کرتے تھے کہ اُن کے یہان برشکال (موسم صیف کی برسات) نہین ہوتی، لیکن کوہستان کے قریب شمالی حصص مین برشکال ہوتی ہے۔ الہند صفحہ ۱۰۲ (۱۷)۔

۲۶ صفحہ ۲۹۰ (۱۵-۱۰) پر ملتانیون کی ایک عید کا ذکر ہے۔

۲۷ صفحہ ۲۲۶ (۹)۔

۲۸ صفحہ ۲۰۷ (۱۲)۔

۲۹ کتاب التفہیم کا سال تصنیف ۴۲۰ھ رمضان ہجری (۱۰۲۹ء) ہے۔ اس کتاب مین جا بجا اہل ہند کے مسائل ہیئت و نجوم کا ذکر ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب الہند کی تصنیف سے تین سال پہلے بھی بیرونی علوم ہند کی تحصیل سے فارغ ہو کر اپنی طالب العلمانہ سیاحت سے واپس آچکا تھا۔ موجودہ معلومات کی بنا پر صحیح تاریخ کی تعیین ناممکن ہے۔

سنہ ۴۲۱ ہجری (سنہ ۱۰۳۰ء) مین سلطان محمود نے انتقال کیا اور کچھ دنون کی لڑائی بھڑائی کے بعد مسعود کے ہاتھ مین عنان حکومت آئی۔ مسعود کے برسر حکومت آنے سے بیرونی کی زندگی کا نیا دور شروع ہوتا ہے۔ جیسا کہ کتاب الہند ظاہر کرتی ہے، ابتدا سنہ ۴۲۳ ہجری (سنہ ۱۰۳۱ء) تک اس کا دربار غزنی سے کوئی تعلق پیدا نہوا تھا۔ سنہ ۴۲۷ ہجری کے خط سے، جس کا اوپر ذکر آچکا ہے، پتہ چلتا ہے کہ اس سال سے پہلے مسعود تک رسائی ہو چکی تھی، چنانچہ فہرست کتب مین قانون مسعودی کا نام بھی موجود ہے، اگرچہ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کتاب اُس وقت تک مکمل نہوئی تھی۔ غرض بیرونی کا سلطان مسعود کے دربار مین باریاب ہونا سنہ ۴۲۳ اور سنہ ۴۲۷ ہجری کے درمیان مین کسی سال وقوع مین آیا۔

ایک دفعہ تعلقات کا پیدا ہونا تھا پھر تو سلطان کے دربار مین بہت کچھ قدر و منزلت ہوئی۔ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ سلطان مسعود نہایت سخی، کریم الاخلاق اور علما پرور فرمان روا تھا اور اُس کے زیر سایہ اہل علم کی جمعیت کثیر تصنیف و تالیف کی خدمت انجام دیتی تھی۔[نوٹ] بیرونی کو جیسے قدرشناس

نوٹ: چنانچہ فرشتہ لکھتا ہے "مسعود سلطان مسعود پادشاہے بود شجاع و کریم الاخلاق۔ سخاوت بافراط داشت و با علما و فضلا صحبت نمودے و دربارہ ایشان انواع انعام و احسان مبذول داشتے۔ جمعے کثیر از فضلا باسم او کتب نوشتند۔ از آنجملہ استاد ابوریحان خوارزمی منجم کہ علامہ وقت بود و در فن ریاضیات نظیرے نداشت، قانون مسعودی در علم ریاضیات بنام نامی او داشت و فیلے از نقرہ صلہ یافت۔ قاضی ابومحمد ناصحی نیز کتاب مسعودی در فقہ مذہب امام ابوحنیفہ بنام آن افاضل پناہ تالیف نمود" (فرشتہ نو لکشور، صفحہ ۴۳)۔ علم پروری کا یہ شوق مسعود کو باپ سے وراثت مین پہونچا تھا۔ اگر محمود عنصری اور فردوسی کے ولی نعمت ہونے کا فخر رکھتا ہے تو اُس سے بڑھکر مسعود کو بیرونی کے ممدوح ہونے کی عزت حاصل ہے۔

مربی کی ضرورت تھی، مسعود ویسا ہی ثابت ہوا۔ جب بیرونی کو اس طرح فراغت نصیب ہوئی تو اُس کی ہمت عالی نے اقلیم علم مین ایک اور نئی مہم سر کرنے کا اہتمام کیا۔

بلاشبہ سلطنت کا خزانہ اہل علم پر ہمیشہ کشادہ رہتا تھا لیکن مسعود کے سایۂ عاطفت مین جس مہتم بالشان کام کے انجام دینے کا بیرونی نے بیڑا اُٹھایا، وہ ایسا کام تھا، جس پر مہذب سے مہذب سلطنت کا دولت خرچ کرنا باعث فخر ہوسکتا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ بیرونی نے تحریک کی کہ دارالسلطنت مین ایک رصدگاہ قائم کی جائے جہان مسائل ہئیت کی تحقیقات ہو۔ خیال کیجیے، جس کام کا وہ خود مہتمم ہوا ہو، وہ کس حسن وخوبی سے انجام پایا ہوگا۔ موجودہ تواریخ سے توبمشکل اتنا پتہ چلتا ہے کہ بیرونی نے ایک رصدگاہ بنوائی تھی[۱] لیکن خدا کا شکر ہے کہ اُس کی جانفشانیون کا شاہد عادل "قانون مسعودی" موجود ہے، جس مین اُسکی دیدہ ریزی کے نتائج اور معلومات کے ذخائر بند ہین۔ البیہقی لکھتا ہے کہ "قانون مسعودی جسے شہاب الدولہ مسعود کے عہد دولت مین تصنیف کیا تھا، بیرونی کی تصانیف کے چہرون مین پیشانی کی روشنی ہے" اور شہرزوری کہتا ہے کہ "مجھے یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ جب اُس نے قانون مسعودی کو تصنیف کیا تو سلطان شہید (مسعود) نے ایک بار فیل نقرہ انعام مین دیا۔ (مگر واہ ری سیر چشمی) بیرونی نے اپنے آپ کو اس سے مستغنی سمجھا

---

[۱] کاتب چلپی نے لکھا ہے کہ سلطان مسعود کے حکم سے بیرونی نے غزنی مین ایک رصدخانہ قائم کیا تھا۔

اور خزانے مین واپس کر دیا۔"

۴۳۲ھ ہجری (۱۰۴۰ء) مین مسعود خنجر بیداد کے نذر ہوا اور مودود نے تخت سلطنت پر قدم رکھا۔ دربار سے بیرونی کو جو وابستگی ہو چکی تھی اُس مین تبدیل فرمان روا سے کچھ فرق نہ آیا۔ چنانچہ سلطان مودود کے لیے جواہرات کے حالات مین ایک رسالہ لکھا، جس کا نام "الجماہر فی الجواہر" (یا الجماہر فی معرفۃ الجواہر) ہے۔

مسطورۂ بالا حالات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی کی زندگی کے شب و روز طالب علمانہ مشاغل کے نذر ہو گئے۔ جب سے آنکھین کھولی تھین اور ہوش سنبھالا تھا اُس کے پائے طلب کی گردش نے اسے ایک دم کے لیے چین سے نہ بیٹھنے دیا تھا۔ قوی سے قوی انسان بھی ایسی سخت محنتوں سے بغیر متاثر ہوئے نہ رہ سکتا۔ بلاشبہ بیرونی ایک قوی ہیکل اور تندرست انسان ہوگا، جو ایسی صعوبتون کے برداشت کرنے کی تاب لایا۔ لیکن ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے، آخر صحت پر بُرا اثر پڑا اور پڑنا چاہیے تھا۔ دوست کو جو خط لکھا ہے اُس مین اپنی صحت کا بھی ذکر کیا ہے۔ کئی لحاظ سے یہ مقام دلچسپ اور پُر لطف ہے۔ لہذا شروع سے آخر تک خوشی سے سُننا چاہیے۔

"اب میری عمر قمری حساب سے ۶۵ اور شمسی حساب سے ۶۳ سال کی ہے۔ تعجب نہین اگر میرے خواب کی تعبیر سچی ہو، اگرچہ میری حرص اُس کی تصدیق کی متمنی نہین ہے (اس کے بعد اپنی تصانیف کی طویل فہرست دی ہے)..."

اور خواب کی تعبیر کا جو ذکر کیا ہے اُس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کیسا ہی ہوشمند کیون نہو اپنی محنت اور مصیبت کے زمانے مین بھی خوشی کا امیدوار ہوا کرتا ہے مژدون سے راحت ملتی ہے ناگواریون اور بدفالیون سے کشیدہ خاطر ہوتا ہے اور فال اور احکام کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ مین بشریت کی وجہ سے ایسے اوقات مین نجومیون سے خواہش کرتا تھا۔ کہ میری پیدایش کے بعد کے واقعات پر غور کرین۔ وہ نہایت اختلاف کے ساتھ میری عمر نکالنا شروع کرتے تھے۔ بعض سو سال کی نکالتے تھے اور بعض چالیس سے کچھ اوپر حالانکہ مین پچاس سال سے متجاوز ہو چکا تھا اور بعض ساٹھ برس سے کچھ زیادہ بتاتے تھے۔

جب میری عمر اس کے لگ بھگ پہونچی تو مُہلک بیماریون نے چارون طرف سے آدبایا۔ بعض ایک ہی وقت مین پیدا ہوئین اور بعض یکے بعد دیگرے۔ نوبت یہانتک پہونچی کہ انھون نے ہڈیون کو پارہ پارہ بدن کو چور چور حرکت تک سے معذور اور حواس باختہ کر دیا۔ باوجود اس کے کہ بڑھاپے سے قوی ماؤف ہو چکے تھے مین نے طبیعت کو درست کرنے کی کوشش کی۔

جب میری عمر اکسٹھوین سال مین پہونچی تو ایک رات کا ذکر ہے کہ مین نے یہ خواب دیکھا کہ مین ہلال کے نکلنے اور ڈوبنے کے مقامات کو تلاش کر رہا ہون لیکن وہ مجھے نظر نہین آتے۔ اُسی حالت مین مجھ سے کسی کہنے والے نے یہ کہا کہ اس خیال سے باز آ تو ایک سو نو مرتبہ اُس کا دیکھنا ہے۔ اس کے بعد جب مین جاگا تو ۱۰۹ سال ماہ قمری کو شمسی مین منتقل کیا اور ساڑھے پانچ مہینے گھٹا دیے اور یہ سب عطارد کے سالون کے قریب ہوئے جس کا نجومیون نے ذکر کیا ہے کہ پیدایش کے وقت اس کا غلبہ ہوتا ہے

باوجود اس کے مجھے کچھ خوشی نہوئی۔ اس لیے کہ عمر بسر ہو چکی تھی اور اس میں صرف ایک کام کے کرنے کے واسطے تھوڑا سا حصہ رہ گیا تھا۔ وہ کام اُن کتابوں کا تکمیل کرنا ہے جو ناقص حالت میں موجود ہیں اور اُن مسودوں کا صاف کرنا جو ابھی تک ناصاف پڑے ہوئے ہیں مثلاً قانون مسعودی وغیرہ........ اور اُن کتب ہند کا حوالہ قلم کرنا جن کا ترجمہ کرنا مقصود تھا۔

اسکے لیے خدا کی مدد، فکر کی منتشر کرنے والی چیزوں سے امن، درازی مدت تاخر اجل، سلامت حواس اور عمر موافق صحت بدن کے سوا کوئی چیز معین نہیں ہے"

اس مقام کو پڑھ کر آنکھوں کے سامنے ایک معمر شخص کی تصویر پھر جاتی ہے ہے جس کی مصروف زندگی کی دوپہر ڈھل چکی ہے اور شام اُمنڈی چلی آرہی ہے۔ محنت شاقہ اور دماغی کاوش کا اعضا اور جوارح پر پورا پورا اثر نظر آتا ہے۔ بدن کی چستی اور جسم کی فربہی ناپید ہو چکی ہیں۔ اگلا زور بل سب سلب ہو چکا ہے اور دیکھنے میں اسکا پیکر خاکی صرف مشت استخوان رہ گیا ہے، بلکہ ہڈیاں بھی گرم و سرد زمانہ اور فکر و محنت مستمرہ کی بدولت رت گئی ہیں۔ لیکن اس جسم کو نہ دیکھو، اس روح اور دماغ کو دیکھو، جنھیں اُس نے ساری عمر لہو اور پسینے سے سینچا ہے، اُس کے بشرے پر نظر ڈالو، جہاں حکمت و فراست اور علم و تجربہ کے کبھی نہ مٹنے والے علامات روشن پیشانی اور نورانی آنکھوں سے آشکار ہیں۔ اُس کی ریش سفید یا خمیدہ کمر پر نگاہ نہ کرو، اُس کی ہمت عالی کو دیکھو کہ باوجود نصف صدی سے زیادہ مشقت اور صعوبتیں برداشت کرنے کے اُس کی اُمنگیں پہلے سے زیادہ بلند پرواز ہیں۔ قید ہستی اور بند غم سے رہائی کے لیے وہ بیتاب نظر

نہین آتا، اس لیے کہ جب وہ اپنی گذری ہوئی زندگی کے دنون کا محاسبہ کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بیکار نہین گئے اور رائگان نہین ہوئے اور جب مستقبل کا تصور کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ باقی ماندہ کام سر انجام دینے کے لیے ایک عمر درکار ہے۔ پھر زندگی کیون دوبھر ہو؟ موت کی طلب کس لیے کی جائے؟۔ زندگی اُسے عزیز نہین ہو سکتی جس کی زندگی کے واپس نہ آنے والے دن اُس کے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ ہون اور آنے والا زمانہ عقوبت دوزخ کا چھپا یہ نظر آتا ہو۔ ہان ایسے شخص کی روح اسیر حیات نہین رہنا چاہتی اور اسکے حق مین بلا شبہ یہی بہتر ہے کہ کالبدِ خاکی اپنی امانت کے بار سے سبکدوش ہو جائے اور قفس عنصری کو طائر روح سونا چھوڑ دے۔

بیرونی سے بڑھ کر ہم آرزو کر سکتے ہین کہ خدا اُس کی عمر عزیز مین برکت دیتا وہ جتنے دن جیا اپنے مشاغل کا پابند رہا۔ افسوس، جو اندازہ بیرونی نے کر رکھا تھا، اور جس کی تصدیق پر اُس کا دل مشکل سے آمادہ ہوتا تھا، اُس سے زیادہ جینا نصیب نہ ہوا ۴۴۰ھ ہجری مین رجب کی دوسری تاریخ اور جمعہ کا دن تھا ۱۳ ستمبر ۱۰۴۸ء کو پیام اجل آپہونچا اور عشا کے بعد اس فرد فرید نے داعی اجل کو لبیک کہا ۳۲

بسے دور باید کہ چرخ ظفر بیارد کسے چون تو بار دگر

کل عمر ۷۷ سال ۷ ماہ ہوئی ۳۳

---

۳۲ ابو ریحان کے شاگرد امام فاضل سرخسی کے خط مین امام رئیس ابو ریحان کی کتابون مین سے کسی کتاب کے حاشیہ پر یہ تحریر تھا کہ شیخ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بعد عشا شب جمعہ ۲۔ رجب ۴۴۰ھ ہجری کو انتقال کیا۔ سرخسی مصنف جوامع التعالیم ابو ریحان کے مقربون اور خادمون مین سے خاص شخص تھا۔ (المصنف)

۳۳ معدودے سوقع پر کسی دوسرے کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے کہ حکیم ابو ریحان بیرونی کی عمر ۷۷ سال ۷ ماہ قمری کی تھی۔

غالباً غزنی مین وفات ہوئی اور وہین سپرد خاک ہوا، لیکن آج کوئی نشان نہین دیسکتا کہ دنیائے علم کا وہ بے مثل فرد کہان مصروف خواب ہے۔

بعد از وفات تربت ما در زمین مجو

در سینہ ہاے مردم عارف مزار ماست

بیرونی کا متاہل ہونا تحقیق نہین۔ اُس کے مکتوب مین ایک ایسا فقرہ ہے جس سے گمان ہوتا ہے کہ اُس کے کوئی اولاد نہ تھی اور غالباً اس نے ساری عمر تجرد مین گذاری۔ لکھا ہے۔

"مین نے اپنی اُن کتابون کو، جنھین آغاز عمر مین تصنیف کیا تھا، اور جن کی تحریر کے بعد میری معلومات مین اضافہ ہوگیا، متروک نہین کیا اور نہ خوار جانا۔ اس لیے کہ وہ سب میرے فرزند تھے اور اکثر لوگ اپنے شعر اور فرزند پر فریفتہ ہوتے ہین۔" دفتر تاریخ مین کوئی دوسرا نام نظر نہین آتا جو بیرونی کے لقب سے موسوم ہو۔ اگر یہ صحیح ہے کہ اُس نے ساری عمر عالم تجرد مین گذاری اور علم کی خاطر اپنے آپ کو دنیا کے مکروہات مین پڑنے سے بچایا تو اس سے کون انکار کرسکتا ہے، کہ بیرونی نے بہت بڑی قربانی چڑھائی اور ایثار کا غیر معمولی حق ادا کیا۔

(۳)

ہم نے اب تک جو کچھ لکھا وہ بیرونی کے مسلسل واقعاتِ زندگی تحریر کرنے کی کوشش تھی۔ تاریخی مواد کی قلت سے کے باعث جا بجا اُس کی تصانیف کی مدد سے واقعات کا سلسلہ قائم کرنا پڑا۔ لیکن بیرونی کے عجیب و غریب افسانۂ حیات کی خدا جانے کتنی حکایات ہین جو دستیاب نہین ہوئین۔ جتنے مستند واقعات معلوم ہین وہ چند انگلیون پر شمار ہو سکتے ہین، اور چاہے کتنی ہی تفصیل کے ساتھ کیون نہ لکھے جائین اُن کے لیے معدودے چند اوراق سے زیادہ گنجایش درکار نہین ہو سکتی۔ البتہ بیرونی کی زندگی کا ایک پہلو ضرور ایسا ہے جس کے تذکرے کے لیے دفتر کے دفتر درکار ہو سکتے ہین۔ ہمارا منشا بیرونی کے فضل و تبحر کی بے نظیر داستان سے ہے، جسکے ذکر مین ہر شخص اپنی بساط کے موافق زورِ بیان صرف کر سکتا ہے۔

پیشتر اس کے کہ ہم مضمون کے اس حصے یعنے تبصرہ و نقد کی طرف متوجہ ہون ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی کی تصانیف و تالیفات کی فہرست پیش کر دین تاکہ ناظرین بجاے خود بھی اُس کی وسعت علمی کا اندازہ کر سکین۔

سب سے پہلے بیرونی کی اُن تصانیف کو لیجیے جن کے نام اس نے اپنی وفات سے تیرہ سال پہلے مذکورۂ بالا خط مین لکھے تھے۔ اِن مین جن کتابون پر ستارے کی علامت (*) ہے وہ ہند سے متعلق ہین۔

نمبر شمار	نام کتاب	تعداد اوراق
۱	زیچ خوارزمی کے علل کے متعلق ایک کتاب لکھی تھی، جس مین بہت سے	۲۵۰

	مفید مسئلے اور منضبط جوابات درج کیے گئے تھے۔	
٢	"ابطال البہتان بایراد البرہان علی علل الخوارزمی" ابو طلحہ طیب نے زیچ خوارزمی کے متعلق کچھ ایسی باتیں بیان کی تھیں جن کا ردّ و قدح ضروری تھا۔	٣٦٠
٣	اسی بارے میں بیرونی کو ابو الحسن اہوازی کی ایک کتاب ملی جس میں خوارزمی کی حق تلفی کی تھی بیرونی نے ایک کتاب لکھ کر اس نزاع کا عادلانہ فیصلہ کیا۔	٦٠٥
٤	"تکمیل زیچ حبش بالعلل و تہذیب اعمالہ من الزلل" مشہور منجم احمد بن عبد اللہ حبش کی بنائی ہوئی زیچ پر علل کا اضافہ کیا اور زیچ مذکور میں جو غلطیاں تھیں اُن کی تصحیح کی۔ اس کتاب کا ایک تہائی ڈھائی سو ورق میں کیا	٧٥٠
* ٥	"جوامع الموجود لخواطر الہنود فی حساب التنجیم" اس کتاب میں بیرونی نے اہل ہند کے علم نجوم کی بابت نہایت مکمل تحقیقات درج کی تھیں اور سندہند (سدھانت) پر مجتہدانہ تبصرہ لکھا تھا۔	٥٥٠
* ٦	ہیئت و نجوم ہند کے متعلق زیچ ارکند ایک نہایت مشہور کتاب تھی اس کا ترجمہ بیرونی سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ لیکن وہ نہایت غیر مفہوم اور الفاظ متروکہ سے معمور تھا۔ بیرونی نے اپنے الفاظ میں جدید معلومات کی بنا پر اس کتاب کو نئے انداز میں تحریر کیا۔	
٧	"کتاب مقالید علم الہیئۃ ما یحدث فی بسیط الکرۃ" اس کتاب کو اصفہبذ جیلجیلان مرزبان بن رستم کے لیے لکھا تھا۔	١٥٥

٨ *	،،خیال الکسوفین عند الہند،، آفتاب اور ماہتاب کے دو متحد اور متساوی مدارون کے متعلق یہ کتاب تھی۔ اہل ہند مین یہ بحث شہرت عام رکھتا تھا اور ان کے یہان کوئی زیچ اس سے خالی نہ تھی، لیکن مسلمان ہند مین اس سے قطعًا ناواقف تھے۔	
٩	،،ام الممتحن و تبصیر ابن کیسوم المفتتن،، ابن کیسوم نے تحقیق سے تجاوز کیا تھا۔ بیرونی نے اُس کی کم علمی کا پردہ فاش کیا۔	١٠٠
١٠	،،اختلاف الاقاویل لاستخراج التحاویل،، تحویلات کے متعلق کسی منجم نے بیرونی سے دریافت کیا تھا۔ بیرونی نے اس مضمون کے متعلق تفصیلی بحث اس رسالے مین لکھی۔	٣٠
١١	،،مقالہ فی التحلیل و التقطیع للتعدیل،، ایک عالم کی فرمایش سے جسے جداول تعدیل الشمس مین شک تھا اور طریق تحلیل حیث سے اطمینان نہ ہوتا تھا، یہ رسالہ لکھا گیا۔	٧٠
١٢	موالید (پیدائش) اور تحویل سنین وغیرہ کے واسطے جو ہیئت فلک معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس کے متعلق ایک رسالہ	٦٠
١٣	،،مفتاح علم الہیئت،، قاضی ابوالقاسم العامری کی فرمایش سے لکھا گیا۔ اس مین محض مبادی ہیئت سے بحث کی گئی تھی اور اشکال اور دشواریون سے اجتناب کیا گیا تھا۔	
١٤	،،تہذیب فصول الفرغانی،، ابوالحسن مسافر کے لیے کتاب فصول الفرغانی، کے متعلق جو علم ہیئت پر تھی بیرونی نے یہ کتاب تصنیف کی	٢٠٠

۱۵	"افراد المقال فی امر الاظلال" علم مساحت مین ظل تمامی خطوط مستقیم کی پیمایش وغیرہ کے متعلق جتنے امور ہین اُن سب کا مفصل اور مکمل تذکرہ اس کتاب مین کیا گیا تھا۔ یہ کتاب بھی ابوالحسن مسافر کے لیے لکھی تھی۔	۲۰۰
۱۶	"استعمال دوائر السموات لاستخراج مراکز البیوت" اس رسالے مین ستارون کے خانون کے مرکز نکالنے کے لیے دوائر سموت کے استعمال پر بحث کی گئی تھی۔ یہ کتاب بھی ابوالحسن مسافر کے واسطے لکھی گئی۔	۱۰۰
۱۷	"مقالہ فی طالع قبۃ الارض وحالات الثوابت فی ذوات العروض" وسط زمین اور ذوات العروض ستارون کے جو خط استوا کے شمال مین واقع ہین حالات مین یہ رسالہ جرجان کے ایک منجم کے لیے لکھا گیا	
۱۸	ایک چھوٹا سا رسالہ لیل ونہار کی مقدار کے متعلق جس مین نہایت سہل پیرایہ مین یہ ثابت کیا گیا تھا کہ قطب کے نیچے ایک سال کا ایک دن ہوتا ہے۔	
	اطوال البلاد، اور عروض البلاد کے متعلق نیز مقامات کی سمتون اور فاصلون وغیرہ کی کیفیت مین حسب ذیل کتابین بیرونی نے لکھی تھین۔	
۱	"تحدید نہایات الاماکن لتصحیح مسافات المساکن"، موقعون کی حد بندی اور شہرون کے فاصلون کی تصحیح کے متعلق۔	۱۰۰

۲	"تہذیب الاقوال فی تصحیح العروض والاطوال"، عرض البلد اور طول البلد کی درستی کے متعلق۔	۲۰۰
۳	"تصحیف المنقول من العروض والطول"، عرض وطول کے متعلق گذشتہ بیانات کی درستی۔	۴۰
۴	"مقالہ فی تصحیح الطول والعرض لمساکن المعمور من الارض"	۲۰
۵	"عرض وطول کے متعلق ہر شہر کی تعیین"	۲۰
۶	"مقالہ فی استخراج قدر الارض برصد انحطاط الافق عن قلل الجبال" پہاڑ کی چوٹی سے افق کا نشیب نکال کر زمین کی مقدار (پیمائش) کس طرح معلوم کی جائے۔	۴۰
۷	منارۂ اسکندریہ کے قریب غروب شمس کے بارے میں تحقیقات۔	۲۰
۸	اقلیموں کی تقسیم کے متعلق کیا کیا اختلافات ہیں۔	۲۰
۹	عروض اور میل کے نکالنے کے متعلق اہل علم میں کیا کیا اختلاف ہیں	
۱۰	قبلہ کی صحیح جانب معلوم کرنے کے متعلق جوابات وسوالات۔	۳۰
۱۱	سمت قبلہ کے متعلق دلائل کی توضیح۔	
۱۲	قبلہ کی صحیح سمت دریافت کرنے کے لیے کن شرائط پر کاربند ہونا ضروری ہے۔	۴۰
۱۳	تقویم القبلہ (قبلہ کا جغرافیہ) اور اس کے طول اور عرض کی تصحیح۔	۱۵
۱۴	"فی الانباث لتصحیح القبلہ"، قبلہ کی صحیح سمت معلوم کرنے کے لیے کیا کیا شرائط پوری کرنی چاہیے۔	۴۵

۱۵	کتاب دلائل قبلہ مین جو لغزشین ہوگئی تھین اُنکی تصحیح	

حساب کے متعلق۔

۱*	سند اور ہند کی رقمون سے حساب شمار۔	۳۰
۲	کعاب (جمع کعب) اور کعاب کے علاوہ حساب کے دوسرے قاعدون کا نکالنا۔	۱۰۰
۳*	حساب سکھانے مین نقوش ہند (رسوم الہند) کی کیفیت۔	
۴*	عدد کے مراتب مین اہل عرب کی رائے اہل ہند سے بہتر ہے۔	۱۵
۵*	راشیکات الہند اربعہ تناسبہ)	
۶*	فی سکلت الاعداد جس کا آدھا ۳۰ ورق مین ہے۔	۶۰
۷*	براہم سدھانت مین حساب کے جتنے طریقے بیان کیے گئے ہین اُن کا ترجمہ۔	۴۰
۸	"منصوبات الضرب" ضرب لگانے کے متعلق مختلف منصوبے (چٹکلے)۔	

شعاعات اور ممر کے متعلق (یعنے علم الاشعہ یا علم المناظر کے متعلق جس مین شعاعون اور ان کے گذرگاہون کا ذکر ہوتا ہے)

۱	"تجرید الشعاعات والانوار عن الفصائح المدونۃ فی الاسفار" شعاعون اور روشنیون کی بحث کے متعلق جو خرابیان کتابون مین جمع ہوگئی تھین اُن کی اصلاح۔	۵۵
۲	"تحصیل الشعاعات بابعد الطرق عن الساعات" ساعتون کے	

	نہایت دشوار قاعدوں سے شعاعات کی کیفیت معلوم کرنا۔	۱۰
۳	,,مقولہ فی مطرح الشعاع ثابتا علی تغیر البقاع،،	
۴	,,تمہید المستقر لمعنی الممر،، "ممر" کی حقیقت کے متعلق پوری بحث	۶۰

آلات اور اُن کے استعمال کے متعلق کتابین یہ ہین

۱	اُصطرلاب بنانے مین کتنی صورتین ممکن ہین۔	
۲	اُصطرلاب کے ٹھیک کرنے اور اُس کے مرکبات شمالی وجنوبی کے استعمال کے سہل طریقے۔	۱۰
۳	,,تسطیح الصور وتبطیح الکور،، صورتون اور کُرون کا پھیلانا۔	
۴	اُصطرلاب کے کام مین لانے سے کون کون سے مسائل حل ہوسکتے ہین یعنے اصطرلاب کے مختلف استعمالات کیا کیا ہین۔ ,,فیما اخرج ما فی قوۃ الاصطرلاب الی الفعل،،	۳۰
۵	اصطرلاب الکری کے استعمال کے متعلق۔	۱۰

ازمنہ اور اوقات کے متعلق۔

۱	,,تعبیر المیزان لتقدیر الازمان،، اُس ترازو کا بیان جس سے اوقات معلوم کیے جاتے ہین۔	۱۵
* ۲	اہل ہند کے یہان زمانے کے اجزا معلوم کرنے کے کیا قاعدے ہین	۱۰۰
۳	نصاریٰ کے روزے اور عید کے وقتون کا ذکر۔	۲۰
۴	تاریخ اسکندری مین بیرونی سے جو لغزش ہوگئی تھی اُسکا اعتذ	۱۰
۵	عبد الملک طبیب بستی نے مبدأ و منتہائے عالم کے متعلق جو حکایات	

لکھی تھین اُن کی تکمیل۔ اس کتاب مین بیرونی نے اپنی ذاتی معلومات سے مسئلہ آغاز و انجام عالم کے متعلق مختلف قومون کے عقائد بیان کیے تھے۔ ۱۰۰

مذنبات (دمدار ستارے) اور ذوائب (گیسو دار ستارے) کے متعلق۔

۱ کیا کیا آثار علوی ہین جو بنیادی واقعات کی رہبری کرتے ہین ۳۰

۲ (مقالہ فی دلالۃ الآثار العلویہ علی الاحداث السفلیہ) جو سما (ہوا) مین جو ستارے نمودار ہوتے ہین اُن کے متعلق بعض طبیون کے دل مین خیالات فاسد تھے۔ بیرونی نے اُن کے خیالات کا ابطال کیا۔ ۷۰

۳ کواکب ذوات الاذناب اور ذوات الذوائب (دُمدار اور گیسو دار ستارون) کے متعلق تحقیقات۔ ۶۵

۴ ہوا مین جو روشن چیزین نمودار ہوتی ہین اُن کا بیان۔

۵ کواکب منقضّہ (ٹوٹنے والے تارون) کے متعلق ابو سہل القوہی کے کلام کا تصحیح۔ ۱۵

متفرقات

۱ منازل قمر کی تحقیقات ہین۔ ۱۸۰

۲ ابو حفص عمر بن الفرخان کے نوادر و عجائبات کے متعلق تحقیق و تفحص۔ ۲۴۰

۳	"مقالہ فی استخراج الاوتار فی الدائرہ بخواص الخط المنحنی" دائرے کے وتروں کے معلوم کرنے کے متعلق	۸۰
۴	فلزات اور جواہر کے حجم میں کیا نسبت ہے۔	۳۰
۵	صحیح وسالم مسافر کتنی مسافت طے کرسکتا ہے۔	۱۰
۶	مقالہ فی نقل خواص الشکل القطاع الی مایغنی عنہ" شکل القطاع کی خواص کی مکمل توضیح۔	۲۰
۷	اُن دو خطوں کے جو کسی ایک جگہ پر ملنے کے بعد کہین جا کر ذیلین نہایت قریب مقداروں مین کس طرح ٹکڑے ہوسکتے ہین	۱۰
۸	دنیا مین گرمی کن وجوہات سے پیدا ہوتی ہے اور فصلوں اور موسموں کا اختلاف کس طرح واقع ہوتا ہے۔	۴۵
۹	"کتاب آثار العلویہ" (علم تحت مذنبات وغیرہ) مین جو طریقہ متعارفہ مذکور ہوا ہے اُس کے متعلق بحث۔	۴۰
۱۰	"المسائل الملخیہ فی المعنی المتعلقہ بانکسار الصناعت"	۶۰
* ۱۱	ہندوستان کے منجموں کے یہاں سے جو سوالات آئے تھے اُن کے جوابات۔	۱۲۰
* ۱۲	کشمیر کے علما نے جو دس سوالات بھیجے تھے اُن کے جوابات احکام النجوم کے متعلق۔	
۱	کتاب التفہیم لاوائل صناعت التنجیم" علم نجوم کے متعلق ابتدائی کتاب۔	
۲	"مقالہ فی تصحیح القوی والدلالات من اجزاء لبیوت الاثنی عشر"	

	بارہ برجون کے درمیان قوتون اور رہنمائیون کا تقسیم کرنا (متعلق علم نجوم)	۱۵
۳	فی سیر سہمی السعادت والغیب "اس مین ستارون کے مختلف موقعون سے طالع مولود میں جو اثرات ہوتے ہین اُن سے بحث تھی۔	
* ۴	عمر نکالنے کے متعلق ہندوون کا کیا قاعدہ ہے۔	
۵	"فی الارشاد الی تصحیح المبادی علی النموذارات" (نجوم کے متعلق)	۵۰
۶	فی تبیین رسالے بطلیموس فی سا لخداہ "	۷
۷*	براہمہر کی کتاب موالید الصغیرہ کا ترجمہ۔	
	ہزل وسخف مین۔	
۱	ترجمہ قصہ وامق وعذرا۔	
۲	قسیم السرور اور عین الحیات کی کہانی۔	
۳	ارمزدیار اور مہریار کا قصہ۔	
۴	بامیان کے بتون کی کہانی۔	
۵	دادمہ اور کرامی دخت جبلی الوادی کی کہانی۔	
* ۶	حکایت بیستی و برہاکر بزبان نیلوفر۔	
۷	ابی تمام کے شعر مین جتنے الف کے قافیہ آئے ہین اُن کا پورا ذکر	
۰	مقالہ فی لا بتخار فی قد الاشجار" درختون کے قد وقامت کے متعلق علمی تجربون کا ذکر۔	

۹ مساحت کا دُرست کام بسہولت تمام کس طرح انجام دیسکتے ہین
اس رسالے مین ایسے طریقے بیان کیے گئے تھے جن کی مدد سے
نہایت آسانی کے ساتھ پیمایش ہو سکتی تھی۔

۱۰ "التحذیر قبل الترک" ترکون کی جانب سے جو اندیشے ہین
اُن سے لوگون کو بچانا۔

۱۱ "القرعہ المصرحہ بالعواقب" قرعہ جس مین انجامون کا صاف
صاف حال معلوم ہو جائے۔

۱۲ "القرعہ المثمنۃ لاستنباط الضمائر المثمنۃ" مخفی ضمیرون کے معلوم کرنے
کے متعلق قیمتی قرعہ۔

۱۳ "شرح مزامیر القرعہ المثمنۃ" عـ۱۲ـ کی شرح۔

* ۱۴ کلب یارہ کا ترجمہ۔ اس مین اُن امراض سے بحث کی گئی تھی
جو عفونت سے پیدا ہوتے ہین۔

عقائد کے متعلق۔

* ۱ "کتاب فی تحقیق ما للہند من مقالۃ مقبولۃ او مرذولۃ" (کتاب الہند) ۷۰۰

۲ "زایچون مین برجون کی علامتون کو حروف جمل کے ذریعہ سے
کیون ظاہر کیا جاتا ہے۔

۳ "کلام فی المستقر والمستودع" مرکز کے متعلق۔

* ۴ "مقالہ فی ناسدیوا الہند عند مجیئہ الادنی" ناسدیو کے ادنے
حالتون (جونون) مین ظاہر ہونے کے بارے مین اہل ہند کا

۱۰

کیا خیالات ہین۔

۵ "ترجمہ کتاب سانک فی الموجودات المحسوسہ والمعقولہ"

۶ * "ترجمہ کتاب باتجل فی الخلاص من الارتباک"

اس فہرست کے بعد بیرونی لکھتا ہے۔۔۔

"اس کے علاوہ وہ کتابین جو میری تصنیف کی ہوئی ہین اور جن کے نسخے میرے پاس سے چلے گئے ہین بہت ہین۔ مثلاً

۱ "التنبیہ علی صناعۃ التمویہ" ملمع سازی کے متعلق۔

۲ "تنویر المناہج الی تحلیل الازیاج" زائچون کو کس طرح حل کیا جائے۔

۳ "التطبیق الی تحقیق حرکۃ الشمس" سورج کی گردش کی تحقیق۔

۴ "البرہان المنیر فی اعمال التسییر" کیمیاوی اعمال کے متعلق۔

۵ "تنقیح التواریخ۔" تاریخون کے تحقیق کرنے کے متعلق۔

وامثال ذالک۔"

اس کے بعد بیرونی نے اپنے خواب کا حال لکھا ہے جس کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے۔ پھر بیان کیا ہے کہ ابھی تک مجھے بہت سی کتابون کا پورا کرنا باقی ہے جو میرے پاس ناقص حالت مین پڑی ہین یا مسودون سے ابھی تک صاف نہین کی گئی ہین۔ مثلاً

۱ قانون مسعودی۔

۲ آثار الباقیہ عن القرون الخالیہ،، (ا)

۳ ،، الارشاد الی ما یدرک ولا ینال من الا بعاد،، جو دوریاں اور فاصلے دکھائی دیں اور وہاں تک پہونچ نہ سکیں انکو کس طرح معلوم کیا جائے۔

۴ ،، الکتاب فی المکاییل والموازین وشرائط الطیار والشوا ہین پیمانوں اور وزنوں کا ذکر اور زندگی کے دونوں حصوں کے شرائط کے متعلق۔

۵ ،، جمع الطرق السائرہ فی معرفۃ اوتار الدائرہ،، دائرہ کے وتر معلوم کرنے کے متعلق جتنے قاعدے معلوم ہیں اُن سب کا ذکر۔

۶ ،، تصور امر الفجر والشفق فی جہتی الشرق والغرب،، ظہور صبح اور شفق کے متعلق۔

۷ ،، تکمیل صناعۃ التسطیح،، علم تسطیح کرہ کا مکمل بیان۔

۸ جلاء الاذہان فی زیج البتانی،، مشہور ہندسی البتانی کی زیج کے متعلق۔

۹ ،، تحدید المعمورہ وتصحیحہا فی الصورہ،، ملکوں اور شہروں وغیرہ کی حدبندی اور نقشے میں اُن کی تصحیح کے بیان میں۔

۱۰ ،، علل زیج جعفر المکی بابی معشر،، مشہور منجم ابو معشر (Albumasar) کی زیج کے متعلق۔ نیز وہ تمام کتب ہند جن کا ترجمہ کرنا چاہتا ہوں،

آگے چل کر لکھا ہے کہ جب تک صحت حواس، قوت بدن اور بے فکری میسر نہ آئیں یہ کام انجام نہیں پا سکتا۔ اخیر میں اُن کتابوں کی فہرست دی ہے جن کو بیرونی کے احباب نے (بلا شبہ اُس کی مدد، فرمایش یا اشارے سے) بیرونی کے نام پر لکھا تھا۔ اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ متقدمین میں اُستاد

یا کسی بڑے فاضل یا کسی عزیز دوست کے نام سے کتابین لکھنے کا عام دستور تھا
اُستاد اور فضلا بھی اسے ناپسندیدہ نہ سمجھتے تھے اور اکثر اپنے معتقدین کی کتابون
کی اصلاح خود کر دیا کرتے تھے۔ افلاطون اور سقراط کے دوسرے شاگردون
نے اپنے اُستاد کے نام سے اُس کی وفات کے بعد بہت سی کتابین لکھین مثلاً
افلاطون کی "ری پبلک" انگریزی Republic یہ کتابین جو ابو نصر،
ابو سہل اور ابو علی نے بیرونی کے نام سے تصنیف کی تھین، بلاشبہ اُن کی عقیدت
اور محبت کی یادگارین ہین اور اس مین مشکل کلام ہو سکتا ہے کہ اُن کی تالیف مین
اُن کے لایق اور عزیز دوست کا مشورہ شریک ہے۔

ابو نصر منصور بن علی بن عراق مولی امیر المومنین نے بیرونی کے نام سے
حسب ذیل کتابین لکھی تھین۔

۱ کتاب فی السموت، سمتون کے متعلق۔
× ۲ کتاب فی تصحیح التعدیل عند اصحاب السند ہند۔
۳ کتاب فی تصحیح کتاب ابراہیم بن سنان فی تصحیح اختلاف الکواکب العلویہ۔
۴ "کتاب فی براہین اعمال جلش بجدول التقویم" مشہور مہندس حبش نے جو جغرافی جدول سیار کی تھی اُس کی صحت کے متعلق ابو نصر نے دلائل لکھے۔
۵ "رسالہ فی تصحیح ما وقع لابی جعفر الخازن من السہو فی زیج الصفائح" زیج صفائح مین بابی جعفر خازن سے جو سہو ہو گئے تھے اُن کی درستی کی غرض سے یہ کتاب لکھی گئی۔
۶ رسالہ فی مجازات دوائر السموت فی الاصطرلاب" اصطرلاب مین سمتین

ظاہر کرنے والے دائرے کہاں کہاں ہو کر گذرتے ہین۔

۷ رسالہ فی جدول الدقائق۔

۸ رسالہ فی براہین علی عمل محمد بن الصباح فی امتحان الشمس "محمد بن صباح نے ترصید شمس کے متعلق جو اپنی تحقیقات لکھی تھین اُن کے دلائل مین یہ رسالہ لکھا گیا۔

۹ رسالہ فی براہین علی عمل حبش فی مطالع السمت فی زیجہ" حبش کی زیج مین مطالع السمت کے متعلق جو کچھ لکھا گیا تھا اُس پر دلائل لکھی گئین۔

۱۰ رسالہ فی دوائر التی تحد الساعات الزمانیہ" ساعات اور اوقات کے متعلق

۱۱ رسالہ فی معرفۃ القسی الفلک لطریق غیر طریق النسبۃ المولفہ" اس رسالے مین قوسہائے فلک کے معلوم کرنے کا نیا طریقہ بیان کیا گیا تھا۔

۱۲ رسالہ فی حل شبہ عرضت فی الثالثہ عشر من کتاب الاصول" کتاب الاصول کے تیرھوین باب مین جو شبہ پیدا ہوا تھا اُس کا حل۔

ابو سہل مسیحی نے بیرونی کے نام سے یہ کتابین لکھین۔

۱ کتاب مبادی الہندسہ۔

۲ کتاب رسوم الحرکات فی اشیاء ذوات الوضع" اشیائے محسوسہ مین کیا کیا تحول حرکت پائے جاتے ہین (۹)۔

۳ کتاب فی سکون الارض او حرکتہا۔ حرکت و سکون ارض کے متعلق بحث کی گئی تھی۔

۴ کتاب فی التوسط بین ارسطوطالیس والجالینوس فی المحرک الاول لما بعد الطبیعیات

کے مسئلہ "محرک اول" کے متعلق ارسطو اور جالینوس کے خیالات کا موازنہ اور
ان دونون حکیمون کی رایون مین درمیانی راہ کا پتا لگانا۔

۵ رسالہ فی دلالۃ الالفاظ علی المعنی۔ لفظ معنی پر دلالت کرتا ہے (بحث منطق)

۶ رسالہ فی سبب برد ایام العجوز۔ موسم سرما کے نہایت سرد ایام جو ہوتے
ہین ان کی سردی کا کیا سبب ہے۔

۷ رسالہ فی علۃ التربیہ (؟) التی مستعمل فی احکام النجوم۔

۸ رسالہ فی آداب صحبت الملوک۔ بادشاہ کی ہم نشینی کے آداب۔

۹ رسالہ فی قوانین الصناعہ۔ نجوم کے قوانین۔

۱۰ رسالہ فی دستور الخط۔ تعلیم رسم الخط کے متعلق۔

۱۱ رسالہ غزلیات شمسیہ۔ آفتاب مین سیاہ داغ کیسے ہین۔

۱۲ رسالۃ النرجسیہ۔ در رسالہ نرگسیہ۔

ابو علی الحسن بن علی الجیلی نے بیرونی کے نام پر رسالہ "من و عن" لکھا

اس کے بعد یہ خط ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے۔

"اب مین نے تمھارے سامنے وہ کتابین عرض کر دین، جو میرے پاس
ہین، تاکہ تمھین جس کی ضرورت ہو معلوم کرلو۔ وہی مین تمھین بھیجدون۔ والسلام

اس طویل فہرست کے ختم ہوجانے پر ناظرین نتائج ذیل پر جو فہرست ہذا
سے ماخوذ ہین غور کرین۔

۱ بیرونی نے اپنی تصنیف کی ہوئی کتابوں کے جو نام لکھے ہین، اُن کی
تعداد ایک سو چودہ ہے!—
۲ اِن مین بعض ضخیم کتابین ہین اور بعض چند ورق کے رسالے ہین-
۳ بعض کتابون کے آگے ورقون کی تعداد بھی لکھی ہے۔ شمار کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ منجملہ ۱۱۴ کتابون کے ۶۶ کتابون کے اوراق کی تعداد
۱۳۳۲۷ صفحہ ہے۔ باقی ماندہ ۴۷ کتابین ہین جن کے
اوراق کی تعداد نہین لکھی ہے، بعض کتابین بلا شبہ کافی ضخیم ہین مثلاً
قانون مسعودی، آثار الباقیہ وغیرہ—
۴ کتابون کی یہ فہرست بالکل ناکمل ہے۔ یعنے ان ۱۱۴ کے سوا اور بہت
سی کتابین بیرونی لکھ چکا تھا اور بہت سی زیر تصنیف تھین خط مین صرف
اُن کتابون کا ذکر کیا ہے جو خط کے لکھتے وقت موجود تھین اور جن کو
دوست کے طلب کرنے پر بھیج سکتا تھا۔ چنانچہ ناظرین کو وہ موقع یاد
ہوگا جہان لکھا ہے کہ جن کتابون کے نسخے میرے پاس نہین ہین
وہ بہت ہین جن مین سے مثال کے طور پر چار پانچ کے نام بھی لکھ دیے
ہین۔ آگے چل کر جب غیر مکمل نسخون کا ذکر آیا ہے تو وہان بھی یہی کہا
ہے کہ ایسی کتابون کی اتنی تعداد ہے کہ بقیہ عمر اُن کی تکمیل کے لیے
کافی نہین ہوسکتی۔ سرسری طور پر دس کتابون کے نام بھی لکھ دیے ہین
۵ معتدبہ تصانیف دوسرون کی فرمایش اور خواہش سے لکھی گئی تھی ہین اور
حلقۂ سائلین مین جرجان، شیخ خوارزم، ہندوستان اور کاشمر تک کے علما

شامل ہین۔ نیز بہت سی کتابین تصحیح، تہذیب، ترتیب، تفسیر اور رد و جواب کی حیثیت سے لکھی گئی ہین۔

ان مقدمات کو ذہن نشین کر لینے کے بعد تذکرہ نویس کا فرض ہے کہ فہرست کی تکمیل کی غرض سے اُن کتابون کے نام بھی درج کرے جو دوسرے معتبر ذرائع سے معلوم ہوئے ہین۔ حسب ذیل کتابون کے نام بر سبیل تذکرہ آثار الباقیہ مین آنے مین لو ریہ فہرست مندرجۂ بالا مین شریک نہین ہین۔

(۱) کتاب الاستشہاد باختلاف الارصاد۔

(۲) کتاب الارقام۔

(۳) کتاب فی الاخبار القرامطہ والمبیضہ۔ فرقہاے قرامطہ ومبیضہ کی تاریخ۔

(۴) بحث بیرونی و ابن سینا دربارۂ تقویم یونان۔

(۵) کتاب العجائب الطبیعیہ والغرائب الصناعیہ۔

اسی طرح پر کتاب الہند کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجۂ ذیل کتابین جو بیرونی کتاب الہند کی تصنیف سے پہلے لکھ چکا تھا، شامل فہرست نہین ہین۔

*۱ برہم گپت کی پانی ساسی دھانت کا ترجمہ۔

*۲ برہم گپت کی برہم سدھانت۔

*۳ ترجمہ لکھو جاتم مصنفہ وراہمیر۔

نیز کتاب الہند کی تصنیف کے وقت بیرونی حسب ذیل کتابون کا سنسکرت مین ترجمہ کرنے مین مشغول تھا

* ۴ تحریر اقلیدس۔
* ۵ کتاب المجسطی۔
* ۶ اسطرلاب بنانے کے قواعد خود اپنی تصنیف سے۔
* ۷ مفتاح الہیئت۔

اِن بارہ کتابوں کا پتہ کتاب الہند اور آثار الباقیہ سے چلا ہے۔ ماسوا اسکے ذیل کی کتابیں، جو ہنوز شمار میں نہیں آئی ہیں، حاجی خلیفہ کی مشہور فہرست کتب "کشف الظنون عن الاسامی الکتب والفنون" سے معلوم ہوئے ہیں۔

(۱)	ارشاد فی احکام النجوم۔	۱ نسخے	(۲۵۸)
(۲)	استیعاب فی تسطیح الکرہ۔	۱ نسخے	(۲۷۷)
(۳)	الجماہر فی الجواہر۔	۲ نسخے	(۶۰۸)
(۴)	تعلیل باجالۃ الوہم فی معانی النظم۔	۲ نسخے	۳۲(۴)
(۵)	شرح ابو تمام۔	۳ نسخے	(۲۵۴)
(۶)	زیج العلائی۔	۴ نسخے	۲۶۷)
(۷)	کتاب الاحجار۔	۵ نسخے	(۳۳)
(۸)	کتاب تسطیح الکرہ۔	۵ نسخے	(۶۴)
(۹)	کتاب الصیدلہ۔	۵ نسخے	(۶۰)
(۱۰)	مختار الاشعار والآثار۔	۵ نسخے	(۴۳۵)
(۱۱)	خلاصہ المجسطی۔	۵ نسخے	(۳۸۲)
(۱۲)	زیج المسعودی (قانون المسعودی) ؟۔	۳ نسخے	(۵۰۸)

نیز غلام حسین جونپوری نے اپنی تالیف جامع بہادر خانی ۱۹۳۵ء میں صفحہ (۱۹۰) پر بیرونی کی ایک کتاب ،، ملعات ،، کا ذکر کیا ہے جو علم الابصار (علم المناظر والانعکاس) میں لکھی گئی تھی۔ اس میں سے جامع بہادر خانی کے مؤلف نے چار شکلیں منتخب کی ہیں۔ سوائے ان کے ابوالفضل بن الحسن البیہقی نے تاریخ بیہقی میں لکھا ہے کہ میں اپنی کتاب کی دسویں جلد میں تاریخ خوارزم کا حال لکھوں گا اور خوارزم کے تاریخی حالات میں ابوریحان کی تاریخ خوارزم سے مدد لوں گا جسے میں نے چند سال ہوئے دیکھا تھا[1]

علاوہ بریں حسب ذیل کتابیں بیرونی کی تصانیف سے ایسی ہیں جن کے نام کسی دوسرے ذریعہ سے معلوم نہیں ہوسے اور جو اس وقت یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

۱ کتاب الدرر فی سطح الاکر (بوڈلین لائبریری)

۲ کتاب نزہۃ النفوس والافکار فی خواص الموالید الثلاثۃ المعادن والنبات والاحجار۔

بیرونی کی تالیفات کا تذکرہ نامکمل رہ جائے گا اگر ہم اخیر میں اُن قلمی نسخوں کی مفصل فہرست بھی شامل نہ کردیں، جو ہمارے علم میں دُنیا کے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

۱	استیعاب الوجوہ الممکنہ۔	۲ نسخے (۱)، برلن (۲)، بوڈلین آکسفورڈ
	کتاب الدرر۔	۱ نسخہ (۱) بوڈلین۔

[1] دیکھو ایلیٹ ڈوسن کی تاریخ ہند جلد ۲۔ صفحہ ۷۰۔

٣	مقالہ فی سہمی السعادت و الغیب۔	النسخہ (۱) بوڈلین۔
٤	نزہتہ الافکار۔	النسخہ (۱) "
٥	الجماہر فی الجواہر۔	النسخہ (۱) اسکوریل (بیروت)
٦	تریاحیک (فی اشیکات الہند)	النسخہ (۱) انڈیا آفس لائبریری۔
٧	فی تسہیل التسطیح الاصطرلابی والعمل	النسخہ (۱) برلن۔
٨	آثار الباقیہ۔	٣ نسخہ (۱) برٹش میوزیم (۶۶۰ھ) (۲) سرہنری راولنسن (سنہ ۷۵۳ھ) (۳) کتب خانہ قومی پیرس۔

افسوس ہے کہ "آثار الباقیہ" کے تمام نسخے بہت قریب زمانے کے لکھے ہوئے ہیں اور کتاب کے بہت سے مقامات چھوٹے ہوئے ہونے کے علاوہ جابجا ہر قسم کی غلطیاں بھری ہوئی ہیں۔ زاخو صاحب نے بہت کوشش کر کے حتی المقدور ان خرابیوں کو رفع کیا ہے، لیکن تاوقتیکہ کوئی مکمل اور صحیح نسخہ دستیاب نہ ہو جائے، یہ خرابیاں آخر کیسے رفع ہو سکتی ہیں۔

٩	کتاب الہند۔	٣ نسخے (۱) موسیو شیفر (یہ پرانا نسخہ ہے اور بہت صحیح ہے بیرونی سے ۲۹ سال بعد کا لکھا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ خود بیرونی کے نسخے سے براہ راست نقل کیا گیا ہے) (۲) پیرس (کتب خانۂ قومی) (۳) قسطنطنیہ۔ یہ دونوں نسخے شیفر والے

نسخے کی نقل معلوم ہوتے ہیں۔

۱۰۔ صیدلہ (یا صیدنہ) (نسخہ لٹن لائبریری مدرسۃ العلوم علی گڈھ ۱۰۸ شفاء)

یہ کتاب لغات طب میں ہے۔ اس کا ترجمہ ششم ہجری (۱۲ م) کے بعد ہندستان میں عثمان الکاشانی نے کیا تھا۔ مترجم نے نعت اور حمد کے بعد لکھا ہے۔

"چنین گوید ابن الکاسی یدیم اللہ برکہ چون کہ ہیچ انیس تر خردمند را در اوقات تنہائی چون مطالعہ کتب نیست۔ و فوائد تالیفات علما و تصنیفات حکما نزدیک ارباب الباب ازان روشن ترست کہ بتقریر آن اطنابے حاجت افتد۔ ابوریحان گوید کہ در تالیف این کتاب صیدنہ رجوع در حل مشکلات بشیخ ابو حامد بن محمد بن احمد النہتشقی کردم زیراکہ او در عہد خود از ابنائے جنس خود در علم لغت و طب مستثنی بود و تصانیف متقدمان درین ہر دو نوع علم سماع کردہ و بر جملہ دلائل و نکات و رموز و اشارات اطلاع تمام یافتہ و تالیف این کتاب بر ترتیب حروف معجم اتفاق افتاد تا انتفاع از وے آسان تر بود انشاء اللہ تعالیٰ و بہ نستعین۔"

کتاب کی ترتیب اس طرح پر ہے کہ پہلے مصنف (مفرد) دوا کا نام، جو عام طور پر مشہور ہوتا ہے دیتا ہے، بعدہ عربی، یونانی، سریانی، جرجانی، خوارزمی، فارسی، عراقی، ہندی سندھی وغیرہ وغیرہ زبانوں کے الفاظ ہم معنی کا ذکر کرتا ہے اور پھر اس کی خاصیت بیان کرتا ہے۔

لٹن لائبریری والے نسخے کے اخیر میں یہ عبارت سرخ روشنائی سے لکھی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اصل صیدنہ کا خلاصہ ہے لیکن ہم نہیں کہ سکتے کہ خود ابن الکاسی نے خلاصہ کیا تھا یا کسی دوسرے شخص نے۔

(سرخ) "این صیدنہ را بسبیل ایجاز نوشتہ شد وانچہ از دو ربایستی و محتاج تر بود یاد کردہ شد تا زود تر مقصود بحاصل آید"

(سیاہ) تمت تمام شد بتاریخ یکم جمادی الآخر سنہ ۱۰۰۸ ہجری)

یہ نسخہ عربی خط مین لکھا ہوا ہے لیکن غلطیان جابجا پائی جاتی مین۔

۱۱ کتاب التفہیم (عربی) ۳ نسخہ (۱)، و (۲)، بوڈلین (۳) برلن۔

(فارسی) ۴ نسخہ (۱) برٹش میوزیم (۲) موسی شنیفر (۳)، و (۴)

لٹن لائبریری مدرسۃ العلوم علی گڈھ۔

مدرسۃ العلوم علی گڈھ کی لائبریری مین جو دو نسخے ہین وہ اصل کتاب سے دو علیحدہ شخصون کے ترجمہ کیے ہوئے معلوم ہوتے ہین۔ کتاب کے ابتدائی جملے ذیل مین لکھے جاتے ہین جس سے دونون ترجمون کا فرق معلوم ہوگا۔

پرانا نسخہ	نیا نسخہ
دانستن صورت عالم وچگونگی آفرینش آسمان	دانستن صورت عالم وچگونگی نہاد آسمان و
وزمین وانچہ میان ہر دوست فہمیدن و	زمین وانچہ میان ہر دوست بروی شنیدن
بعل آوردن آنہا بسیار سودمند است	و بتقلید گرفتن ہمچون چیزہا سخت سودمندست
در علم نجوم زیرا کہ اصطلاحی بناہا ولفظہا کہ	اندر پیشہ نجوم زیرا کہ گوش بنامہا ولفظہا
منجمان بکار بردہ اند فرا گیرد، وصورت	کہ منجمان دارند خو کند وصورت بستن معانی
بستن ومعنی آن آسان گردد تا چون جملہا	آسمان گردد تا چون بعلتہا وحجتہا آن باز آید
وجہتہا برسد و بداند واز اندیشہ وفکر آسودہ بود	وآن را بحقیقت خواہد تا بداند اندیشہ وفکرت
ورنج آن بر معلم ومتعلم آسان باشد۔	آسودہ بود ورنج از ہر دو سوی برو گردنیاید۔

واین نسخہ را یادگار نوشتم برائے ریحانہ بنت الحسن الخوارزمیہ کہ خواہندۂ این علم بود بطریقِ سوال وجواب کہ فہم مبتدی آسان تر بود۔ وابتدا کردیم بہندسہ اول پس بشمار وپس بصورت عالم پس باحکام نجوم زیراکہ مردم را نام منجمی سزاوار نشود تا این چہار علم بتمامی نداند وایزد تعالے توفیق دہندہ است بر صواب گفتار وکردار بمنتِ خویش۔

واین یادگار ہمچنین کردم مر ریحانہ بنت الحسن الخوارزمیہ را کہ خواہندہ او بود بطریق پرسیدن وجواب دادن کہ خوب تر بود وصورت بستن آسان تر بود۔ وابتدا کردیم بہندسہ پس بشمار وعدد وپس بصورت عالم پس باحکام نجوم زیراکہ مردم نام منجمی را سزاوار نشود تا این چہار علم را بتمامی نداند۔ وایزد تعالی توفیق دہندہ است بر صواب گفتار وکردار بمنت وفضل خویش۔

یہ اختلاف عبارت آگے جا کر بہت کم ہوجاتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات پوری عبارت کے الفاظ دونون نسخون مین بالکل یکسان ہوتے ہین۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونون ترجمے لفظی ترجمے ہین۔

پہلا نسخہ ایک پرانا نسخہ ہے جس مین کل (۱۳۶) ورقے ہین۔ اس نسخے کی تقطیع ۱۰-۷ انچ ہے۔ اس مین اخیر کے دس بارہ ورقے باقی کتاب سے زیادہ پرانے اور کسی دوسرے شخص کے لکھے ہوئے ہین۔ دونون کاتب کم علم اور کتاب کے مضامین سمجھنے کے ناقابل ہین۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت مین نسخے مین جتنی غلطیان ہون کم ہین۔ کئی جگہ تو کورے صفحے چھوٹے ہوئے ہین جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یا تو کاتب اُن جدولون کو جو اُن موقعون سے تعلق رکھتی ہین خود نہین سمجھا یا جس نسخے سے اُس نے نقل کیا ہے وہ ایک نامکمل

نسخہ تھا۔ اس نسخے کا خط شکست ہے اور طرز سے مین اندازہ کرتا ہون کہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد سے پہلے کا لکھا ہوا نہین ہے۔ اس نسخہ کے پہلے صفحہ پر سید علی خان کے نام کی چھوٹی سی مہر لگی ہوئی ہے جس مین سنہ ۱۱۶۶ ہجری لکھا ہوا ہے۔

دوسرا نسخہ سنہ ۱۲۶۶ ہجری (سنہ ۱۸۵۰ء) کا لکھا ہوا ہے۔ یہ ایک خوشخط اور غالباً صحیح نسخہ ہے۔ تقطیع کم و بیش ۱۲-۸ انچ اور کاغذ ہلکا نیلگون ہے۔ باقی حالات حسب ذیل عبارتون سے جو نسخے کے اخیر مین لکھی ہوئی ہین معلوم ہون گے

"روشنائی،" "سپری شد روز اشتاد از مہر ماہ سال برسی صد و نود و ہشت یزدجردی مطابق سنہ ۱۲۴۲ ہجری"

"الحمد للہ حسب الارشاد جناب معلی القاب نواب ضیاء الدین احمد خان بہادر متخلص بہ نیر رخشان بروز آدینہ ہفتم ماہ عید روز کشا سال سنہ ۱۲۶۶ ہجری مطابق ۱۲- ماہ اگست سنہ ۱۸۵۰ء این تسطیر بہ تحریر رسید"

پنسل سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

"این کتاب تفہیم بدویم ستمبر سنہ ۱۸۵۰ء دوشنبہ بمقام دہلی بمقابلہ مرزا عاشق بیگ ولد مرزا اکبر بیگ مہندس دہلوی و میر حسن صاحب از مقابلہ منقول عنہ فراغ یافت۔ (نیر رخشان)

اصل کتاب از کتاب خانہ پسر ملا فیروز بن ملا کاؤس پارسی بمبئی معرفت صاحب سکرتر اعظم رسیدہ بود کہ صحیح و مقابلہ نمودہ ملاے مذکور بود کہ اعلم علماے پارسیان بود۔ نیر"

یہ نسخہ چونکہ واضح لکھا ہوا ہے اس مین ۳۹۶ صفحے ہین۔ مضامین کی فہرست

بقیہ صفحات ذیل مین لکھی جاتی ہے۔

فن حساب ۳ - ۲۶ فن ہندسہ + ۲۷ - ۴۶
فن معرفت تقویم ۴۶ - ۱۶۴ فن ہیئت + ۱۶۴ - ۲۱۴
مسائل متعلق فن نجوم ۲۱۴ - ۳۹۶

یہ رسالہ نہایت سہل پیرایہ مین سوال و جواب کی صورت مین لکھا گیا ہے - نہایت دشوار مسائل چھوڑ دیے ہین اور مبتدی کی آسانی کے لیئے شکلون اور نقشون کو کثرت سے استعمال کیا گیا ہے جیساکہ ناظرین کو رسالے کی ابتدائی عبارت سے معلوم ہوا ہوگا' یہ رسالہ بیرونی نے ایک خاتون کے واسطے (جس کا نام ریحانہ بنت الحسن تھا اور جو بیرونی کی ہم وطن تھی) لکھا تھا -

خواتین اسلام کی فہرست مین ریحانہ' موصوفہ کا نام بحیثیت شایق علوم ہونے کے اضافہ کیے جانے کے قابل ہے - بلاشبہہ ریحانہ کی مثال اُس زمانے کے علمی شوق اور مسلمانون کی تعلیمی حالت پر گہری روشنی ڈالتی ہے مین اسے محض اتفاقیہ مثال ماننے کے لیے بالکل آمادہ نہین ہون بلکہ مجھے یقین واثق ہے کہ چوتھی پانچوین صدی کے روشن علمی دور مین خواتین اسلام بھی علم کی ویسی ہی دلدادہ تھین جیسے مرد اُس زمانے کے مردون اور عورتون کی حالت بلاشبہہ ہماری موجودہ تعلیمی حالت سے بالکل جداگانہ تھی، اور بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ ہماری تعلیمی ترقی بجائے اس کے کہ غیرون کی مثال کی محتاج ہو قومی روایات کی زیادہ محتاج ہے -

نجوم کے حصے کو چھوڑ کر، جس میں فی زماننا دلچسپی نہیں لیجا سکتی، کتاب کے باقی تمام حصے نہایت قیمتی اور کارآمد معلومات سے معمور ہیں اور میرا خیال ہے کہ اُن کی اشاعت مفید اور دلچسپ ثابت ہوگی۔ اگر فرصت ملی تو کتاب التفہیم کے وہ مقالات، جو تاریخی اہمیت رکھتے ہیں، کسی وقت ضرور شائع کراؤنگا۔ انشاءاللہ

۱۲۔ قانون مسعودی۔ ۵ نسخے۔ (۱) بوڈلین لائبریری آکسفورڈ (۲) برلن لائبریری۔ (۳) برٹش میوزیم (۴) امپیریل لائبریری کلکتہ۔ (۵) لٹن لائبریری مدرستہ العلوم علی گڈھ

بوڈلین کا نسخہ سب سے پُرانا نسخہ ہے اور اس کی کتابت کا زمانہ ۵۷۳ھ ہجری یعنے بیرونی کی وفات سے ۱۳۰ سال بعد کا زمانہ ہے۔ اس نسخے کے کچھ اجزا کے فوٹو مدرستہ العلوم کی لائبریری کے واسطے منگائے گئے ہیں کتاب کا ابتدائی حصہ مفقود ہے اُس موقع پر جہاں قانون کا اخیر مقالہ ختم ہوتا ہے کاتب نے لکھا ہے کہ میں مصنف کے اصل نسخہ سے فلاں تاریخ کو مقابلہ کر کے فارغ ہوا۔ یہ نسخہ نہایت بیش بہا چیز ہے اور قانون مسعودی کی تصحیح اور اشاعت میں اس سے بہت کچھ مدد ملے گی۔

برٹش میوزیم کے نسخے کی تاریخ ۶۷۰ھ ہجری ہے اور یہ بوڈلین کے نسخے سے سو سال بعد کا ہے مدرستہ العلوم کی لائبریری میں اس وقت دو نسخے ہیں۔ پہلا کچھ زیادہ پُرانا نہیں ہے اور صحت وغیرہ کی حالت بہت ناقابل اطمینان ہے۔ تقطیع ۸+۱۲ انچ سے کچھ زیادہ ہے اور تقریباً ساڑھے چھ سو صفحے ہیں۔

دوسرا نسخہ ایک بے نظیر نسخہ ہے جس کی صحت لائق اعتماد ہے۔ اس کی تقطیع پہلے نسخے سے چھوٹی اور خط گنجان اور باریک ہے، جیسا کہ بالعموم پانچویں صدی میں ممالک مشرق میں رائج تھا۔ کل اوراق کی تعداد ۲۳۹ ہے۔ اوراق ۹۱-۹۰-اور ۱۲۱-۱۳۱ کسی قدر بعد کے لکھے ہوئے ہیں۔

نسخہ ہذا کے خاتمے پر عبارت ذیل مرقوم ہے۔

"تمت المقالۃ الحادیۃ عشر من قانون المسعودی وتم بتمامہا الکتاب والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی محمد وآلہ اجمعین وفرغ من تسویدہ ابو الفتح نصر بن محمد بن ہبۃ اللہ فی سلخ ربیع الآخر سنۃ اثنتی وستین وخمس مائۃ والموافق بروز آبان من ماہ اسفندارمذ من سنۃ ست وخمسین مائۃ۔ حامداً للہ سبحانہ تعالیٰ ومصلیاً علی نبیہ محمد وآلہ"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب ہذا کو ابو الفتح نصر بن ہبۃ اللہ نے ربیع الآخر سنہ ۵۶۲ ہجری میں تحریر کیا تھا۔ اس طرح پر یہ نسخہ بیرونی کی وفات سے سوا سو برس بعد کا لکھا ہوا ہے۔ علاوہ بریں کتاب ہذا کے صفحہ اولین کی طرف سادہ پر خوشخط خط نسخ میں عطاء طغری[۳] کے نیچے مرقومۂ ذیل عبارت تحریر ہے۔

"من عواری الزمان دخل فی نوبۃ العبد الجانی افقر خلق اللہ تعالیٰ وا حوجہم الیہ اوحد بن اسعد بن بہرام المستوفی البیہقی ختم اللہ لہ بالخیر"

---

[۲] یہ نسخہ دراصل کلکتہ کی امپیریل لائبریری کی ملکیت ہے لیکن فی الحال ندوۃ العلوم کی لائبریری میں موجود ہے اور جس وقت تک ضرورت سمجھی جائے گی یہیں رہے گا۔ ۱۲

[۳] یہ نہایت عمدہ طغری ہے اور اس میں "کتاب المسعودی" لکھا ہوا ہے۔ ۱۲

والحسنی ویسر آمالہ فی الاولی والاخری بحق اصوب علیہم استخرج من کتان
کتانہ وابھی تاج توج بہامہ تہامہ فی شہر شعبان المعظم من شہور سنہ
ثمان عشرہ وثمان مائۃ من الہجرۃ النبویۃ المصطفویہ والحمد للہ اول و آخرا"

یہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ ۸۱۸ھ ہجری میں یہ نسخہ ایک صاحب وحدبن اسعد بہرام البیہقی کے پاس پہونچا۔ دو مہرین بھی اسی جانب لگی ہوئی ہین جس مین "فاضل خان بندہ شاہجہان لکھا ہے" اس کے علاوہ دو چھوٹی مہرون کے نشان اور مختلف خطوں مین کچھ عبارتون کے علامات بھی ہین جو اس بری طرح مٹ گئی ہین کہ پڑھی نہین جا سکتین۔ قانون مسعودی ہیئت مین بے نظیر تالیف ہے اہل عرب نے اس فن مین جو حیرت انگیز ترقی کی تھی اُس کا غالباً بہترین ثبوت قانون مسعودی کو سمجھنا چاہیے۔ کہا جاتا ہے کہ اس مین بعض ایسے مسائل پائے گئے ہین جن کا انکشاف سترھوین صدی مین اہل یورپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے[۲۳]۔

ڈاکٹر جوزف ہاروووڈلش صاحب، جو عربی کے مشہور جرمن اسکالر اور چند ماہ پیشتر مدرسۃ العلوم علیگڈھ کے پروفیسر تھے قانون مسعودی کی اشاعت کا اہتمام کر رہے تھے۔ افسوس ہے کہ پروفیسر موصوف کے کالج سے علیحدہ ہو جانے کے بعد سے یہ سارا منصوبہ ہی درہم برہم ہو گیا۔ اب دیکھیے کب تک اہل علم کو اس کتاب کی اشاعت کا انتظار کرنا پڑے۔

---

[۲۳] دیکھو کارڈ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۱۳ء صفحہ ۳۴۲-)

(۴)

جب ہم بیرونی کی تالیفات کے تذکرے مین مصروف تھے، تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہماری تخیل نے ہمین کسی پرانے بیت الحکمت کے کتب خانے مین لا کھڑا کیا ہے، جہان ہر کتاب کا نام ہمین چونکا دینے والا ثابت ہوتا ہے اور بیساختہ دل چاہتا ہے کہ ان دلفریب کتابون مین سے ایک ایک کو نکال کر گرد و غبار سے پاک و صاف کیا جائے اور روز روشن مین ایک ایک ورق لوٹ کر دیکھا جائے کہ لکھنے والے نے ان مین کیا لکھا ہے، لیکن دستِ تمنا دراز ہو کر جس کتاب پر پڑتا ہے وہ خاک ہو کر ہاتھ مین رہجاتی ہے اور آرزومند دل کو کفِ افسوس ملنے کے سوا کوئی چارہ نظر نہین آتا۔

اے گردش زمانہ! بیرونی کی ساری عمر کی جمع کی ہوئی دولت کا دسوان حصہ بھی باقی نہ رہ سکا۔ کیا اس کی ہفتاد سالہ جد و جہد کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا کہ حرف غلط کی طرح دنیا سے اُس کا نام مٹانے کی کوشش کی جاتی۔ کیا وہ رات دن اپنی دُھن مین مِٹ جانے والا ایک آن کے لیے بھی یہ سوچتا تھا کہ ابنائے دہر کی ناقدرشناسی سے اُس کے ثبت کیے ہوئے نقوش پر اسطرح پانی پھر جائے گا۔ شہرزوری نے لکھا ہے کہ "بجز نوروز اور مہرجان کے دو دن کے سال بھر مین کسی وقت بیرونی کا ہاتھ قلم سے، اُس کی آنکھین دیکھنے سے اور اُس کا دماغ غور و فکر سے جدا نہ ہوتا تھا" آخر یہ انہماک کس لیے تھا؟ اے بیرنگی رنگ دہر سے تو نا واقف نہ تھا۔ آثار عتیقہ کی جستجو کے وقت تو نے سب سے

پہلا سبق یہی لیا ہوگا کہ تبرک قائم کیے ہوئے آثار دست برد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکیں گے اور ایک زمانہ آئے گا، جب قدامت پرستوں کا گروہ عجز سے باقی ماندہ آثار کو سمیٹنے کے لیے سارے زمانے کی خاک چھانتا پھرے گا۔

اگر متلاشیان آثار عتیقہ کی کوششیں کبھی شکرگذاری کی مستحق ہو سکتی ہیں، تو بلاشبہ جرمن مستشرق ایڈورڈ زاخو کا ہمیں احسانمند ہونا چاہیے کہ اُس نے مدتوں کی تلاش اور برسوں کی دماغ سوزی کے بعد بیرونی کی دو معرکۃ الآرا تصانیف آثار الباقیہ اور کتاب الہند کو اس اہتمام کے ساتھ شائع کرا دیا ہے اور اُن کے انگریزی اور جرمن ترجمے بھی طبع کرا لئے ہیں، تاکہ وہ لوگ جو اصل تصانیف کو نہیں پڑھ سکتے ترجموں ہی کے ذریعہ سے بیرونی سے تعارف حاصل کر لیں۔ چونکہ یہ دونوں کتابیں ہر شخص کو دستیاب ہو سکتی ہیں اور ہم بھی اُن کے متعلق پوری معلومات رکھتے ہیں، غالباً یہ نامناسب نہ ہوگا کہ یہاں اِن کتابوں پر مفصل تبصرہ و تقریظ لکھی جائے تاکہ ناظرین اپنے مطالعہ سے پہلے ان کی قدر و قیمت کا اندازہ کر سکیں۔

کتاب آثار الباقیہ، بیرونی کے قیام جرجان کی یادگار ہے۔ اس بیش بہا کتاب کا پورا نام "الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ" ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہوتا ہے اس میں ازمنۂ گذشتہ کے علمی آثار سے بحث کی گئی ہے۔ دیباچے میں کتاب کے مضامین اور طریق تحقیق کا ذکر کیا ہے۔ چونکہ یہ مقام کئی لحاظ سے اہمیت خاص رکھتا ہے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُسے بجنسہ بیرونی کے الفاظ میں نقل کر دیا جائے۔

"اما بعد اُدبا میں سے ایک صاحب نے مختلف قوموں کی تواریخ و سنین کی کیفیت

اُن کے اصول میں اختلاف کی وجہ یا مجھ سے دریافت کی یعنے تاریخیں کہاں سے شروع ہوتی ہیں اور اُن کے حصے، یعنے سال اور مہینے جن پر وہ مبنی ہیں، کیا ہیں، علاوہ بریں وہ کیا اسباب تھے جن کی وجہ سے یہ اختلاف پیش آیا۔ نیز کون کون سے مشہور تیوہار اور میلے اور یادگار روز مخصوص اوقات اور رسوم وغیرہ ہیں، جو مختلف قوموں میں رائج ہیں، صاحب مذکور نے اصرار کیا کہ ان امور کی تشریح ایسی وضاحت کے ساتھ کروں کہ یہ باتیں پڑھنے والے کی بخوبی ذہن نشین ہو جائیں اور اُسے متفرق کتابوں اور گذشتہ مصنفین کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ ایک نہایت دشوار اور مشکل الحصول کام ہے، بالخصوص اُس شخص کے لیے جو ان باتوں کو اس پیرایہ میں لکھنا چاہیے کہ پڑھنے والے کے دل میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے۔ لیکن مولانا امیر سید الاجل منصور ولی النعم شمس المعالی ادام اللہ قدرتہ کی علو دولت کے طفیل میں مجھے محنت اور کوشش کرنے کی توفیق ہوئی اور میں نے اس پورے بحث کو اپنی اُن معلومات کی مدد سے جو سماع، عیان یا قیاس سے حاصل ہوئی تھیں تحریر کرنا چاہا ....

ان مسائل کی بہترین تشریح کے لیے گذشتہ قوموں کے اخبار و روایات جاننے کی ضرورت ہے، اس لیے کہ اُن میں سے اکثر اُن کی باقی ماندہ دینی و دنیوی رسوم پہ روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ مقصد محض عقلی استدلال (استدلال بالمعقولات) یا مشاہدہ محسوسات پر قیاس کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اہل کتب و ملل اور اصحاب الآرا اور ارباب نحل کے جن میں وہ رائج ہیں صحیح خیالات سے مطلع ہونے اور ان معلومات کی بنا پر بجائے خود غور کرنے سے گوہر مقصود حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس بارے میں خود ان کے مختلف اقوال اور خیالات کا باہمی مقابلہ ضروری ہے۔

لیکن سب سے پہلے واجب ہے کہ اپنے نفس کو ان عوارض اور اسباب سے خالی

کر دیا جائے جو اکثر لوگون کو سچائی کے دیکھنے سے اندھا کر دیتی ہین مثلاً عادت مالوفہ، تعصب، جوش، قسمت، خود غرضی، خیال مقصد برآری وغیرہ وغیرہ۔ جس طریقے کا مین ذکر کر رہا ہون یہی گوہر مقصود کے پانے اور شوائب شبہ و شکوک کے رفع کرنے کا بہترین طریقہ ہے، اس کے بغیر چاہے کتنے ہی سخت اعتنا اور کوشش کیجائے ناممکن ہے کہ یہ غرض پوری ہوجائے۔

لیکن اس کو مین مانتا ہون کہ جو اصول اور طریقے ہم نے مقرر کیے ہین اُن پر عمل پیرا ہونا سہل نہین ہے، بلکہ بُعد اور صعوبت کی وجہ سے شبہ ہوتا ہے کہ اُس تک پہونچنا ناممکن ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تمام اخبار اور روایات مین بکثرت جھوٹی باتین داخل ہوگئی ہین اور ظاہرا یہ باتین ناممکنات سے بھی نہین معلوم ہوتین کہ انھین آسانی سے پہچان کر نکال دیا جائے۔ بہر حال ہم نے روایات اور اخبار کو ممکن الوقوع تصور کر لیا اور بطور صحیح روایات کے مان لیا ہے، بشرطیکہ دوسرے شواہد سے اُن کا بطلان نہوتا ہو۔ اس لیے کہ ہم احوال طبیعی مین خود ایسی باتین دیکھتے ہین اور ہم سے پہلے بھی لوگون نے بارہا ایسی باتین دیکھی ہین کہ اگر اُن کے مثل پچھلے زمانے کی کوئی روایت ہوتی تو ہم کہ اُٹھتے کہ یہ تو ناممکن ہین۔ اس کے سوا عمر انسانی ایک ہی قوم کے اخبار جاننے کے لیے کافی نہین ہوسکتی پس یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ بے شمار قومون مین تمام قومون کے پورے اخبار معلوم ہوجائین۔ یہ قطعاً ناممکن ہے۔

جب معاملات کی یہ کیفیت ٹھیری تو ہم پر واجب ہے کہ زیادہ قریب کی باتون سے کم قریب کی باتین اور زیادہ معلوم شدہ باتون سے کم معلوم شدہ باتین اخذ کرین اور جہان تک ہوسکے انہین صحیح کر دین روایات کو اُن لوگون تک ہم پہونچائین، جن کا تعلق ان روایات سے ہے جہان تک ہوسکے اُنکی اصلاح اور درستی کی کوشش کرین اور باقی کو اس کے حال پر

چھوڑ دین، تاکہ ہمارے اِس عمل سے طالب حق اور محب حکمت کو دوسرے مضامین کی تحقیقات اور اُن امور کے دریافت کرنے کا موقع ملے، جو ہمین معلوم نہین ہو سکے ہم نے خدا کی مدد سے اسی پر عمل کیا ہے،،

تحقیق و تفحص کا جو طریقہ بیرونی نے بتایا ہے اُس پر عمل پیرا ہونے کی اُس نے ہمیشہ کوشش کی ہے اور اُس کی ہر تصنیف کے مطالعہ سے بخوبی ثابت ہو سکتا ہے کہ کس قدر کامیابی کے ساتھ وہ اُس پر کاربند ہوا ہے۔ ہمارے زمانے مین، جو مشاہدہ تحقیق اور تفحص کا زمانہ کہلاتا ہے، لوگون کا عام طور پر یہ گمان ہے کہ متقدمین کا دار و مدار محض ،، استدلال بالمعقولات ،، پر تھا، اور وہ اصول مشاہدہ و تدقیق سے قطعاً نابلد تھے۔ سولھوین صدی کے اواخر مین لارڈ بیکن (Lord Bacon) نے جدید فلسفۂ تحقیق کا سنگ بنیاد رکھا اور اُس کے زمانے سے بتدریج لوگ تحقیقات علمی کی طرف متوجہ ہوئے۔ بیشک ہمین ماننا پڑیگا کہ یورپ مین بیکن سے پہلے لوگون مین اتنی استعداد نہ تھی کہ وہ اُن اصول کا تصور کر سکتے یا اُن پر کاربند ہو سکتے، لیکن بیکن سے چھ سات سو برس پہلے مسلمان اتنی علمی ترقی کر چکے تھے کہ وہ نہ صرف ان اصول ہی سے پورے طور پر واقف تھے، بلکہ اُن پر چلنے اور عمل کرنے کی بھی کامل صلاحیت اُن مین موجود تھی ہمین کوئی بتائے کہ منطق استقرا جس کے اصول کی تدوین زمانۂ حال کا عظیم الشان کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ بیرونی کو تحقیق و تفحص کے کون سے نئے طریقے بتا سکتی تھی جن سے وہ نابلد تھا۔ اس سے ہمارا یہ منشا نہین ہے کہ ہم زمانہ حال کی بیش از قدر علمی کوششون پر پانی پھیرنا چاہتے ہین بلکہ مقصود صرف اتنا بتا دینا ہے کہ ہمارے

زمانے کے لوگ، بالخصوص یورپ کے محقق اور اُن کے مقلد، اپنے یہان کے علمی کارگذاریون کو تو فلک الافلاک تک پہونچا دیتے ہین، اور دوسرون کی کوششون کا ذکر کرنے مین اکثر سرد مہری اور بے اعتنائی سے کام لیتے ہین۔ یہی عوارض ہین جن سے بچنے کی بیرونی نصیحت کرتا ہے اور اس نصیحت پر عمل کرنے کی آج بھی ایسی ہی ضرورت ہے جیسی نو سو سال پہلے تھی۔

آثار الباقیہ کے مضامین کی وسعت معلوم کرنے کے لیے ہم ذیل مین اُس کے مباحث کا خلاصہ درج کرتے ہین اور آگے چل کر چند دلچسپ اقتباسات بھی دین گے جن سے بیرونی کے انداز تحقیق کا حال معلوم ہو سکے گا۔

دیباچہ، سبب تالیف اور کتاب کا طریق تحقیق

ب ۱۔ دن اور رات کی ماہیت، ان کی مجموعی حیثیت اور آغاز و ابتدائے یوم کا ذکر، دن رات (الیوم بلیلہ) کی تعریف، مختلف قومون مین ابتدائے روز غروب آفتاب، طلوع آفتاب، دوپہر یا آدھی رات سے ہوتا ہے۔ کن کن قومون مین کس وقت سے دن کا شروع سمجھا جاتا ہے۔ رات اور دن اور یوم الصوم (روزے کے دن کا طول)

ب ۲۔ سالون اور مہینون کا ذکر، پورے سال کی درازی، شمسی سال کا ذکر، قمری سال کا ذکر۔

ب ۳۔ تواریخ (سنین) کی ماہیت اور اس بارے مین قومون کے اختلافات تاریخ (سنہ) کی تعریف، آغاز کے اسباب، وہ سنہ جو انسان کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے

انسان کی پیدائش کے متعلق اہل فارس، یہود، اور عیسائیون کے خیالات۔ یہود اور عیسائیون کی روایات کی علمی تنقید۔ توراۃ اور اناجیل کے مختلف نسخون اور اُن مین اختلافات کا ذکر۔ طوفان نوح کی تاریخ کے متعلق بحث جس مین طوفان کی تاریخ بروایات یہود، عیسائی، اور منجمین بیان کر کے سب کو قطعاً ناقابل اعتبار قرار دیا ہے اور دکھایا ہے کہ ان روایات کی بنا پر نہ طوفان کی حقیقت پر کچھ روشنی پڑ سکتی ہے اور نہ اُس کی تاریخ پر۔

تواریخ بخت نصر، فیلفس، اسکندر، قیصر اغسطس، انطونینس، دقلطیانوس ہجرت یزدجرد معتضد، اور تواریخ قدماے عرب و قدماے خوارزم کا تذکرہ۔

ب ۴ ذی القرنین کے متعلق مختلف اقوال و روایات۔

ب ۵ تواریخ مذکورہ مین کیا کیا مہینے استعمال ہوتے ہین اور اُن مہینون اور اُن کے دنون کے کیا نام ہین۔ فارسیون، سغدیون، خوارزمیون، قدیم مصریون، مغربیون اور یونانیون کے مہینون کا ذکر۔ عبرانی تقویم اور مہینون کے بارے مین طولانی اور دقیق بحث، ہلال کے طلوع کے متعلق یہود کے خیالات، اہل شام، قدماے عرب قدماے مصر اہل ثمود کے مہینے اور دنون کے عربی نام۔ ماہ رمضان کی مقدار اور المعتضد کے اصلاح شدہ تقویم کے مہینے۔ خلاصہ جدول الشہور۔

ب ۶ ایک تاریخ کو دوسری تاریخ سے کیسے نکالا جائے۔ ملوک اور اُن کی مدت حکومت کے حالات باختلاف آرا۔ جدول اولاد حضرت آدم باختلاف یہود و نصاریٰ تبصرہ و تنقید۔ جداول مدبرین، ولاۃ، کاہنین، قضاۃ قبل و بعد عمارت بیت المقدس انسان کی مدت عمر کے متعلق منطقی بحث اور عجائب طبیعی کا ذکر۔ آشوری، بابلی، کلدی

قبطی، مقدونی، رومی بادشاہون کی تاریخی جدولین، ملوک نصرانیہ قسطنطنیہ کی جدولین، اہل فارس کی تواریخ ملوک۔ پیشدادیون، کیانیون اور ساسانیون کے متعلق متعدد جدولین حسب اختلاف روایات۔ مختلف تواریخ کا مقابلہ بر حساب ایام،، حساب شطرنج،، اور ایک تاریخ کا دوسری تاریخ سے برآمد کرنا۔

ب ادوار اور تقوفات[1] (یعنے سال کا وہ مقام جہان سے آغاز سال شمار کیا جاتا ہے) موالید سنین و شہور، اُن کی کیفیتون اور یہودی اور دیگر سنین کے کبائس[2] کا ذکر سیارون، کواکب سبعہ اور بروج کے نام عربی، رومی، فارسی، سُریانی، عبرانی، ہندی اور خوارزمی زبانون مین۔ کس طرح کسی تاریخ کے آغاز کا پتہ لگایا جاتا ہے۔

یہ باب آثار کا نہایت دشوار باب ہے۔

ث مدعیان نبوت اور اُن کی امت کی تاریخین۔ بُدھ، مانی، مزدک بن ہمداد، مسیلہ بہافرید بن ماہ فرودین، ہاشم بن حکیم المعروف بہ ابن المقنع، حسین بن منصور حلاج، ابن ابی زکریا الطامی اور ابن ابی الغراقر کے حالات۔

افسوس ہے کہ یہ قیمتی باب موجودہ نسخون مین ناکمل ہے۔ زردشت کے حالات اس مین نہین پائے جاتے اور ابن ابی الغراقر کے حال مین صرف ایک دو فقرے باقی رہ گئے ہین۔ اگلے نسخے نو مین باب کے ابتدائی مضامین نہین ہین اور اس طرح یہ باب بھی غیر مکمل ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیچ کے اوراق (یا ابواب) گم ہوگئے اور نقل کرنے والون نے بجبوراً جتنا موجود تھا بتمام و کمال نقل کر لیا۔

[1] انگریزی مین (year point) کہتے ہین

[2] انگریزی مین (Leap years) کہتے ہین۔

ب ۹ اہل فارس کے عید تیوہارون کا ذکر۔
ب ۱۰ اہل سُغد کی عیدون وغیرہ کا ذکر۔ منازل قمر کی جدول بلغت سغد وخوارزم
ب ۱۱ اہل خوارزم کی عیدون کا ذکر۔
ب ۱۲ خوارزم شاہ کی تقویم خوارزم کی اصلاح کا ذکر۔
ب ۱۳ تقویم یونانی کے ایام کا تذکرہ، جیسا کہ یونانی اور دوسری قومون کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے۔
ب ۱۴ یہود کے مشہور دنون اور عیدون کا بیان۔
ب ۱۵ سُریانی مہینون کے مشہور عیدون، تیوہارون کا ذکر جو عیسائیون کے فرقۂ ملکیہ مین رائج ہین۔
ب ۱۶ عیسائیون کے اُن روزون، عید تیوہارون وغیرہ کا ذکر جن کے متعلق تمام عیسائی فرقے اتفاق رکھتے ہین۔
ب ۱۷ نصارائے نسطوریہ کی عیدون، روزون اور دوسرے مشہور دنون کا ذکر
ب ۱۸ قدیم مجوسیون کی عیدون اور صابئین کے روزون اور عیدون کا بیان۔
ب ۱۹ عربون کی اُن عیدون کا ذکر جو ایام جہالت مین رائج تھین۔ فصلون (یعنے موسمون) کی جدول باختلاف آراء۔
ب ۲۰ مسلمانون کی عیدون اور مشہور ایام کا ذکر۔
ب ۲۱ منازل قمر طلوع وغروب اور چاند کی مختلف صورتون کا ذکر۔ اسی باب مین مختلف موسمی ہواؤن، اُن کی تعداد اور اختلاف سے بحث کی گئی ہے اور منازل قمر کے احوال کی جدول دی ہے اور اُن ۲۸۔ کواکب کے مقامات کی فہرست

بیان کی ہے جہان سے ہو کر چاند گذرتا ہے۔ اخیر مین تسطیح اور ستارون کے نقشے بنانے کا حال بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس بارے مین اس وقت تک کوئی کتاب موجود نہ تھی۔

غرض یہ فہرست ہے بیرونی کی آثار الباقیہ کے مضامین کی۔ لیکن محض اس فہرست کے اوپر سرسری نظر ڈال لینے سے کتاب کی خوبیون کا پورا اندازہ ہونا دشوار ہے۔ اس کتاب کو دیکھ کر ایک مبصر کو حیرت ہوتی ہے کہ سوا نو سو سال پہلے کس طرح کوئی مصنف ایسے عالمانہ اور محققانہ طور پر اس پایہ کی تصنیف کر سکتا تھا۔ کسی مضمون کے متعلق تمام روایات کو جمع کرنا، تنقیدی نظر سے اس کے ہر پہلو کو جانچنا، ہر ایک کی صحت و عدم صحت کی پوری تحقیقات کے بعد صحیح فیصلہ صادر کرنا بیرونی کے آثار کے ایسے عام خصائص ہین جو اس کی تصنیف کو دیگر تصانیف سے ممتاز کرتے ہین۔ جابجا ریاضی و حساب کی مدد سے معاملات کو پرکھا ہے اور موشگافی کے عجیب عجیب طریقون سے کام لیا ہے۔

اس مین شبہہ نہین کہ الکی کتاب کی تالیف کی غرض سے بیرونی کو بیشمار کتابین دیکھنی پڑی ہون گی، لیکن جو باتین بیرونی نے آثار مین جمع کی ہین ان کے تفحص کے لیے محض کتابون سے کام نہین چل سکتا تھا۔ جابجا ہم دیکھتے ہین کہ آثار کے مصنف نے اپنی ذاتی معلومات سے بہت سے نئے امور جمع کیے ہین مثال کے طور پر اہل فارس اہل خوارزم اور اہل سغد کو لیجیے، جن کے قومی اور مذہبی توامین مراسم اور عقائد کے متعلق آثار مین بیش بہا معلومات جمع کی گئی ہین۔ بیرونی کے زمانے مین

مجوسیون کے متعلق اسلامی علم ادب مین کافی تالیفات موجود تھین، لیکن کتاب کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر مسالا خود بیرونی کا جمع کیا ہوا ہے۔ ایران و خوارزم مین اُس وقت تک مجوسی کافی تعداد مین موجود تھے۔ یہ لوگ جو اکثر دیہات مین رہتے تھے اور دہقان کہلاتے تھے۔ ان لوگون کا ملکی اقتدار تو مدتون سے جا چکا تھا لیکن اب اُن مین علمیت بھی مفقود تھی۔ مذہب اور رسم و رواج کی محض کورانہ تقلید کرتے تھے اور اُن سے کسی معاملے کی حقیقت جاننے کی امید کرنا فضول تھا۔ بیرونی کی محققانہ کوششون کا شکر گذار ہونا چاہیے کہ اُس کی بدولت ہمین آج سے ہزار سال پہلے کے ایک ایسے فرقے کے مستند حالات معلوم ہو سکتے ہین، جن کا نام و نشان بہت جلد اُن ملکون سے ہمیشہ کے لیے مٹنے والا تھا۔ بیرونی نے آتش پرستون کی نہایت عمدہ تقویم، عید نوروز اور تیوہارون کی فہرست اور کیفیت آثار مین تحریر کی ہے جو فی زمانا نہایت قابل قدر چیز ہے۔

کچھ مجوسیون ہی پر موقوف نہین ہے، یہودی تقویم کے متعلق بھی ایسی ہی مکمل معلومات کا ذخیرہ آثار مین موجود ہے۔ نسطوری و غیرہ عیسائی فرقون کے متعلق بھی جو کچھ لکھا ہے، قابل قدر ہے، خوارزمی، یونانی اور اسلامی تقویمون پر محققانہ ابواب لکھے ہین۔ علاوہ ازین شاہان قدیم کی فہرستین بڑی جانفشانی سے جمع کی ہین۔ غرض جس پہلو سے دیکھیے ایک بے نظیر دماغ کی کاوشون کے آثار ظاہر ہوتے ہین۔

اگر چاہین تو خاص دلچسپی کے مقامات بھی "آثار" مین سے کثیر تعداد مین جمع ہو سکتے ہین لیکن بنظر اختصار یہان پر صرف چند غور طلب اقتباسات درج کیے جاتے ہین:

جن سے بیرونی کی ذہنی حالت پر گہری روشنی پڑتی ہے۔

فی زمانہ قدامت انسان کا مسئلہ دنیائے علم کا ایک مسلم مسئلہ ہے، اور حکمائے عہد نسل انسان کے آغاز کو اب سے لاکھوں برس پہلے ثابت کرتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے زمانے مین اس قسم کے خیالات کی ابتدا ہوئے سو برس بھی نہین گذرے۔ چند سال پیشتر تک علمائے مغرب بالعموم پیدایش انسان کو مسیح کی ولادت سے صرف چار ہزار چار سال پہلے تصور کرتے تھے اور اس وقت بھی بیشمار لوگ ایسے موجود ہون گے جو کتب مقدسہ (یعنے اناجیل و تورات) کی بنا پر اس تاریخ کو ناقابل تردید تصور کرتے ہونگے۔ آج سے ہزار سال پہلے مسلمانون مین بھی (ہمارے زمانے کے مسلمانون کی طرح) یہود و نصاری اور مجوسیون کے عقائد و تاریخی روایتین نہایت کثیر تعداد مین مسلم تھین اور منجملہ دیگر امور کے نسل انسان کے آغاز کو صرف چند ہزار برس پہلے مانا جاتا تھا۔ لیکن بیرونی نے اس بارے مین جو کچھ لکھا ہے وہ موجودہ زمانۂ تحقیق مین خاص دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔

"امور قدیمی مین سب سے زیادہ مشہور بات انسان کا عالم وجود مین آنا ہے، لیکن اہل کتاب یعنے یہود نصاری اور مجوس وغیرہ مین اس کی کیفیت اور ابتدا کے متعلق ایسا اختلاف ہے کہ تواریخ مین اس قسم کے اختلاف کو کبھی روا نہین رکھ سکتے، ابتدائے خلق اور قرون سابقہ کے علم کے متعلق جتنی باتین ہین وہ بُعد وقت اور امتداد زمانہ کے باعث غلط امور سے بھری ہوئی ہین اور محتاط سے محتاط شخص بھی اُس عہد کے امور کے حفظ اور ضبط سے عاجز ہے۔ حق تعالی فرماتا ہے الم یاتھم نبأ الذین من قبلھم لا یعلمھم الا اللہ یعنے کیا ان لوگون کے پاس اُن لوگون کی جو ان سے پہلے ہوئے ہین کہانیان نہین ہین۔ سوائے خدا کے انھین کوئی نہین جانتا۔ لھذا

اور لیے یہی ہے کہ ایسے امور میں کسی قول کو قبول نہ کیا جائے تاوقتیکہ اُس کی صحت کتاب معتمد یا خبر صحیح سے جس کی تصدیق شرائط ثقہ اور ظن اغلب سے ہوتی ہو، نہ ہو جائے"۔ (آثار صفحہ ۱۳-۱۴)

آگے چل کر یہود کی تاریخی روایات کی ناقابل اعتماد حالت نہایت شرح وبسط کے ساتھ دکھا کر بیرونی لکھتا ہے۔

"یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایسا اختلاف ایک ایسی قوم کی روایات میں پایا جاتا ہے جو کئی مرتبہ قید اور جنگ کی مصیبتیں اُٹھا چکی ہے۔ اقرب و اولیٰ قیاس یہی ہے کہ بنی اسرائیل دوسرے معاملات میں پھنس گئے اور اپنی تاریخی روایات کو برقرار نہ رکھ سکے خصوص ایسی مصیبت کی حالت میں، جب ہر ایک عورت جو اپنے بچے کو دودھ پلاتی تھی اپنے بچے کو بھول گئی اور حاملہ عورتوں کے حمل گر گئے" (سورہ ۲۲-آیت ۲) اس کے علاوہ حکومت اور ریاست ایک قبیلے میں نہیں رہی بلکہ تیسرے حکومت اور ریاست ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے کو ایسی ترتیب کے ساتھ نہیں پہونچی کہ اُن کے حکمرانوں کی تاریخیں وغیرہ صحیح طور پر محفوظ رہ سکتیں"۔ (آثار صفحہ ۱۹)

جو لوگ عہد عتیق کے متعلق موجودہ تنقید تاریخی سے آگاہ ہیں وہ بلا شبہ بیرونی کی ژرف نگاہی کی داد دیں گے۔

چوتھے باب میں بیرونی نے ذی القرنین کے متعلق مختلف روایات بیان کی ہیں۔ اُس کے بعد لکھتا ہے۔

"عمر بن الخطابؓ نے جس وقت لوگوں کو ذوالقرنین کی بابت بحث کرتے دیکھا تو کہا، کیا تمہارے لیے یہ کافی نہ تھا کہ انسانوں کے حالات میں غور کرتے کہ تم دوسری بحث میں پڑ گئے اور انسانوں سے گذر کر، فرشتوں کے حدود میں جا داخل ہوئے"۔ (آثار صفحہ ۴۰-۴۱)

عجیب و غریب اور فوق العقل روایات کو اس طرح مسترد کرنے کے بعد بیرونی نے بعض

لوگون کی اس رسالے کی تائید کی ہے کہ ذوالقرنین یمن کے قدیم بادشاہون مین سے ایک بادشاہ کا نام ہے اور ثبوت مین یہ دلیلین پیش کی ہین کہ یمن کے قدیم بادشاہون کے اکثر نام لفظ «ذو» سے شروع ہوتے ہین مثلاً ذوالمنار، ذوالاذار، وغیرہ اور نیز یمن کی بعض روایات ذوالقرنین کی حکایات سے ملتی جلتی ہین۔ آگے چل کر سد سکندری کے متعلق جو روایات مشہور ہین اُن کی عدم صحت کو ظاہر کیا ہے۔ الغرض یہ باب غور سے مطالعہ کرنے کے قابل ہے۔

اسی طرح اور بہت موقعون پر مافوق الفطرۃ اور ناممکن الوقوع امور کی محققانہ تردید کی ہے۔ مثلاً ذیل مین کس ظرافت اور لطف کے ساتھ اس قسم کے بیانات کا خاکہ اُڑایا ہے۔

"کعب الاحبار نے بیان کیا ہے کہ بتاریخ ۱۴ کانون یوشع بن نون کے لیے ایک روز جب کہ آسمان پر بادل گھرا ہوا تھا، سورج پورے تین گھنٹے حرکت سے رُکا رہا۔ اسی طرح شیعون مین جہلا امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بارے مین ایک روایت بیان کرتے ہین۔ اب اگر سوال کیا جائے کہ یہ حکایات صحیح ہین یا غلط تو ہم کہین گے کہ جن پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے اُنھین گھڑیان بہت لمبی معلوم ہوتی ہین اور خیال ہوتا ہے کہ رات کا وقت نہایت آہستہ آہستہ چلتا ہے۔ مثلاً علی بن الجہم نے جب وہ غزوۃ الروم مین گیا تھا ایک رات جس وقت زخمون اور تکان سے چور چور تھا کہا تھا۔

اُسَالَ بِالصُّبحِ سَیْلٌ — اَم زِیدَ فِی اللَّیلِ لَیلٌ

یعنے کیا کوئی سیلاب صبح کو بہا لے گیا — یا کوئی دوسری رات اس رات مین ملا دی گئی

بعد مین جس وقت رہا ہو تو اس واقعہ کے متعلق برابر اُس کے دماغ مین اوہام باطلہ موجود رہے۔"

ایسا ہی واقعہ گاہے گاہے رمضان مین پیش آجاتا ہے جب دن کے اخیر حصے مین بادل اور اندھیرا ہوتا ہے۔ لوگ روزہ کھول ڈالتے ہین اور تھوڑی دیر بعد جب مطلع تھوڑا بہت کھلتا ہے تو سورج آسمان پر چمکتا ہوا نظر آتا ہے،، (آثار صفحہ ۲۴۸ - ۲۴۹)

بیرونی دنیا کے اُن حکماء مین سے ہے جو قوانین قدرت کے استحکام اور یکرنگی پر مضبوط اعتقاد رکھتے ہین۔ غیر واقعی اور ناممکن الوقوع امور اُس کی نظر مین کبھی قابل قبول ثابت نہین ہوتے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے۔

،، ۵ ور ۶ کانون (دسمبر) لوگ کہتے ہین کہ ۶ تاریخ کو ایک وقت ہوتا ہے جب کھاری پانی تمام صفحۂ زمین پر میٹھا ہو جاتا ہے۔ پانی کی تمام خاصیتین اُس زمین پر منحصر ہوتی ہین جہان سے اُس کا گذر ہوتا ہے یا جہان وہ ٹھہرا یا بہتا ہے۔ یہ خاصیتین غیر متغیر ہین اور اُس وقت تک نہین بدلتین جب تک کوئی اور باعث حائل نہ ہو جائے۔ لہذا یہ قول کہ اس وقت یہ پانی میٹھا ہو جاتا ہے بالکل بے بنیاد ہے۔ متواتر تجربہ و مشاہدہ سے اس کلام کی بے بنیادی کا پردہ فاش ہو جائے گا اس لیے کہ اگر پانی میٹھا ہے تو کچھ مدت تک میٹھا رہے گا۔ ہان اگر تم اس وقت یا کبھی کھاری پانی کے کنوئین مین چند سیر موم ڈالدو تو ممکن ہے کہ اُس کا کھار کچھ کم ہو جائے گا۔ اصحاب التجارب (اہل تجربہ) نے بیان کیا ہے کہ اگر تم ایک ہلکی سی شمع موم کی بنا کر سمندر کے پانی مین اس طرح رکھ دو کہ اُس کا منھ (سطح آب سے) اوپر ہو تو برتن مین جو پانی ہوگا وہ میٹھا ہو جائے گا۔ اگر تمام کھاری پانی مین اتنا میٹھا پانی مل جائے کہ کھار جاتا رہے تب ایسا وقوع مین آسکتا ہے۔ اس کی مثال تنیس نامی جھیل سے ظاہر ہوتی ہے اُس کا پانی خریف اور موسم سرما مین میٹھا ہوتا ہے لیکن اور دو موسمون مین کھاری ہو جاتا ہے اس لیے کہ دریائے نیل کا پانی اُس مین بہت کم داخل ہو سکتا ہے“

(آثار صفحہ ۲۵۰)

لیکن جہان قوانین قدرت کی مضبوطی کا پورے طور پر معتقد ہے وہان اُس کی رنگا رنگ کیفیتون اور پیچیدہ و لاینحل حالتون کا خیال بھی اس کے دماغ مین موجود رہتا ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ موجودات مین اکثر اوقات ایسی طبیعی کیفیتین ظہور پذیر ہوتی ہین جو بادی النظر مین ممکنات سے خارج معلوم ہوتی ہین اور جن کے اسباب و علل کے معلوم کرنے سے اکثر انسانی عقل عاجز رہجاتی ہے۔ بنا برین عجائب طبیعی کے حقایق پر غور کرنا اور اسباب و علل کا نکالنا ایک ایسا کام ہے جس کی انجام دہی کے لیے بڑی ژرف نگاہی۔ اور موشگافی درکار ہے عجائب طبیعی پر بیرونی جس تعمق کے ساتھ نگاہ ڈالتا اور اُن کے قدرتی اسباب و علل کو نکالنے کی کوشش کرتا ہے اُسے دیکھ کر ہمین بے حد حیرت ہوتی ہے اور بشکل یقین آتا ہے کہ اس کامیابی کے ساتھ متقدمین حکماے اسلام مسائل طبیعی کے حل کرنے کی استعداد رکھتے تھے۔ ایک جگہ بیرونی نے دریاؤن اور پانی کے چشمون وغیرہ سے بحث کی ہے، جہان قدرتی اسباب اور طبیعی وجوہ کا کھوج لگایا ہے۔ یہ ایک نہایت دلچسپ بحث ہے اور میرے خیال مین غیر معمولی تاریخی اہمیت کی مستحق ہے۔ جو لوگ مسائل طبیعیات مین دلچسپی رکھتے ہین وہ خاص کر اس طویل بحث کو غور اور شوق کے ساتھ مطالعہ کرین گے۔

"(۲۰) ۲ ۔ نیسان ۔ مصر مین تیز ہوا اور دکس مین بارش۔ سنان نے اپنے تجارب کی بنا پر اس تاریخ مین مینہ برسنے کا ذکر کیا ہے۔ لوگ کہتے ہین کہ اس روز جنوبی ہوا چلتی ہے اور دریا اور چشمے چڑھنے شروع ہوتے ہین۔ دریاؤن کا اس زمانے مین چڑھنا تمام دریاؤن کے حق مین درست نہین ہے۔ بلکہ اس لحاظ سے دریاؤن کی کیفیت مین بڑا اختلاف ہے مثلاً

جیحون اُس وقت چڑھتا ہے، جب فرات و دجلہ مین بہت کم پانی ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن دریاؤن مین جن کے مخرج سرد ملکون مین واقع ہین گرمی مین جاڑے سے زیادہ پانی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر دریاؤن کا اصلی پانی چشمون سے آتا ہے اور چشمون کے پانی کی کمی زیادتی منحصر ہے اُس نمی پر جو پہاڑون پر، جہان سے دریا نکلتے یا ہو کر گذرتے ہین گرتی ہے۔ چشمون مین جب پانی زیادہ ہوتا ہے تو دریا مین بھی سیلاب آتا ہے۔

یہ ہر شخص جانتا ہے کہ موسم سرما اور اوائل ربیع مین بہ نسبت کسی دوسری موسم کے بخارات زیادہ گرتے ہین۔ شمالی ملکون مین جہان سردی کی شدت ہے، برف خوب جم جاتا ہے۔ لیکن جب ہوا گرم ہونے لگتی ہے اور برف پگھلتا ہے تو جیحون بھی چڑھتا ہے۔ مگر فرات و دجلہ اُن کے مخارج زیادہ شمال مین نہین ہین۔ اسی وجہ سے موسم سرما و ربیع مین اُن مین سیلاب آتا ہے اس لیے کہ جو بخارات نازل ہوتے ہین وہ فوراً دریا مین آجاتے ہین اور ربیع کے شروع مین پانی کا وہ حصہ جو منجمد ہوا اس طرح پر دریا مین بہ آتا ہے۔

دریاے نیل کو لیجیے۔ جب فرات و دجلہ نہایت پایاب ہوتے ہین تو اُس مین طغیانی ہوتی ہے اس لیے کہ اس دریا کا مخرج جبل القمر مین بیان کیا جاتا ہے جو ملک حبش مین شہر اُسوان کے پرے جنوب مین واقع ہے۔ یہ مخرج یا تو بالکل خط استوا پر واقع ہے یا اُس سے کچھ جنوب کی طرف ہٹا ہوا ہے۔ یہ امر ہنوز مشتبہ ہے اس لیے کہ خط استوا کے حوالی جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے غیر مسکون ہین۔ ظاہر ہے کہ وہان برف کا منجمد ہونا دشوار ہے لہذا اگر دریاے نیل کی طغیانی کا باعث بخارات کا گرنا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ پانی جہان گرتا ہے وہان نہین ٹھہرتا بلکہ سیدھا نیل مین آجاتا ہے۔ لیکن اگر طغیانی کا باعث چشمے ہین تو ان چشمون مین ربیع مین پانی زیادہ ہو جاتا ہے، لہذا نیل موسم گرما مین چڑھتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ

جس وقت سورج ہم سے نہایت قریب اور ہمارے سر کے اوپر ہوتا ہے (یعنے موسم گرما مین)
تو وہ اُن مواضع سے جہان سے نیل نکلتا ہے بہت دور ہوتا ہے۔ لہذا وہان اُس وقت
سردی ہوتی ہے (اور اس وجہ سے نمی جمع ہوتی ہے)۔

اب سوال یہ ہے کہ موسم سرما مین پانی اس قدر کثرت سے کیون پیدا ہوتا ہے حقیقت
الامر یہ ہے کہ حکیم عزوجل نے پہاڑون کے پیدا کرنے مین بہت سے منافع رکھے ہین بعض
کا بیان ثابت بن قرہ نے اپنی کتاب مین لکھا ہے، جہان پہاڑون کے پیدا کرنے مین خدا کی
حکمت کا ذکر کیا ہے۔ اُس مین بھی ایسی ہی غرض ہے جیسی خدا نے سمندر کے پانی کو کھاری
بنانے مین رکھی ہے۔

ظاہر ہے کہ پہاڑون مین گرمی سے زیادہ سردی مین نمی گرتی ہے اور بمقابلہ میدانون
کے زیادہ گرتی ہے۔ جب نمی گرتی ہے تو اُس کا کچھ حصہ دریاؤن مین بہ آتا ہے، کچھ حصہ نالون اور
پہاڑی گڈھون مین گر کر جمع ہو جاتا ہے۔ بعد مین یہ جوف او جیون (چشمون) مین ہو کر بہتا ہے۔
چونکہ موسم سرما مین وہ چیز جن سے چشمون کا حجم بڑھتا ہے (یعنے نمی) زیادہ پیدا ہوتی ہے لہذا
اس موسم مین پانی کی بھی کثرت ہوتی ہے۔ اب اگر جوف (پہاڑون کی چٹانون کے شگاف
جن مین پانی موجود ہے)، پاک صاف ہے تو اس مین سے پانی بھی صاف شفاف اور شیرین
برآمد ہوگا۔ اور اگر ایسا نہین ہے تو پانی کی مختلف حالتین اور خاصیتین ہو جائین گی جن کے علل
ہم سے مخفی ہین۔

اب رہا چشمون کا اُبلنا اور پانی کا چڑھنا سو اُس کی شرح یہ ہے کہ اُن کا خزانہ (ذخیرہ)
اُن سے زیادہ بلندی پر واقع ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی سمجھنی چاہیے جیسی فوارے کی
اس لیے کہ پانی کے اوپر چڑھنے کا بس یہی ایک سبب ہے۔

اکثر لوگون نے، جو علم طبیعیات سے ناواقف ہین اور اپنی جہالت کے لیے یہ بہانہ ڈھونڈھ لیا کرتے ہین کہ خدا کی حکمت ہی ایسی ہے، اس بارے مین مجھ سے بحث کی۔ اپنے خیالات کی تائید مین وہ کہتے تھے کہ ہم نے نہرون اور نالون مین پانی چڑھتے دیکھا ہے یعنے جتنا پانی اپنے مخرج سے ہٹتا جاتا ہے اُتنا ہی وہ (اپنے موج سے) اونچا ہوتا جاتا ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ ان لوگون نے پہاڑی ندیون مین پانی بہتے دیکھا ہے (جن کی تہ فی میل پچاس سے لیکر سو گز تک نیچے کی طرف کو ڈھلوان ہوتی ہے۔ اگر کوئی کسان کہین پر اس ندی سے نالا کاٹ کر نکالے اور اُس کا ڈھال اوپر کی طرف کو ہو تو پہلے پانی بہت تھوڑا آتا ہے، لیکن بالآخر دریا کے پانی کی سطح سے کہین اونچا چڑھ جاتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص ان امور مین بصیرت نہ رکھتا ہو تو وہ خیال کرے گا کہ دریا کا بہاو خط مستقیم مین یا اوپر کی طرف کو ڈھلوان ہے۔ ایسے شخص کو غور الیقین ہو گا کہ دریا اوپر کی طرف چڑھ رہا ہے۔ اس شک کے دور کرنے کے لیے لابدی ہے کہ انھین اُن آلات کی حقیقت سے مطلع کر دیا جائے جن سے زمین تولی اور جانچی جاتی ہے اس لیے جس وقت وہ اُس زمین کا وزن کرین گے جس مین ہو کر پانی گذرتا ہے تو انھین اپنے خیالات کے خلاف یقین کرنا ہو گا۔ (اس قسم کے خیالات سے لوگ دست بردار نہین ہو سکتے) تاوقتیکہ وہ علوم طبعیہ کا مطالعہ کرین اور یہ نہ جانین کہ پانی مرکز اور مرکز کے قریب کے موقع کی طرف حرکت کرتا ہے۔

اس بات مین قطعاً شک و شبہ کی گنجایش نہین ہے کہ پانی کو جہان چاہین بلندی پر لیجا سکتے ہین، حتی کہ پہاڑ کی چوٹی تک، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ مقام (جہان پانی پہونچانا مقصود ہے) اُس کے اصلی خزانے سے نیچا ہو، اس لیے کہ پانی اُس کی سطح تک پہونچ کر رہ جائے گا، اور کوئی چیز پانی کے اوپر چڑھنے مین حائل نہ ہو۔ پانی اپنے فعل طبیعی مین کسی قوی چیز کا محتاج ہے جو بطور آلے کے کام دے۔ یہ چیز ہوا ہے۔ یہ عمل نہرون مین جن کے بیچ مین نیچے پہاڑ ہوتے ہین

جو دور نہین ہوسکتے اکثر کام مین لایا گیا ہے۔

اس مسئلے کی مثال اُس آلے سے ظاہر ہوگی جس کا نام سارقۃ الماء (پانی چور) ہے۔ اس آلے مین پانی بھر دو اور اُس کے دونون سرون کو دو برتنون مین رکھدو جن کے پانی کی سطح برابر ہو۔ سارقۃ الماء کا پانی دیر تک ٹھہرا رہے گا اور کسی برتن مین نہ گریگا اس لیے کہ ایک برتن بمقابلہ دوسرے کے پانی سے زیادہ قریب نہین ہے اور یہ ناممکن ہے کہ دونون برتنون مین گر پڑے اس لیے کہ آلہ مذکور خالی ہوجائے گا۔ خلا جیسا کہ بعض حکما کا خیال ہے یا محال ہے یا جیسا کہ بعض کا خیال ہے موجود ہے جو کہ اجسام کو کھینچتا ہے۔ اب اگر خلا محال ہے تو یہ بھی ناممکن ہے اور اگر خلا کوئی شے ممسکہ ہے تو وہ پانی کو ٹھہرائے رہتی ہے اور بہنے نہین دیتی تاوقتیکہ اُس کی جگہ کسی دوسری چیز سے نہ بھر جائے۔ لیکن اگر تم اس آلے کا ایک سرا دوسرے سے نیچا رکھو تو پانی اُسی طرف کو بہتا ہے اس لیے کہ اگر اُس کی جگہ نیچی ہوگئی ہے تو وہ مرکز ارض کے زیادہ قریب ہے اور اس لیے پانی اُس کی طرف بہتا ہے اور اجزا کے اتصال کی وجہ سے مسلسل بہتا ہے یہ پانی اُس وقت تک اُس سمت مین بہتا ہے جب تک برتن کا پانی جہان سے پانی آتا ہے ختم نہو جائے یا اُس برتن کے پانی کی سطح جہان پانی بہتا ہے اُس برتن کے پانی کی سطح کے برابر ہو جائے جہان سے پانی آتا ہے۔ غرض یہ مسئلہ پہلی حالت پر لوٹ آتا ہے۔

اسی اصول پر پہاڑون مین عمل کیا گیا ہے۔ کبھی کبھی پانی نلون کے ذریعے سے کنوون سے اوپر آجاتا ہے بشرطیکہ اُن کا پانی اوپر چڑھنے والا ہو۔ اس لیے کہ وہ پانی چہار طرف سے گر کر کہین جمع ہوجائے اور نہین چڑھتا وجہ یہ ہے کہ اُس کا ماخذ قریب کا پانی ہے اور اس پانی کی سطح اُس پانی کے متوازی ہے جہان سے یہان پر پہونچتا ہے۔

برخلاف اس کے ایک قسم کا پانی ہوتا ہے جو زمین سے اُبلتا ہے۔ ایسے پانی کی بابت

لوگ خیال کرتے ہین کہ وہ شاید سطح زمین تک آپہونچے اور اُس پر پھیل جائے۔ اس قسم کا پانی اکثر اُن ملکون مین پایا جاتا ہے جو کوہستان کے قریب ہین اور جہان جھیلین یا گہرے دریا موجود نہین ہین۔ اگر ایسے پانی کا خزانہ سطح زمین سے بہت بلند ہوتا ہے تو پانی اُبلتا ہوا نکلتا ہے بشرطیکہ شگاف (جس مین سے پانی اُبلتا ہے) تنگ ہو۔ لیکن اگر خزانہ نیچا ہے تو پانی سطح زمین تک پہونچ سکے گا۔ پہاڑون مین اکثر خزانہ ہزارون گز اونچا ہوتا ہے ایسی حالت مین پانی قلعون اور منارون کی چوٹیون تک پہونچ سکتا ہے۔

مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ چین کے لوگ اکثر یہان تک رکنوان کھودتے ہین کہ وہ اُس چٹان تک پہونچ جاتے ہین جس کے نیچے اُن کے خیال مین پانی ہوتا ہے تب وہ چٹان کو بجا کر دیکھتے ہین اور پانی کی مقدار آواز سے معلوم کرتے ہین اور بالآخر ایک چھوٹا سا سوراخ کرکے پانی کا حال معلوم کرتے ہین۔ اگر ٹھیک ہوتا ہے تو پانی نکلنے اور بہنے دیتے ہین لیکن اگر خوف ہوتا ہے تو فوراً چونے اور گچھ سے بند کر دیتے ہین اس لیے کہ اُنھین یہ اندیشہ رہتا ہے کہ کہین "سیل العرم" کی طرح سیلاب پیدا نہو جائے۔

آبرشہر اور طوس کے درمیان پہاڑ کی چوٹی پر پانی کی ایک چھوٹی سی جھیل ہے جسکا دور ایک فرسنگ (یعنے قریب بیس ہزار فٹ انگریزی) ہوگا۔ اس جھیل کا نام سبز رود ہے (اور اس کا پانی ہمیشہ جوُن کا توُن رہتا ہے) اس کے تین اسباب ہوسکتے ہین۔

(۱) یا تو اُس کا مادہ کسی ایسے خزانے سے، جو جھیل سے بہت اونچا ہے، آتا ہے اگرچہ اس خزانے کا موقع وہان سے بہت دور ہو، اور اس مین اتنی مقدار مین برابر پانی آتا رہتا ہے جتنا آفتاب کی شعاعین اُس جھیل مین سے بخارات مین تبدیل کر دیتی ہین۔

(۲) یا اُس کا مادہ کسی ایسے خزانے سے پہونچتا ہے جس کی سطح اُس جھیل کی برابر ہے

اور اس وجہ سے اس جھیل کا پانی خزانے کی سطح سے پست و بلند نہیں ہوتا۔

(۳) یا اُس کے مخارج کی کیفیت کسی طرح پر آلہ سمی " اللّہ مجّج " اور خود گردار لمپ "سراج الخادم نفسہ" کے پانی سے مشابہ ہے ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ تم ایک پانی کی صراحی ("جرّۃ الماء") یا دیا ("دَبّۃ الدّھن") لو۔ اور صراحی یا چراغ دان (یا دیا) کے کنارون مین باریک باریک چھید "ثُقباً لطافاً" بناؤ پھر اُس مین ایک تنگ سوراخ (ثُقبۃ ضیقۃ) بناؤ جو برتن کے دہانے سے اتنی دور پر ہو جتنی دور تک تم پانی صراحی مین یا تیل چراغ دان مین رکھنا چاہتے ہو (یعنے سوراخ وہ نشان ہے جہان تک ہمین پانی یا تیل رکھنا مقصود ہے) اُس کے بعد تم جرہ کو طشت مین اور دبّہ کو لمپ ("سراج") مین اُلٹ پلٹ کر ڈالو۔ تب پانی اور تیل باریک باریک سوراخون مین سے نکل آئے گا یہان تک کہ وہ اس سوراخ کی سطح تک آپہونچے گا جب اتنی مقدار جتنی سوراخ مین سے نکلتی ہے خرچ ہو جائے گی تب وہ نکلیگی۔ جو سوراخ کے بعد مین ہے اس طرح اخیر تک پانی کی ایک سی حالت باقی رہے گی۔

اسی جھیل سے مشابہ میٹھے پانی کا ایک کنوان ضلع کیاک کوہستان مانکور مین ہے۔ یہ ڈھال کی برابر بڑا ہے اور اُس کے پانی کی سطح ہمیشہ کنوین کے کنارے کے متوازی ہوتی ہے اکثر فوج کی فوج اس کنوین کے پانی سے سیراب ہو جاتی ہے اور اُس مین اُنگلی برابر بھی فرق نہین ہوتا۔ اس کنوین کے قریب کسی انسان کے پیر کا نشان اس حیثیت سے بنا ہوا ہے جیسے گویا کوئی عبادت مین مشغول تھا۔ دونو ہاتھون، انگلیون اور گھٹنون کے نشان ہین نیز بچّے کے پیرون اور گدھون کے سمون کے نشانات بھی ہین۔ غزّی ترک اِن نشانات کو پوجتے ہین۔

اسی طرح کی ایک چھوٹی سی جھیل جو ایک میل مربع (ساڑھے چھ ہزار فٹ) ہے کوہ

بامیان پر واقع ہے۔ گاؤن جوڈھال پر واقع ہے اُس کا پانی اسی جھیل مین سے ایک چھوٹے سے سوراخ مین ہو کر آتا ہے اور وہان کے باشندون کی ضروریات کے لیے کفایت کرتا، لیکن اس سے زیادہ دستیاب نہین ہوتا۔

اکثر میدان مین بھی، جہان کے پانی کا خزانہ بلندی پر ہو، پانی اُبلنے لگتا ہے اگر پانی کے اُبلنے کی طاقت کسی سبب مانع کی وجہ سے رُکی رہتی ہے تو جس وقت یہ مانع دور ہو جاتا ہے فوراً پانی اُبلنے لگتا ہے۔ الجیہانی نے بخارا اور القریۃ الحدیثہ کے درمیان مین ایک قریہ کا ذکر کیا ہے، جہان کھودنے والون نے مال کے خزانے کی تلاش مین ایک پہاڑ کو کھودا۔ یکایک اُن کی زد سے رُکے ہوئے پانی کو نکلنے کا موقع مل گیا۔ پھر تو کسی طرح وہ اُن کے روکے نہ رُکا اور آج تک جاری ہے۔

اگر تمھین تعجب ہی کرنا ہے تو ایک عجیب موقع پر جس کا نام فیلوان ہے اور جو جرجان کے قریب واقع ہے۔ اظہار تعجب کر سکتے ہو۔ یہ ایک برآمدے (صُفّہ) کی شکل کی چیز ہے جو پہاڑ مین کھدی ہوئی ہے۔ اس کی چھت پر سے پانی گرتا ہے، تو پانی جم کر لمبی شمائل کی صورت مین بن جاتا ہے۔ جرجان کے اکثر لوگون کی زبانی مین نے سنا ہے کہ لوگون نے کدالون سے اُس پر ضربین مارین تو جس جگہ چوٹ پڑی وہ جگہ خشک ہو گئی اور پانی بالکل نہ بڑھا۔ حالانکہ قیاس چاہتا ہے کہ اگر بڑھا نہین تو حالت اصلی پر ضرور رہنا چاہیے تھا۔

اس سے بھی بڑھ کر عجیب جامع مسجد قیروان کے وہ دو ستون ہین جن کا ذکر جیہانی نے ”کتاب الممالک والمسالک“ مین کیا ہے۔ لوگون کا بیان ہے کہ ہر جمعہ کو طلوع آفتاب سے پہلے

ف ۵ اسے انگریزی مین ” Icicles “ کہتے ہین اور یہ برف کی وہ خاص صورت ہوتی ہے جب قطرے وغیرہ سے جم کر لٹک جاتا ہے۔

ان سے پانی ٹپکتا ہے۔ تعجب کہ عین جمعہ کے روز ایسا ہوتا ہے۔ اگر یہ واقعہ عموماً ہفتے کے روز پیش آتا تو فرض کیا جاتا کہ اس کا تعلق ماہتاب کے خلاف موقع شمس پر پہونچنے کے باعث سے ہے۔ غرض یہ قابل قبول امر نہین ہے اس لئے کہ جمعہ کے روز کا ہونا ایک ایسی شرط ہے جس اسے محمول نہین کیا جا سکتا۔ کہتے ہین کہ بادشاہ روم نے اُن کے خریدنے کے لیے لوگ روانہ کیے تھے اور کہلا بھیجا تھا کہ مسلمانون کے لیے نقد قیمت اس سے بدرجہا افضل ہے کہ اُن کی مسجد مین دو پتھر موجود ہون۔ لیکن اہل قیروان نے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ ہم خدا کے گھر سے نکال کر انھین شیطان کے گھر نہ بھیجین گے۔

اس سے بھی بڑھ کر عجیب چیز قیروان کا متحرک ستون ہے۔ یہ ایک طرف کو جھکا ہوا ہے۔ جب یہ ستون جھکتا ہے تو لوگ اُس کے نیچے کوئی چیز رکھ دیتے ہین اور جب سیدھا ہوتا ہے تو وہ چیز اُس کے نیچے سے نکالی نہین جا سکتی۔ اگر شیشہ نیچے رکھ دیا جائے تو اُس کے کچلنے اور ٹوٹنے کی آواز آتی ہے۔ کوئی شبہ نہین کہ یہ محض ایک صنعت کا کرشمہ ہے، جیسا کہ اس کے محل وقوع سے ظاہر ہوتا ہے" (آثار الباقیہ صفحہ ۲۶۱-۲۵۵-۱۲)

ہم نے یہ مقام جو زیادہ طویل ہے تمام و کمال نقل کر دیا ہے تاکہ پورے طور پر ناظرین اندازہ کر سکین کہ مسائل طبیعی کی عقدہ کشائی مین بیرونی نے کیسی باریک بین طبیعت پائی تھی۔

تاریخی روایات کی چھان بین کی کیفیت مندرجۂ ذیل بحث سے ظاہر ہوگی جو بیرونی نے اہل اسلام کے قمری مہینون کے مشہور ایام کے تاریخی واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے بذیل یوم عاشورہ محرم تحریر کی ہے۔

"لوگ کہتے ہین کہ اس روز خدا نے آدم کی خطا معاف کی۔ نوح کی کشتی اسی روز کوہ جودی کی

جودی پر ٹھہری۔ حضرت عیسیٰ اس دن پیدا ہوئے۔ حضرت موسیٰ نے اُس روز فرعون کے پنجے سے رہائی پائی۔ حضرت ابراہیم پر اس روز آتش نمرود سرد ہوئی۔ حضرت یعقوب کی آنکھوں مین اس روز بصارت واپس آئی۔ یوسف اسی روز چاہ کنعان سے نکالے گئے۔ سلیمان اُس روز تخت نشین ہوے۔ قوم یونس نے اس روز عذاب الٰہی سے نجات پائی۔ ایوب نے اس روز مرض سے صحت حاصل کی۔ حضرت ذکریا کی دعا اُس دن قبول ہوئی۔ نیز یہ بھی مشہور ہے کہ اسی دن حضرت موسیٰ نے بعدد وہ ساحران مصر پر فتح پائی۔ اگرچہ ممکن ہے کہ یہ تمام واقعات ایک ہی تاریخ مین پیش آئے ہون لیکن یہ باتین محض اُن قصہ گویون کی بکواس ہین جو تحقیق علمی کے طریقون سے واقعات اخذ کرنے سے نابلد ہین اور روایات کو اہل کتاب کی روایات سے مطابق کرنے کی کوشش نہین کرتے۔

بعض لوگون کا خیال ہے کہ عاشورہ عبرانی لفظ "عاشور" سے معرب ہے جو یہودیون کے ماہ تشرین (یعنے یہودی سال کے پہلے مہینے) کی دسوین تاریخ ہے، جس دن کبور کا روزہ ہوتا ہے۔ یہ بھی کہتے ہین کہ اس روزے کی تاریخ کا عربی مہینون سے انطباق کیا گیا اور پہلے عربی مہینے کی دسوین تاریخ اسکے لیے مقرر کی گئی جس طرح کہ یہودیون کے پہلے مہینے کی دس تاریخ مقرر تھی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پہلے سال مین اسی تاریخ (دس محرم) کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ بعد مین یہ حکم منسوخ ہوگیا اور رمضان مین روزے مقرر ہوئے۔

لوگون مین یہ روایت بھی مشہور ہے کہ رسول مقبول نے مدینہ منورہ وارد ہونے کے دن یہودیون کو عاشور کا روزہ رکھتے دیکھا۔ جب آپ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اُس روز خدا نے فرعون کو غرق کیا تھا اور موسیٰ و بنی اسرائیل کو اس کے پنجے سے نجات دلائی تھی۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ

بہ نسبت یہود کے ہم موسیٰ سے زیادہ قریب ہیں۔ پس اُسی روز آپ نے روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ جب رمضان کے روزے مقرر ہوئے تو عاشورہ کے روزے کا نہ آپ نے حکم دیا نہ اُس کی ممانعت کی۔

علمی تحقیقات سے یہ روایت صحیح ثابت نہیں ہوتی۔ سال ہجرت میں محرم کی پہلی تاریخ جمعہ کا روز ۱۶۔ تموز ۹۳۳ سکندری تھی۔ لیکن اس روز کا یہودی تقویم سے مقابلہ کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ یہودی سال کا پہلا دن یک شنبہ ۱۲۔ ایلول مطابق ۲۹۔ صفر تھا۔ لہذا عاشورے کا روزہ سہ شنبہ ۹۔ ربیع الاول کو واقع ہوا اور رسول مقبول کی ہجرت ربیع الاول کے نصف اول میں پیش آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوشنبہ کو روزہ رکھنے کا جب سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا تھا، "اس دن میں پیدا ہوا، اس دن نبوت ملی، اس دن ہجرت ہوئی"۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سے دوشنبہ کو ہجرت وقوع میں آئی۔ بقول بعض ۲۔ ربیع الاول بقول بعض ۸۔ ربیع الاول اور بقول بعض ۱۲۔ ربیع الاول کو ہجرت پیش آئی۔ بہرحال تاریخ ہجرت ۸۔ ربیع الاول مسلم ہے اس لیے کہ ۲۔ اور ۱۲۔ ربیع الاول دوشنبہ کو آکر نہیں پڑتیں اس سال کے ۱۔ ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن تھا، دوسری کو سہ شنبہ کا اور ۱۲۔ کو جمعہ تھا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارد مدینہ ہونا بتاریخ ۸۔ ربیع الاول یہودی مہینے کی دس تاریخ (مطابق ۹۔ ربیع الاول) سے ایک دن پہلے وقوع میں آیا اور عاشور کسی طرح محرم میں واقع نہیں ہوا۔ ہاں ہجرت سے دس اور تیس سال پہلے اور بیس اور تیس سال بعد جا کر ضرور ایسا ہوا۔

اس لیے یہ دعوی باطل ہے کہ رسول اللہ نے عاشور کے دن اس وجہ سے روزہ رکھا کہ وہ اس سال (قمری) کے پہلے ماہ کی دس تاریخ تھی اور دونوں تاریخیں (یعنی دس تشرین اور دس محرم) ایک دن واقع ہوئی تھیں۔

صورت ہو سکتی ہے کہ تم عاشورہ کو یہودی سال کے پہلے سال کے عربی سال کے پہلے ماہ میں منتقل کر دو، اسلیے کہ ہجرت کے پہلے سال میں محرم کی پہلی تاریخ جمعہ کا دن اور دس محرم دوشنبہ کا دن تھا۔ نیز ہجرت کے دوسرے سال یہودیوں کا عاشورا اور رسول اللہ کے وارد مدینہ ہونے کی تاریخیں ایک نہیں ہو سکتیں اس لیے کہ اُس دن عاشورہ (یوم السبت (شنبہ) تھا۔

اب رہا یہودیوں کا یہ قول کہ اُس روز (یعنی عاشور کو) فرعون غرق ہوا تو یہ خود توراۃ سے غلط ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ یہ واقعہ ۲۱ نیسان کو پیش آیا جو ایام فطیر میں سے ساتواں دن تھا۔ رسول اللہ کے وارد مدینہ ہونے کے بعد یہودی بیسودر کا شروع شنبہ کا دن ۲۲ آذار ۹۳۳ سکندری مطابق ۱۷ رمضان ہے اور جس دن فرعون غرق ہوا وہ ۲۳ رمضان ہوئی۔ پس یہ روایت بھی سرتاسر غلط ثابت ہوتی ہے۔"

(آثار الباقیہ صفحہ ۳۲۹-۳۳۰)

اب ہم اخیر میں صرف ایک مقام اور نقل کرنا چاہتے ہیں۔ آثار کے آٹھویں باب میں جہاں مدعیان نبوت کے حالات لکھے ہیں وہاں منصور حلاج کے مختصر حالات بھی درج کیے ہیں۔ کتاب کی تصنیف کے وقت منصور کے قتل کے واقعہ کو کم و بیش نوے سال گزرے تھے۔ یہ خیال رکھتے ہوئے کہ منصور کے سوانح پر اسوقت تک تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے یہ حالات خاص دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہیں اور تاریخی حیثیت سے بھی کسی قدر نئی روشنی ڈالتے ہیں:-

"المقنع کے بعد ایک شخص صوفی منش فارسی النسل ابو الحسن بن منصور الحلاج پیدا ہوا۔ سب سے پہلے اُس نے مہدی ہونے کا دعوےٰ کیا اور کہا کہ میں کوہِ طالقان واقع دیلم سے آیا ہوں۔ لوگ اسے پکڑ کر بغداد لے گئے۔ یہاں اُسے تشہیر کے بعد قید کر دیا گیا، لیکن قید سے نکل بھاگا۔ منصور ایک شعبدہ پرداز

اور متصنع شخص تھا اور ہر مذہب اور فرقے کے لوگوں سے اُنکے اعتقادات سے اتفاق ظاہر کر کے میل جول پیدا کرتا تھا۔ بعد مین یہ دعویٰ کیا کہ روح القدس مجھ مین حلول کر گئی ہے اور اپنے آپ کو "الٰہ" کے نام سے موسوم کیا۔ اُس کے ایک خط مین جو اپنے پیروون کے نام لکھا تھا حسب ذیل الفاظ درج عنوان کیے تھے "مِنَ الھُو ھُوَالْاَزَلِی الاوّلِ النُّوْرِ الشَّاطِعِ اللّامِعِ والاَصْلِ الْاَصْلِیّ وحجۃ الحجج وربُّ الارباب ومنشی السّحاب ومشکوٰۃ النور ورب الطُّور المتصوّر فی کُلِّ صُوْرۃٍ اِلٰی عبدہٖ فُلَان" یعنی یہ خط ہے اُسکی طرف سے جو کہ ازلی اور ابدی ہے جو چمکتا ہوا نور، تمام اصلوں کی اصل، تمام حجتوں کی حجت، خداون کا خدا، بادل کا بنانیوالا، نور کا دریچہ، طور کا خدا ہے اور تمام صورتوں مین پنہان ہے، فلان بندہ کا نام۔ اُس کے مرید اپنے خطوط کو جو اُسکے نام بھیجتے تھے اس طرح شروع کرتے تھے "سبحانک یا ذات الذات ومنتھی غایۃ اللذّات یا عظیم یا کبیر اشھد انک البارئ القدیم المنیر المتصور فی کل زمان وفی زماننا فی صورۃ الحسین بن منصور عبیدک ومسکینک وفقیرک والمستجیر بک والمنیب الیک الراجی رحمتک یا علام الغیوب یقول کذا وکذا" یعنی شروع تیری تعریف کے ساتھ اے تمام ہستیوں کی ہستی، تمام خوشیون کی انتہا، اے عظیم اے کبیر، مین گواہی دیتا ہوں کہ تو باری اور قدیم ہے اور روشنی کا پیدا کرنیوالا اور تمام زمانوں مین ظاہر ہونے والا ہے اور ہمارے زمانے مین حسین بن منصور کی شکل مین ظاہر ہوا ہے۔ تیرا غلام مسکین فقیر، تیری مدد کا محتاج، تیری پناہ کا طلبگار اور تیری رحمت کا امیدوار اے پوشیدہ باتون کے جاننے والے یہ اور یہ عرض کرتا ہے۔

منصور نے اپنے دعوے مین بہت سی کتابیں لکھی ہیں مثلاً "کتاب نور الاصل" "کتاب جمع الاکبر" اور "کتاب جمع الاصغر"

سنہ ۳۰۹ھ میں خلیفہ المقتدر باللہ نے گرفتار کر لیا۔ ایک ہزار تازیانے لگوائے اور ہاتھ پیر کٹوا کر قتل کرا دیا بعد اسکے بدن روغن نفتہ ڈلوا کر جلوا دیا اور خاک دریائے دجلہ میں ڈالدی۔ دونوں قتل میں اُس نے مُنھ سے ایک لفظ نہ نکالا بلکہ پیشانی پر بل بھی نہ پڑا اور لب تک نے جنبش نہ کی۔

منصور کے مذہب کے پیرو کچھ لوگ اس وقت تک موجود ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ مہدی طالقان سے پھر ظاہر ہوگا۔ اس مہدی کے متعلق کتاب الملاحم میں مذکور ہے کہ وہ دنیا کو انصاف سے بھر دیگا۔ جیسے کہ اسوقت جور و تعدی سے بھری ہوئی ہے۔ اس کتاب میں کہین لکھا ہے کہ وہ محمد بن عبداللہ ہوگا، کہین ہے کہ وہ محمد بن علی ہوگا۔ چنانچہ جب مختار بن ابی عبید الثقفی نے لوگوں سے محمد الحنفیہ کے گرد جمع ہونے کا اعلان کیا تو یہی دعوٰی کیا کہ یہ مہدی موعود ہو

ہمارے زمانہ میں بھی لوگ مہدی کے آنے کے منتظر ہیں اور خیال کرتے ہین کہ جبل رضوی میں اُس کا قیام ہے۔ بنو امیہ السفیانی کے ظہور کے منتظر ہیں، جس کا کتاب الملاحم میں ذکر آیا ہے اس کتاب میں یہی لکھا ہے کہ دجال جو لوگون کو گمراہ کریگا ناحیۂ اصفہان سے اُٹھے گا۔ منجمین کا خیال ہے کہ وہ جزیرہ برطانیہ سے یزدجرد بن شہریار کے ۴۶۶ سال بعد ظاہر ہوگا۔ انجیل میں دجال کے ظہور کے علامات مذکور ہیں۔ یونانی اور مسیحی کتابون مین جیسا کہ مار اثناوِدرس اسقف مصیصہ نے تفسیر انجیل میں بیان کیا ہے، اُس کا نام انطیخرسطوس ہے۔" (آثار صفحہ ۲۱۱-۲۱۲)

(۵)

اب ہم بیرونی کی اُس تصنیف کی طرف متوجہ ہوتے ہین جو اُس نے ہند کے متعلق لکھی ہے۔ اِس کتاب کا پورا نام "کتاب ابی الریحان محمد بن احمد البیرونی فی تحقیق ما للھند من مقولہ مقبولہ فی العقل او مرذولہ" ہے۔ اس کتاب کا منشا اُس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس مین ہندوون کے متعلق ہر قسم کی معلومات، خواہ وہ عقلاً قابل قبول ہون یا نہ ہون، جمع کی گئی ہین۔ ہم بلحاظ اختصار اسے "کتاب الہند" کے نام سے موسوم کرتے آئے ہین، اور آیندہ بھی اسی نام سے اس کا ذکر کرین گے۔

اوپر بیرونی کے حالات مین یہ لکھا جاچکا ہے کہ افغانستان پہونچنے کے بعد بیرونی نے ہندو علوم پڑھنے کا اہتمام کیا اور اسی غرض سے مغربی ہندوستان کی طالبعلمانہ سیاحت بھی کی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حصول مرام مین بیرونی کہان تک کامیاب رہا۔

ہندو علوم کا مخزن سنسکرت زبان تھی۔ ہمارے زمانے مین اس قدیم زبان کے سیکھنے کے واسطے جو آسانیان مہیا ہین وہ پانچوین صدی ہجری کے اوائل مین موجود نہ تھین۔ لیکن آج بھی جو شخص سنسکرت زبان سیکھنے اور اُس مین ادبی اور علمی مہارت حاصل کرنے کے لیے مستعد ہو، وہ بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ اس کے لیے اُسے کتنی جان توڑ محنت اور کتنا عزیز وقت صرف کرنا ہوگا۔

بیرونی فتح خوارزم کے بعد (۴۰۸ھ) جب غزنی پہونچا اُسکی عمر

پینتالیس سال سے متجاوز ہو چکی تھی، اور جس وقت اُس نے کتاب الہند ختم کی، (سنہ ۴۲۳ھ) اُسکی عمر ساٹھ سے اوپر تھی۔ پینتالیس اور ساٹھ سال کی عمر کے درمیان مین جو مدت ہے وہی بیرونی کی اُس طالب علمی کا زمانہ ہے۔ نہایت غیر معمولی شوق، اعتماد، ہمت اور استقلال درکار ہین کہ عمر کے اس حصے مین کوئی شخص ایسی شدید دماغی محنت کے لیے کمربستہ ہو جائے۔

بیرونی کے لیے اس امر مین صرف عمر ہی کا ایک سوال نہ تھا، جس کے لیے مردانہ عزم درکار تھا۔ سنسکرت زبان خود بیرونی کے لیے ایک ایسی زبان تھی جس کی غیر معمولی دشواری دوسرے کی ہمت توڑ دینے کو کافی ہوتی۔ بھلا کیسے سمجھ مین آسکتا ہے کہ ایک خوارزمی مسلمان، جس کے چالیس سال سخت دماغی کاوشون مین گزر چکے ہون، ایک غیر مانوس، مشکل الحصول، غیر ملکی غیر مذہبی زبان کو، جو حدود اسلام سے باہر ہو، سیکھنے کی کوشش کرے، اور یہ سب نہ کسی معاوضہ کی امید پر اور نہ کسی کی ہمت افزائی سے، بلکہ محض بہ نیتِ تحقیقاتِ علمی۔ خود تاریخ اسلام مین، جہان شایقینِ علوم کی تعداد شمار اور اندازے سے باہر ہے، یہ واقعہ اپنی نظیر آپ ہے۔ یہ امر بالکل یقینی ہے کہ ابن رشد اور ابن سینا۔ ارسطو اور جالینوس کی زبان سے بالکل ناواقف تھے۔ گو اُنھون نے علوم یونان سے بہت کچھ فیض اُٹھایا اور دنیا کو پہونچایا، لیکن کبھی اُنھین اصلی سرچشمے پر پہونچنے کا خیال بھی نہین آیا، بلکہ اُنکا دارومدار کلیتہً ان عربی تراجم پر رہا جو دوسرون نے یونانی کتابون سے کیے تھے۔ ایک طرف یہ صورت ہے، دوسری طرف بیرونی کی مثال ہے، جس نے علوم ہند اور اہل ہند کے حقیقی

اور واقعی حالات پر مطلع ہونے اور دنیا کو واقف کرنے کی نیت سے اُنکے ملک کی سیاحت کی اُن میں رہ سہہ کے خود اُنکی زبان سیکھی اور اُنکی مذہبی اور علمی تصانیف بہم پہونچا کر خود مطالعہ کیا۔ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا کسی کو اس سے انکار ہوگا کہ "حکمائے اسلام بلکہ حکمائے عالم میں بیرونی ایک غیر معمولی امتیاز کا واقعی مستحق ہے" معلوم ہوتا ہے کہ حکیم مطلق نے اس بے نظیر حکیم کے جسم میں طلبِ علم کی وہ روح بھر دی تھی، جو بہت کم جسموں میں پائی گئی ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ تبائن السنہ کی جو سدّ راہ اقوام عالم میں حائل ہے اور ایک قوم کو دوسری قوم کی علم و دانش سے محروم رکھنے کے لیے ایک عمیق خلیج ہے دُور ہو جائے اور بلا واسطۂ غیرے آپس کے میل جول سے وہ فائدہ اُٹھایا جائے جو نسلِ انسان کی ترقی تمدن اور عقل و دانش کا راز اعظم رہا ہے۔

بغیر سنسکرت کے دشوار و پیچیدہ صرف و نحو اور لغات پر کامل دسترس حاصل کیے ناممکن تھا کہ بیرونی اہل ہند کے مذہب، فلسفہ، ہیئت، نجوم اور ریاضی کے ادق مسائل کو اس خوبی، صحت اور وسعت کے ساتھ سمجھ سکتا۔ زمانے کے سامنے اس وقت کتاب الہند موجود ہے اور اُس کے ہوتے ہوئے بیرونی کے تبحر کی دوسری شہادت پیش کرنا غیر ضروری ہے مجض کتاب کے مضامین کی فہرست پر ایک سرسری نظر ڈال لینے سے بھی اتنا معلوم ہو سکتا ہے کہ بیرونی اپنی غرض و غایت کے حاصل کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوا، اگرچہ صحیح اندازہ کرنیکے لیے لازمی ہے کہ اس کتاب کا ایک ایک لفظ خود پڑھا جائے۔ مضامین ملاحظہ ہوں:-

(۱) ہندوؤں کے عام حالات بطور مقدمہ (۲) خدائے تعالیٰ کے بارے میں

ہندوؤں کا اعتقاد (۳) موجوداتِ عقلیہ و حسیہ کے بارے مین ہندوؤن کے خیالات
(۴) فعل کا سبب کیا ہے اور نفس (روح) کا مادہ سے کیا تعلق ہے (۵) ارواح کا حال
اور تناسخِ ارواح کا مسئلہ (۶) سزا و جزا اور جنت و دوزخ (۷) دنیا سے خلاص
کی کیفیت اور کس طرح خلاص حاصل کیا جائے (۸) خلائق کی مختلف جنسوں کے نام۔
(۹) مختلف طبقوں (ذاتوں) کا ذکر (۱۰) سُنَن (قوانینِ مذہبی) اور نوامیس (قوانینِ
عدالت) اور پیغمبروں اور نسخِ شرائع کے بارے مین (۱۱) بت پرستی کا آغاز کیسے ہوا
اور مخصوص بتون کا ذکر (۱۲) وید، پران اور مذہبی کتابون کا ذکر (۱۳) کتبِ نحو و
شعر کا ذکر (۱۴) کتب علوم کا ذکر (۱۵) اوزان و پیمایش کی تفصیل (۱۶) ہندو
رسوم الخط اور حساب وغیرہ کا ذکر اور چند بدیع امورِ متعلقہ کی توضیح (۱۷) وہ علوم جو جہلا مین
شائع ہین (۱۸) مختلف معارف مثلاً ہندوؤں کے بلاد، انہار دریاؤں اور انکے ممالک اور
حدود کے مابین مسافات کا ذکر (یہ باب گویا ہندستان کا جغرافیہ ہے) (۱۹) کواکب و بروج
کے ناموں اور منازلِ قمر اور اسی طرح کی دوسری باتون کا ذکر (۲۰) برہمانڈ کا ذکر (۲۱) ارض
و سما کی صورت انکی مذہبی روایات کے موافق (۲۲) قطب کے متعلق روایات (۲۳) اصحاب پرانات
وغیرہ کے اعتقاد کے موافق کوہ میرو کا ذکر (۲۴) پرانون کے رو سے سات دویپ کا ذکر
(۲۵) دریاؤں اور انکے مخرجوں و مگذرگاہون کا ذکر (۲۶) ہندو منجمین کے خیال کے موافق زمین و آسمان
کی صورت (۲۷) ہندو منجمین و اہل پران کے خیالات متعلق حرکتین الاولین (۲۸) دس سمتون کی تصریح
(۲۹) لنکا المعروف بقبۃ الارض کا ذکر (۳۰) ممالک ارض کی تقسیم حسب خیالات اہل ہند (۳۱)
مختلف مقامات کے اطوال البلاد (۳۲) مدت دور زمان اور عالم کی پیدایش اور فنا کا
ذکر (۳۳) دن کی مختلف قسمون اور رات اور دن کا ذکر۔

(۳۴) دن کی تقسیم چھوٹے چھوٹے حصون مین (۳۵) سالون اور مہینون کی قسمین - (۳۶) اُن چار مقدارون کا ذکر جنھین "مان" کہتے ہین (۳۷) - دنون اور مہینون کی تقسیم حصون مین (۳۸) اوقات کی مختلف مقدارین برہمن کی عمر کا ذکر (۳۹) ان اوقات کا ذکر جو برہمن کی عمر سے زیادہ ہین (۴۰) سیندھ یعنے زمانون کے درمیان فصل مشترک کا ذکر (۴۱) کلپ اور چترجوگ کی تشریح اور ایک کی تعریف دوسرے کی مدد سے (۴۲) چترجوگ کی تقسیم جوگون مین اور ہر ایک کے اختلاف کا ذکر (۴۳) چارون جوگون کے خواص اور اخیر جگ کی کیفیت (۴۴) منوتترون کا ذکر (۴۵) بنات النعش کا ذکر (۴۶) نارائن مختلف اوقات مین اس کا ظہور اور اُس کے نام (۴۷) واسدیو اور جنگ مہابھارت (۴۸) مقدار اکشوہنی کی توضیح (۴۹) تواریخ (سنین مروجہ) کا ذکر بالاجمال (۵۰) کلپ اور چترجوگ مین ستارون کی گردش (۵۱) ادھیماس، اونراترا، اہرگن کی، جو مختلف ایام کی مقدار ظاہر کرتے ہین تشریح (۵۲) مطلق اہرگن کا حساب یعنے سالون کے مہینون کو دنون مین بدلنا اور دنون کے سالون اور مہینے بنانا (۵۳) اہرگن یعنے سالون کا مہینون مین (اُن خاص قواعد موافق جو تقویم مین خاص تاریخون اور خاص وقتون کے معلوم کرنے مین استعمال ہوتے ہین) تبدیل کرنا (۵۴) ستارون کے اوساط معلوم کرنا (۵۵) ستارون کی ترتیب، بُعد اور جسامت کا ذکر (۵۶) چاند کی منزلین (۵۷) ستارون کے ظاہر ہونے اور ہندوون کی ایسے موقعون پر خاص رسمون کا ذکر (۵۸) سمندر کے پانی مدوجذر کا ذکر (۵۹) کسوفِ شمس و قمر کا ذکر (۶۰) پرون کا ذکر (۶۱) از روے مذہب و نجوم ہند "ارباب الازمنہ" اور اسی قسم کے دوسرے امور کا بیان (۶۲) منجم

یعنی ساٹھ سال کا جسے شَشدِیَۃ بھی کہتے ہین ذکر (۶۳) برہمنون کے تعلق مخصوص امور اور اُن فرائض کا جو انھین اپنی زندگی مین انجام دینے ہوتے ہین ذکر (۶۴) برہمنون کے سوا دوسرے ذات کے لوگ جو رسوم برتتے ہین اُن کا ذکر (۶۵) قربانیون کا ذکر (۶۶) حج اور مقامات متبرکہ کی زیارت کا بیان (۶۷) صدقات اور کدنی کے اخراجات کا ذکر (۶۸) کھانے پینے مین کونسی چیزین جائز اور ممنوع ہین (۶۹) نکاح حیض لفاس اور حمل کا ذکر (۷۰) دعاوی و مقدمات کا ذکر (۷۱) سزا اور جرمانے کا ذکر (۷۲) توریث اور حقوق المیت کا ذکر (۷۳) میت کے جسد کے حقوق (۷۴) روزون اور ان کی مختلف قسمون کا ذکر (۷۵) روزون کی تعیین (۷۶) عیدون اور میلون کا ذکر (۷۷) متبرک ایام سعد اور نحس اوقات اور حصول ثواب کی مخصوص ساعتون کا بیان (۷۸) کرنون کا ذکر (۷۹) یگون کا ذکر (۸۰) ہندوون کے احکام نجوم کا ذکر اور اصول و قواعد نجوم بقاعدۂ اہل ہند۔

اس طرح کتاب الہند کل اسّی بابون پر تقسیم ہے۔ مضامین کی گوناگونی اور طرز تحریر کے حیرت انگیز ایجاز کو دیکھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ واقعی بیرونی نے دریا کو کوزے مین بھر دیا ہے۔

کتاب الہند کے پہلے ہی باب مین بیرونی نے ہندو علوم کے تحصیل کی دشواریون پر بحث کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ اہل ہند اور اہل اسلام آپس مین بالکل مختلف ہین اور کوئی بات ایک کی دوسرے سے نہین ملتی۔ زبان، مذہب، رسم و رواج طریق معاشرت و تمدن غرض ہر چیز ان کی اُن سے مختلف ہے۔ ہندوون کی علمی زبان سنسکرت کی مشکلات کا وہ شاکی ہے، اور کہتا ہے کہ

زبان کی طرح یہ بھی ادق ہے۔ ایک ایک لفظ کے لیے بہت سے ہم معنی الفاظ ہیں اور اکثر الفاظ کثیر المعانی ہیں جسکی وجہ سے تاوقتیکہ محل استعمال کو ملحوظ نہ رکھا جائے اُس کے سمجھنے یا ترجمہ کرنے میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ نیز مسلمانون کے لیے یہ بھی ایک بڑی دشواری ہے کہ وہ سنسکرت حروف کے صحیح لفظ سے قاصر ہیں اور اُن کا لب ولہجہ ٹھیک طور پر حروف کے مخارج کو ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا

ہزار آفرین ہے علامۂ ممدوح پر کہ کسی دشواری سے اُس کی ہمت پست نہ ہوئی اور کسی وقت کو دھیان میں نہ لایا۔ اُس زمانے کے ہندوون سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنا اور اُن میں رہ سہ کر اس طرح علم سیکھنا نہایت مشکل کام تھا۔ ہندو ”ملچھ“ حملہ آور قوم کے لوگون سے بچتے تھے اور بیرونی نے صاف لکھا ہے کہ اجنبیون خصوص مسلمانون کے ساتھ اُن کا علمی بخل بہت سخت تھا، واللہ اعلم کن ترکیبون سے بیرونی نے علماے ہند کو رام کیا۔ فی الحقیقت سب سے پہلی اور ضروری بات زباندانی تھی۔ زبان آجانے پر بیرونی جیسے متبحر کے لیے ہندو علوم کی کتابون کا سمجھ لینا ایسا دشوار نہ تھا اور چندان تعجب نہیں کہ کچھ مدت بعد بیرونی پنڈتون کی مدد سے مستغنی ہو گیا کہ اُس کے تبحر کو دیکھ کر خود اُس کے اُستاد پاگل رہ جاتے تھے۔ چنانچہ بیرونی خود لکھتا ہے۔

”ہندو ہیئت دانون سے (ابتداءً) میرا تعلق بوجہ اجنبی ہونے کے شاگردانہ تھا لیکن تھوڑے زمانے میں جب کچھ واقفیت ہو گئی تو میری حیثیت اُستاد کی ہو گئی چونکہ مجھے ہیئت اور ریاضی میں پوری مہارت تھی میں انھیں خود درس دینے لگا۔ پنڈتون کو میری معلومات سے بڑا تعجب ہوا اور حیران ہو کر پوچھنے لگے کہ تم نے کس ہندو پنڈت سے یہ معلومات حاصل کی ہیں

انھین کسی طرح یقین نہ آتا تھا کہ کوئی اجنبی اُن کے ملک مین آ کر ہمسری کا دعوی کر سکتا ہے۔ وہ لوگ مجھے ساحر سمجھتے اور اپنی زبان مین "بجر" (ساگر) پکارتے تھے" (الہند باب اول)

کتاب الہند ہندو علوم کے متعلق پہلی کتاب نہ تھی۔ عہد عباسیہ مین دربار بغداد کی ہنر پروری کا شہرہ سُن کر چند علماے ہند اسلامی ممالک کی حدو مین جا پہونچے تھے اُس عہد کے مسلمانون کا علمی شوق ایسا نہ تھا کہ ان لوگون سے بغیر فائدہ اُٹھائے رہتا۔

خلافت عباسیہ کے ابتدائی زمانے مین ہی بعض کتابین علوم ہند کے متعلق شائع ہو چکی تھین اور اہل عرب طب ہند اور ہیئت ہند سے یونانی طب و ہیئت سے پہلے روشناس ہو چکے تھے۔ منکا اور صالح نے عہد ہارونی مین اور میکا اور ابن داہان نے عہد مامونی مین کئی طبی کتابون کے ترجمے مسلمانون مین شائع کر دیے تھے اور چرک و سسرت کی طبی تالیفات تو اس زمانے سے بھی پہلے مطبوع عوام ہو چکی تھین۔ ہندو ہیئت کی کتاب "سدھانت" جو عربی ادب کی تاریخ مین سند ہند[1] کے نام سے مشہور ہے المنصور کے زمانے مین ۱۵۴ ہجری (۷۷۱ء) مین عربی زبان کے اندر ترجمہ ہو چکی تھی اور بطلیموس کی کتاب المجسطی سے پہلے عربون مین

[1] سند ہند کا مصنف برہم گپت تھا مشرقی تاریخ علمی مین اس ہندو عالم کا نہایت اعلی پایہ ہے۔ برہم سدھانت (یعنی سند ہند) کو مصنف نے تیس برس کی عمر مین تیار کیا تھا۔ بطلیموس اور فیثاغورث کی کتابون کی اشاعت سے پہلے اہل عرب نے برہم گپت ہی کی کتاب سے ہیئت کے مسائل سیکھے تھے۔ اس کو فزاری نے ہندو پنڈتون کی مدد سے عربی مین نقل کیا تھا۔ اس کے علاوہ برہم گپت کی کتاب "کرن کھنڈ کھادیک" کا بھی ترجمہ ہوا تھا جس کا نام "الارکند" مشہور ہے سند ہند جس کا عربی تصانیف مین اس کثرت سے ذکر آیا ہے ابھی تک دستیاب نہین ہوا۔

مطالعۂ افلاک کا مذاق اس کتاب نے پیدا کر دیا تھا۔ محمد ابراہیم الفزاری[2]، یعقوب بن طارق[3] الخوارزمی[4]، ابوالحسن اہوازی[5] اور ابومعشر بلخی[6] نے ہیئت میں جو کتابیں لکھیں وہ بیشتر اسی کتاب کے نقش قدم پر تھیں۔ علاوہ ہندو ہیئت و طب کے نجوم کے احکام، خوابوں کی تعبیر، قیافہ شناسی، زراعت اور موسیقی وغیرہ کے بارے میں بھی بہت سی تالیفات عربی ادب میں منتقل ہو گئی تھیں۔ غرض بیرونی سے پہلے مسلمان ہندو علوم سے روشناس تھے اور اس قسم کی تمام تصانیف غالباً بیرونی کے کتب خانے میں موجود تھیں اور نیز اُس کے مطالعہ میں آئی تھیں۔ لیکن اس قسم کی معدودے چند ابتدائی تصانیف سے جو امتداد زمانہ اور نقل در نقل کی وجہ سے قطعاً مسخ اور ناکارہ ہو گئی تھیں، بیرونی جیسے متجسس اور محقق کی کیا تشفی ہو سکتی تھی۔ اُسکا تو یہ عقیدہ تھا کہ علوم ہند کا راز سربستہ اُس وقت تک کبھی نہ کھلے گا جب تک وہ

---

[2] محمد بن ابراہیم بن حبیب الفزاری وہ شخص ہے جس نے سدھانت کا ترجمہ جسے بیرونی "قانون الفزاری" کے نام سے موسوم کرتا ہے، شائع کر کے اہل عرب میں ہیئت ہند کو رواج دیا تھا۔ الفزاری کا باپ ایک مشہور ہندسی تھا۔ [illegible] سب سے پہلا اصطرلاب بنایا تھا اور بنائے بغداد کے وقت پیمائش وغیرہ کا کام انجام دیا تھا۔ محمد ابراہیم کی کتابیں مفقود ہیں ۱۲

[3] یعقوب بن طارق بھی بیرونی سے پہلے ہیئت، ریاضی، علم السنین اور جغرافیہ ہنود سے واقف تھا۔ [illegible] ۱۶۱ ہجری کی لکھی ہے۔ بیرونی نے فزاری کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کی تصانیف میں زیادہ مشہور ہے

[4] الخوارزمی کے حالات اوپر لکھے جا چکے ہیں ۱۲ —

[5] ابوالحسن اہوازی غالباً فزاری اور ابن طارق کا معاصر تھا۔ ستاروں کی حرکات کی جدولیں آریابھٹ [illegible] ارجاباد [illegible] ہیئت [illegible] کتاب سدھانت سے بعد شائع ہوئی تھی ۱۲

[6] ابومعشر صاحب تصانیف کثیرہ ہے جن میں سے اکثر نجوم پر ہیں۔ بیرونی ابومعشر کے تصانیف کے متعلق عمدہ رائے نہیں رکھتا۔ ۲۷۲ ہجری (۸۸۶ عیسوی) میں اُس نے وفات پائی۔ یورپ میں عہد وسطیٰ میں ابومعشر منجملہ اُن مسلمان حکماء کے تھا جن پر اہل یورپ کے علم و حکمت کا مدار تھا۔ اس زمانے میں یورپ میں وہ ابومیسر کے نام سے مشہور تھا ۱۲

خود اصلی کتب کے مطالعہ کی قابلیت پیدا کرے۔ کتاب الہند کے شروع میں بیرونی نے کتاب الہند کی تالیف کا سبب بیان کیا ہے اُس سے اس امر پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اُستاد ابو سہل عبدالمنعم بن نوح التفلیسی کی مجلس میں ایک دوست سے (جس کا نام اور حال کچھ نہ معلوم ہو سکا) بیرونی کی ادب، تاریخ، مذہب اور فلسفے پر گفتگو ہوئی۔ شدہ شدہ جب فلسفہ و مذہب ہند کا ذکر آیا تو بیرونی نے کہا کہ بالعموم مسلمانوں کی ہندوؤں کے متعلق جو کچھ معلومات ہیں وہ غلطیوں اور نقایص سے مملو ہیں اس لیے کہ یہ معلومات ایسے تراجم وغیرہ پر مبنی ہیں جن کی صحت میں کلام ہے اور جن میں سے بعض قطعاً پایۂ تحقیق سے گری ہوئی ہیں۔ ابو سہل نے جب خود ہند کے متعلق عربی لٹریچر کا مطالعہ کیا تو بیرونی کی رائے سے اتفاق کیا اور درخواست کی کہ بیرونی اس کمی کو پورا کر دے۔ غرض ابو سہل کی فرمایش پر یہ کتاب لکھی گئی۔

اس سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس سے پہلے بیرونی نے ہندوؤں کے متعلق کوئی کتاب نہ لکھی تھی۔ خاص مباحث پر وہ کئی تصانیف حوالۂ قلم کر چکا تھا، لیکن بلا شبہ اس جامعیت کے ساتھ اہل ہند کے بارے میں اُس کی بھی کوئی کتاب موجود نہ تھی۔ کتاب الہند سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پیشتر حسب ذیل سنسکرت کتابوں کے ترجمے اُس نے عربی میں کیے تھے۔

(۱) کپل کی سانکھ اور (۲) پاتنجل (۳) پائی ساسی دھانت مصنفہ برہم گپت (۴) برہیم سدھانت (سندھند) مصنفہ برہم گپت۔ (۳) اور (۴) کا ترجمہ کتاب الہند کی

ع نام سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو سہل غالباً دربار غزنی کا کوئی سول عہدہ دار تھا ۱۲

تصنیف کے وقت تک نامکمل تھا۔ (۵) برہی سَم ہتیا اور (۶) لگھوجاتم مصنفہ وراہمہیر

اسی دوران مین وہ حسب ذیل کتابون کو سنسکرت زبان مین ترجمہ کر رہا تھا (۱) مقالات اقلیدس (۲) کتاب المجسطی (۳) اصطرلاب بنانے کے قواعد مین خود بیرونی کی لکھی ہوئی کتاب۔ علاوہ ان تراجم کے زیج الارکند کے ترجمے کا بھی خیال ظاہر کیا ہے (اور بعد مین اس خیال کو پورا بھی کیا) جسکا مروجہ ترجمہ ناقابل اطمینان تھا۔ ہند کے متعلق پانچ چھ اور کتابین خاص بیرونی کی تالیفات سے کتاب الہند مین بسبیل التذکرہ مذکور ہین۔

کتاب الہند کے مضامین پر مطلع ہو جانے کے بعد بیرونی کا طریق تحریر معلوم کرنا از بس ضروری ہے۔ بیرونی کتاب الہند مین وہ امور بیان کرتا ہے جو اُس نے خود دیکھے، سنے یا (بالاسے ہے) پڑھے ہین۔ ہر مضمون کو نہایت بے تعصبی اور کشادہ دلی سے بیان کیا ہے اور کتاب کا پڑھنے والا صفحے کے صفحے پڑھتا چلا جائے تو بھی اکثر اُسے پتا نہ چلے گا کہ اس کا لکھنے والا کوئی غیر مذہب کا شخص ہے انداز تحقیق اور طرز تحریر سے مشکل سے خیال ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف آج سے نوسو سال پہلے زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے زمانے کا کوئی بے تعصب اور باعتبار محقق نہایت کامیابی کے ساتھ ہندو تہذیب و تمدن کی داستان سنا رہا ہے۔ جنبہ داری اور ناروا داری کا نام و نشان بھی نہین مل سکتا اگرچہ وہ مسلمان ہے، لیکن ہندو حکما کے خیالات سے جابجا اتفاق رکھتا اور اُن کے بعض علمی مسائل کو فراخ دلی کے ساتھ قبول کرتا ہے۔ سب سے بڑھ کر

وہ سچائی کا شیدا اور ناراستی اور ریا سے سخت متنفر ہے۔

بیرونی کا اس تصنیف سے ہرگز یہ منشا نہین ہے کہ اس کے ذریعے ہندوون کے خیالات کی تردید کی جائے اُن کے مذہب کی برائیان دکھائی جائین اور اس طرح انھین اپنے اعتقادات سے برگشتہ کیا جائے، اُس نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے قلم سے خود انھین کے صحیح خیالات کا اظہار ہے ہندو تہذیب وعقل کی کہانی خود اہل ہند کی زبانی سنائی اور تمدن ہند کی تصویر خود ہندو مصور کے قلم سے کھینچی ہے۔ وہ بار بار اعادہ کر دیتا ہے کہ مین کسی امر کے کذب وصدق کا ذمہ دار نہین۔

کتاب الہند کے ابواب کا التزام اس طرح پر کیا گیا ہے کہ ہر باب ایک مختصر عام تمہید سے شروع ہوتا ہے۔ تمہید کے بعد باب تین اجزا پر منقسم معلوم ہوتا ہے۔ اول مسئلۂ زیر بحث کی تشریح کی جاتی ہے، پھر اُس پر بوضاحت بحث کرتا ہے اور بعدہ مستند مصنفین ہند کی کتابون سے مناسب موقع اور موزون اقتباسات اپنی بیان کی تائید مین پیش کرتا ہے۔ علاوہ ازین جا بجا مقابلہ اور نقد سے بھی کام لیتا ہے۔ غرض ہدایت، شہادت، ذاتی معلومات اور روایات ہر قسم کے معلومات سے مدد لینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ التزام تمام ابواب مین مشترک ہے ساری کتاب مین ایک لفظ بھی فضول اور لاحاصل استعمال نہین کیا گیا، جامعیت کے ساتھ اختصار بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے، لیکن جہان توضیح درکار ہے، یا بغیر تفصیل کے دشواری لاینحل معلوم ہوتی ہے وہان ایجاز کی خاطر وضاحت کو بالائے طاق نہین رکھا۔ چھوٹی بڑی عام وخاص کسی قسم کی تحقیق ہو اُس کے سامنے محنت

اور وقت کی کچھ پرواہ نہین کی ہے۔

بیرونی کے خیال مین ہندو اعلیٰ پایہ کے فلسفی، نہایت عمدہ ریاضی دان اور ماہر ہیئت تھے۔ فلسفہ ہند سے اُسے ایک خاص دلچسپی ہے اور اُس کی جانب اُس کا قوی رجحان ہے اور اسکے متعلق بیرونی کی معلومات بھی بہت وسیع معلوم ہوتی ہین۔ ہند کے مسائل فلسفہ کو ناظرین کے ذہن نشین کرنے کی غرض سے بیرونی ہر جگہ فلسفۂ یونان سے جس مین اُسے دستگاہ کامل ہے، مقابلہ کرتا ہے۔ بلاشبہ اُس کے کتب خانے مین یونانی کتب کے تراجم کا مکمل ذخیرہ موجود تھا اور اُس کا یونانی کتب حکمت کا مطالعہ نہایت وسیع اور غائر تھا۔ اعلیٰ حکماے یونان کی تصانیف سے کثیر اقتباسات لیکر اہل ہند اور اہل یونان کے خیالات کا مقابلہ کیا ہے۔ جس قابلیت سے بیرونی نے اس کام کو انجام دیا ہے تعریف نہین کی جاسکتی ہے یونانیون کے سوا، مجوسیون، یہودیون، عیسائیون، صوفیون اور مانویون کے خیالات بھی مقابلے مین پیش کیے ہین۔

بیرونی کا عقیدہ ہے کہ قدیم حکماے یونان وہند، جنھین وہ طبقہ عوام سے جدا سمجھتا ہے خود اُس کی طرح پکے "موحد" تھے۔ شاذ ہی اُس نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ مذہب اسلام کو مذہب ہنود سے برتر ثابت کرے۔ یہ اُس کے انداز تحقیق کے خلاف بات ہے اور وہ اس کا روادار نہین ہوسکتا کہ مباحث علمی مین مذہبی مناظرے کا دروازہ کھولا جائے۔ یہ سچ ہے کہ بیرونی نے اہل ہند کے بعض خیالات سے اختلاف کیا ہے لیکن یہ اختلاف محض عالمانہ اختلاف ہے اور منصفانہ تنقید کے دائرے مین داخل ہے۔ ہندؤن کی

عقل و دانش کا وہ مدّاح ہے اور جہاں ممکن ہوتا ہے اُن کے خیالات سے اپنے خیالات کو مطابق کرنے مین نہایت عرق ریزی اور دقت نظری سے کام لیتا ہے بیرونی نے ہندوون کی صنعت و دستکاری کی تعریف کی ہے چنانچہ ایک جگہ ہندوون کے بنانے کے تالابون کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"اس فن مین ہندوون کو کمال چابک دستی ہے۔ مسلمان جب ان تالابون کو دیکھتے ہین تو دنگ رہ جاتے ہین اور ویسے تالاب بنانا تو درکنار اُن کے بیان سے بھی عاجز رہ جاتے ہین"

بیرونی نے جہان سنسکرت لٹریچر سے بحث کی ہے وہان بہت سی کتابون کے نام لکھے ہین۔ اُن کثیر التعداد سنسکرت تصانیف کی فہرست کا تحریر کرنا جن کے نام کتاب الہند مین مذکور ہین، شاید بمشکل ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہو سکتا ہے اس لیے ہم اُن کے بیان سے قطع نظر کرتے ہین، البتہ اتنا بتا دینا یہان ضروری ہے کہ مسلمانون مین بیرونی پہلا شخص ہے جسنے پرانون کو پڑھ کر اہل اسلام کو اُن سے مطلع کیا۔ کتاب الہند مین جا بجا مناسب انتخابات بھی دیے ہین۔ اس سے پہلے کوئی مسلمان پرانون کے نام تک سے واقف نہ تھا۔ بھگوت گیتا کے پاکیزہ خیالات سے بیرونی خاص طور پر متاثر معلوم ہوتا ہے اور اس مین بلے بھا کہ بیرونی ہی نے سب سے پہلے اہل اسلام مین شہرت دی۔ کثرت سے اس کتاب کے اقتباسات کتاب الہند مین پائے جاتے ہین۔ رامائن، مہابھارت اور منو کی دھرم شاستر سے بھی ضروری مقامات نقل کیے ہین۔

بیرونی کے زمانے مین وسط ایشیا، خراسان، افغانستان اور شمال مغربی ہند سے

بودھ مذہب کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ اس وجہ سے بیرونی جیسے متلاشی کو اس مذہب کے متعلق بہت کم معلومات دستیاب ہوئیں۔ اُس نے حسب معمول کوشش ضرور کی لیکن کسی ذریعہ سے وہ معلومات بہم نہ پہونچا سکا۔ بودھوں کے بارے میں اُس نے جو کچھ لکھا ہے وہ زرقان نامی ایک مصنف سے، جس پر اُسکو خود اعتماد نہیں، ماخوذ ہے۔ بدھ کو سدھودن کا جو بدھ کا باپ تھا، ہم قافیہ سمجھ کر بدھودن لکھا ہے، بودھ نجومیوں میں صرف گندرا اور رسگریو کے نام لکھے ہیں اور بودھوں کے متعلق صرف ایک یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ اپنے مردے دریا کے پانی میں بہا دیتے ہیں۔ ایک موقع پر بیرونی نے پشاور کی ایک عمارت کا ذکر کیا ہے جو کنشک کا گنبد کہلاتی تھی اور جس کی بابت یہ روایت مشہور تھی کہ راجہ کنشک کی بنوائی ہوئی ہے۔ کتاب الہند کے سولھویں باب میں ہند کے مختلف رسم الخطوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اودن پور میں، جو پورب دیش میں ہے، بھکشکی خط مروج ہے جو بودھوں کا خط ہے"۔ تیئیسویں باب میں جہاں کوہ میرو کے متعلق بودھوں کا خیال بیان کیا ہے، صاف لکھا ہے:

"چونکہ مجھے بودھ مذہب کی کوئی کتاب نہیں ملی اور نہ کسی بودھ سے ملاقات ہوسکی جس سے بدھ مذہب کا پتا چلتا، میں نے جو کچھ لکھا ہے ایران شہری کے بیان پر لکھا ہے"

۵ کتاب الہند میں بیرونی نے ہندوؤں کے متعلق کسی مسلمان عالم کی تصنیف سے اقتباس نہیں کیا ہے بلکہ ہمیشہ ہندوؤں کی کتابوں یا اپنی ذاتی معلومات سے کام لیا ہے، لیکن ایران شہری ایک ایسا شخص ہے، جس کی کتاب سے کہیں کہیں انتخاب کیا ہے۔ یہ کتاب مذاہب و ملل کی تاریخ تھی۔ الآثار کی تالیف کے وقت بھی یہ کتاب بیرونی کے پیش نظر تھی اور اس سے ایک مقام اہل ایران اور دوسرا اہل روم کی روایات کے متعلق نقل کیا ہے۔ بیرونی نے ایران شہری کی اس کتاب کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ مذہب یہود و نصاریٰ اور مانی کا جو بیان ابو العباس ایران شہری نے لکھا ہے، وہ بہت عمدہ ہے۔ اس کتاب کے ساتھ ایک رسالہ مختصر زرقان بودھ سے ہے۔

میرے خیال مین ایران شہری کو خود بھی اس کی تحقیق نہ تھی"

بلاشبہ اگر بیرونی کو ملک مین زیادہ سیر و سیاحت کا موقع ملتا تو مذہب بودھ کے متعلق معقول سرمایہ جمع کر لیتا۔

جس طرح یونانی مورخ ہیرودوٹس[ف] نے مصر اور مغربی ایشیا کے تمدن کو چراغ سحری پایا تھا اسی طرح بیرونی نے ہند کے قدیم تہذیب و تمدن کو جسے قائم ہوئے اور معراج کمال کو پہونچے صدیان ہو چکی تھین، آفتاب لب بام پایا

بیرونی سے پہلے جن غیر ملکی سیاحون نے حالات ہند لکھے ہین اُن مین سب سے اول بادشاہ سلیوقس کا (جو اسکندر اعظم کا جنرل تھا اور اُس کی وفات کے بعد وسط ایشیا کا بادشاہ بن گیا) سفیر مگستانیز[ق] تھا۔

یہ مشہور یونانی سفیر ہند کے نامور راجہ چندر گپت موریا کے (جو ہند کے مشہور راجہ اشوک کا دادا تھا) دربار مین کئی سال تک رہا اس کے ہم وطنون کی ناقدری اور مابعد کی جہالت کی وجہ سے مگستانیز کے لکھے ہوئے حالات سب نیست و نابود ہو گئے البتہ کچھ بچے کھچے اوراق ہم تک پہونچے ہین۔ اس کے بعد پانچوین صدی عیسوی کی ابتدا مین چینی سیاح فاہین اور چھٹی صدی عیسوی سے

ف سب سے قدیم یونانی مورخ قریب (۴۸۴) سال قبل مسیح پیدا ہوا تھا اپنی تاریخ لکھنے سے پہلے کثرت سے سیاحت کی تھی مصر اور مغربی ایشیا کی قدیم سلطنتون کے متعلق ہیرودوٹس کی تاریخ ایک نہایت قیمتی اور پرازمعلومات کتاب سمجھی جاتی ہے ۱۲

ق یونانی سفارت جو مگستانیز کی سرکردگی مین پاٹلی پتر (پٹنہ) مین بادشاہ چندر گپت کے دربار مین بھیجی گئی تھی ۳۰۵ سال قبل ولادت مسیح وارد ہند ہوئی تھی۔ مگستانیز نے تمام شمالی ہند کا دورہ کیا تھا اور معلومات بہم پہونچانے کے واسطے اس کے پاس عمدہ وسائل اور ذرائع موجود تھے۔ جتنے باقی ماندہ اوراق جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہین قدیم تاریخ ہند پر نہایت قیمتی روشنی ڈالتے ہین اور اس کتاب کی بربادی بڑا علمی نقصان ہے ۱۲

اوائل مین اُس کا ہموطن سنگ ین ہند کی سیاحت کے متعلق تحریرین شائع کر چکے تھے۔ بیرونی سے ایک صدی قبل چین کے نامور سیاح ہیون ٹزنگ نے بھی سیاحت ہند پر ایک سفرنامہ لکھا تھا۔ یہ تمام کتابین اور نبچے تھے وہ رتے اس لحاظ سے نہایت قابل قدر ہین کہ قدیم جغرافیہ اور تاریخ کے تیار کرنے مین ان سے بڑی قیمتی مدد ملتی ہے۔ بیرونی نے ان سیاحون کے بہت بعد مین سفر کیا اور مگستانیز اور ہیون ٹزنگ کے مقابلے مین ملک کا بہت تھوڑا حصہ دیکھا۔ لیکن (بقول ایک جرمن محقق کے) یونانیون اور چینی جاترون کے نوشتہ حالات بیرونی کی تحریر کے سامنے بچون کی لکھی ہوئی کتابین ہین۔ یا یون کہنا چاہیے کہ اُن توہمات پرست اور تنگ خیال لوگون کی تصانیف ہین جو ہند کی نئی دنیا مین آکر اور اُسے دیکھ کر حواس باختہ ہو گئے اور کوائف واقعات و حقائق اشیا کو خاک بھی نہ سمجھے۔ بیرونی کا دل توہمات سے پاک ہے وہ ہر واقعہ کی حکیمانہ تحقیق و تفتیش کرتا ہے اور معمولی سے معمولی ذرا ذرا سے ادنےٰ بات کی ماہیت جاننے کی غرض سے بڑی سے بڑی تکلیف کی پروا نہین کرتا اور کوئی دقیقہ محنت کا نہین اُٹھا رکھتا۔

زاخو صاحب نے کتاب الہند کے متعلق ایک جملہ ایسا عمدہ لکھا ہے، جسے مین بغیر نقل کیے نہین رہ سکتا۔ مستشرق موصوف کہتا ہے کہ، اگر مسلمان التصنیف پر بجا طور پر فخر کر سکتے، اور اُسے عربی ادب کے آسمان مین اول درجے کا چمکتا ہوا تارا سمجھ سکتے ہین، تو ہندوون کو بھی حق ہے کہ اسے خاص خوش نصیبی سمجھین کہ ایک حق پرست علامۂ عصر نے اُن کے اجداد کے تمدن کی تصویر جیسی آسنے اپنے زمانے مین

پائی تھی، اُن کے واسطے چھوڑی ہے۔ بہت سے جزئی امور مین غالباً ہندوون کو اختلاف ہو، اور شاید بعض نکتہ چینیان انھین گران گذرین، لیکن انھین اس بات کا اعتراف کرنا ہوگا کہ بیرونی کی غرض وغایت محض مورخانہ صدق وصحت تک پہونچنا اور اُسے بالکل بے تعصبی اور غیر جانبداری کے ساتھ پیش کر دینا ہے۔ نیز وہ اس امر کو نظر انداز نہین کر سکتے کہ جابجا بیرونی نے اُن کے تہذیب وتمدن کا ذکر بہ مدح وستایش کے ساتھ کیا ہے"۔

افسوس ہے کہ بیرونی کے بعد کسی نے اُس کی تحقیقات کو جاری نہین رکھا البتہ بہت سے علما نے کتاب الہند سے خوشہ چینی کی[له] ہمارے علم مین بیرونی کے بعد کوئی شخص نہ علماے اسلام مین اُس کی قابلیت اور اُس کے خیالات کا پیدا ہوا اور نہ اُس کے عظیم بالشان کارنامون کی تقلید کی ہمت کر سکا۔ یہ سچ ہے کہ بیرونی کے بعد عہد افغانیہ وعہد مغلیہ مین ایسے لوگ ہوئے جنھون نے بعض سنسکرت کتابون سے ترجمے کیے، لیکن اُنھون نے جو کچھ کیا ہے، خواہ اُن کا تعلق تاریخ اسلامی کے کسی زمانے سے ہو، وہ بیرونی کے کارنامون سے کچھ نسبت نہین رکھتا۔

له یہان پر ہم دو مصنفین کا ذکر کرتے ہین جو بیرونی کے بعد غزنوی حکومت ہی مین پیدا ہوئے تھے اور جنھون نے بیرونی کی کتاب سے خوشہ چینی کی ہے۔ اول گردیزی جس کا زمانہ اعلیٰ ۴۴۴ ہجری (۱۰۵۲ء) تک ہے اور دوسرا محمد بن عقیل جس نے ۴۸۳ ہجری (۱۰۹۰ء) سے ۵۰۳ ہجری (۱۱۰۹ء) تک تصانیف لکھین۔ متاخرین مین رشید الدین مولف جامع التواریخ نے اپنی ضخیم تاریخ مین کتاب الہند سے باب کے باب نقل کیے ہین ۱۲

(۶)

کہا جاتا ہے کہ ازمنۂ ماضیہ مین تمام علوم و فنون مین دستگاہ حاصل کر لینا چندان دشوار نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ عہد گذشتہ مین علوم کی تعداد محدود تھی اور جو علوم موجود تھے اُن مین زیادہ وُسعت پیدا نہ ہوئی تھی برخلاف اس کے موجودہ زمانے مین ناممکن ہے کہ کوئی شخص تمام علوم و فنون مین دستگاہ حاصل کرنے کا خیال کر سکے، اس لیے کہ علاوہ کثرت علوم و فنون کے ہر علم اتنا ترقی پا گیا ہے کہ کسی علم مین تبحر حاصل کرنے کے لیے پوری عمر کفایت کرتی ہے۔ جو شخص موجودہ زمانے کی علمی ترقی کا معمولی تصور بھی اپنے دماغ مین رکھتا ہوگا اُسے اس بات کے تسلیم کرنے مین پس و پیش نہ ہوگا کہ فی زمانا علوم و فنون مین جامعیت پیدا کرنا قوت بشری سے قطعاً بالا ہے۔ البتہ متقدمین کے بارے مین بہت کچھ اختلاف کی گنجایش ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ علوم قدیمہ مین کثیر المذاقی پیدا کرنا اور جامعیت حاصل کرنا اتنا سہل نہ تھا جتنا ہمارے زمانے کے لوگ فرض کر لیتے ہین۔

مسلمانون کی گذشتہ علمی تاریخ پر عبور حاصل کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ علماے اسلام مین بے شمار ایسے فضلا گذرے ہین جو دعا بے گوناگون کے ساتھ جامعیت اور ہمہ گیری کا ادعا بھی کر سکتے تھے۔ بیرونی کی سوانح عمری پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ ابوریحان بیرونی بھی اُسی زمرۂ متبحرین مین داخل ہے لیکن اُس کے حالات اور تصانیف پر غور کرتے ہوئے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جہان تک

ہماری معلومات دستگیری کرتی ہیں اور ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہماری معلومات نہایت محدود ہیں۔ بیرونی نہ صرف عجوبۂ دہر اور فقید النظیر فرد ہے۔ دیگر متقدمین کی ہمہ گیری اور جامعیت کے متعلق کوئی شخص خواہ کچھ ہی کیوں نہ کہے لیکن بیرونی ایک ایسا شخص ہے جس کی عجیب و غریب مذاق کی رنگارنگی، جامعیت اور جودت ہمیشہ انسانی فطرت، ذہنی تربیت اور علمی تشنگی کی مستثنیٰ اور مخصوص مثال سمجھی جائے گی۔

علم و حکمت، مشاہدہ و تجربہ کا وہ کونسا شعبہ ہے جس سے بیرونی کو دلچسپی نہیں اور جس میں اُس کی نمایاں اور ممتاز قابلیتوں کے آثار تاباں نہیں پائے جاتے اُس کے تمام کمالوں سے قطع نظر کرکے اگر تھوڑی دیر کے لیے اُسے محض ایک محقق السنہ کی حیثیت سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مبدا فیض سے بیرونی کو زبانوں کے سیکھنے کے لیے غیر معمولی استعداد عطا ہوئی تھی۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے بیرونی کی مادری زبان خوارزمی فارسی تھی۔ لیکن غیر عربی زبان میں دستگاہ کامل حاصل کیے ممکن نہ تھا کہ اُس زمانے میں کوئی شخص اعلیٰ مدارج تعلیم تک رسائی حاصل کر سکتا۔ اگرچہ فارسی زبان کی ادبی ترقیوں کے لحاظ سے یہ دور فارسی کا زمانۂ شباب تھا اور شعرائے عصر کی کوششیں فارسی زبان کی تکمیل و آراستگی میں ہمہ تن مصروف تھیں لیکن عربی زبان علوم حکمت اور اعلیٰ مذاق علمی کے لیے مخصوص تھی۔ اسی وجہ سے بیرونی نے سب سے پہلے عربی زبان میں کمال حاصل کیا۔ لیکن علم و حکمت کے جس شوق نے اُسے عربی زبان سیکھنے پر مجبور کیا تھا اُسی شوق نے اُسے اور بہت سی زبانیں سیکھنے پر مجبور کیا۔ قدیم فارسی سغدی اور خوارزمی وغیرہ

جو فارسی کی مختلف تاریخی اور مقامی صورتین تھین، اُن کے سیکھنے مین بھی کافی وقت اُٹھانی پڑی ہوگی لیکن عبرانی اور سُریانی زبانون سے واقفیت پیدا کرنے کے لیے بلاشبہہ بیرونی بڑی محنت کا متحمل ہوا ہوگا۔

آثار الباقیہ کے دیکھنے سے کامل یقین ہوجاتا ہے کہ بیرونی ان زبانون سے کافی طور پر آشنا تھا چنانچہ کئی جگہ پر ان زبانون کی اصل عبارات کتاب ہذا مین منقول[1] ہین۔ ان سب سے بڑھ کر دشواری اور صعوبت اُسے سنسکرت زبان کے سیکھنے مین برداشت کرنا پڑی۔ ایسی اجنبی اور مشکل الحصول زبان مین دستگاہ حاصل کرنے کے واسطے، علاوہ اور قوتون کے، غیر معمولی حافظے کی قوت درکار تھی، اور جو شخص پچاس سال کے بعد اس قدر قوی حافظے کا مالک ہوسکتا تھا لاریب جوانی اور لڑکپن مین اُس کا حافظہ اپنی نظیر آپ ہی ہوگا۔ سنسکرت ہند کی علمی زبان تھی لیکن بیرونی ہندوستان کی متعدد مقامی زبانین بھی پورے طور پر جانتا تھا۔ یہ سب امور مین طور پر ثابت کرتے ہین کہ اُس مین زبان دانی کا بے نظیر ملکہ ودیعت ہوا تھا، اور یہ اُسی کا دماغ تھا کہ اتنی مختلف زبانون مین مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ علوم حکمت کے ہر شعبے مین حیرت انگیز تبحر رکھتا تھا۔

علوم حکمت کی یہ حالت ہے کہ جس طرف نظر دوڑائی جاتی ہے بیرونی کی شخصیت امتیازی حیثیت سے نمایان نظر آتی ہے۔ طبیعیات، مابعد الطبیعیات، منطق، ریاضی، ہیئت، نجوم، علم آثار عتیقہ، تاریخ تمدن، علم السنین، علم المذاہب، علم الکیمیا اور جغرافیہ ان تمام شعبہاے حکمت مین مساوی طور پر اُس کی جو دستگاہ

[1] مثلاً دیکھو صفحہ ۱۵ و ۱۶ و ۱۹۔

اور تبحر کا ثبوت ملتا ہے - بلکہ علم الحیوانات، علم النباتات اور علم طبقات الارض کے ماہرین بھی نہایت تپاک کے ساتھ بیرونی کا اپنے زمرہ مین خیر مقدم کرنے کا حق رکھتے ہین - درختون کے قد و قامت وغیرہ کے متعلق حکیمانہ بحث کرنے والا اور حیوانات کے متعلق عجائب وغرائب مین فلسفیانہ تحقیقات کی خدمت انجام دینے والا تاریخی حیثیت سے بلا شبہ محققین کے اس گروہ مین شمار کیا جا سکتا ہے - ذیل مین ہم کتاب الہند سے ایک مقام نقل کرتے ہین جو ارض ہند کے متعلق ہے اور امید کرتے ہین کہ وہ لوگ جو علم طبقات الارض کی تحقیقات جدیدہ سے واقفیت رکھتے ہین بے اختیار بیرونی کی دقت نظری کی داد دین گے -

"اگر تم ہند کی زمین کو دیکھ کر اُس کی اصلیت پر فکر و غور کروگے یا اُن مدور پتھرون کو جو زمین کے کھودنے پر نکلتے ہین جانچوگے تو نہایت غور اور فکر کے بعد تم کو ماننا پڑے گا کہ ارض ہند کسی زمانے مین زیر سطح آب تھی، اس لیے کہ یہ مدور پتھر پہاڑون کے قریب جہان دریا کی رَو تیز ہوتی ہے بڑے ہوتے ہین اور جیون جیون پہاڑون سے دوری بڑھتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ دریا کی روانی ہلکی پڑتی جاتی ہے یہ پتھر بھی چھوٹے ہوتے جاتے ہین حتیٰ کہ دریا کے دہانے پر بہت ہی چھوٹے ریگ کے ذرون کی طرح ہو جاتے ہین - پس معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمندر دریا برآورد مٹی سے بھر کر ارض ہند بن گیا" (کتاب الہند باب ۱۸)

بیرونی کی فلسفہ دانی کا ذرا خیال کیجیے اس شعبے مین اُس کی معلومات اکثر متقدمین کی طرح محض افلاطون وارسطو کے خیالات تک محدود نہین ہین بلکہ ہندوون کے پیچیدہ مسائل فلسفہ مین بھی وہ کامل بصیرت رکھتا ہے - علاوہ برین دنیا کے مختلف مذاہب اور اقوام کے خیالاتِ فلسفہ سے آگاہ ہونے کی وجہ سے

اُس کے فلسفیانہ معلومات کے حدود اندازے سے بڑھ کر وسیع پائے جاتے ہین صفائے ذہن اور حسن تعقل یعنے منطقی فضل کی یہ حالت ہے کہ قبولیت عامہ نے معاصرین مین "محقق" کے خطاب کا سہرا بیرونی ہی کے سر باندھا ہے علوم ریاضی مین بیرونی کی اعلی تربیت ذہنی اور جودت طبع کی حالت محتاج بیان نہین یہ وہ شعبہ علم ہے، جو اُس کے فضل وکمال کا مرکز ثقل معلوم ہوتا ہے۔ بیرونی نے ان علوم کی تکمیل کے لیے محض یونانی خزینۂ معلومات پر اکتفا نہ کیا تھا، بلکہ ہند کے علمی سرچشمے سے بھی پورا فیض اُٹھایا تھا۔ اپنے زمانے کے علماے ریاضی مین وہی ایک شخص تھا جو اس بات کا دعوی کر سکتا تھا کہ وہ دنیا کے ہر ریاضی دان کو کچھ نہ کچھ نیا سبق سکھا سکتا تھا۔

ہندسہ وحساب مین اتنا کمال حاصل کیے بغیر کس طرح ممکن تھا کہ بیرونی ہیئت کے آسمان مین مہر منیر ہو کر چمکتا۔ قانون مسعودی کا مصنف مسلمانون کے اُس علمی دور سے تعلق رکھتا ہے، جب علم ہیئت کا شوق بحد عروج کی حالت مین تھا، اور اس میدان مین ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی ہر طرح کوششین کیجاتی تھین۔ یہ نا ممکن تھا کہ بیرونی جیسا صاحب حکمت ہیئت کے دلچسپ مشاغل سے بے اعتنائی روا رکھتا۔ ابتدائے عمر سے لیکر اخیر تک بیرونی کو ہیئت اور متعلقات ہیئت سے جو غیر معمولی لگاؤ رہا اُس کا اظہار اُسکی تصانیف کی فہرست سے ہوتا ہے، لیکن صحیح اندازہ کرنے کے لیے لازمی ہے کہ قانون مسعودی پر جو فن ہیئت مین اسلامی ترقی کی بفضل خدا زندہ یادگار اور بیرونی کی تصانیف مین (باتفاق رائے متقدمین ومتاخرین) سب سے ممتاز تصنیف ہے

تعمق اور تفحص کی نظریں ڈالی جائیں۔ بیرونی کے فضل و کمال کا کامل اندازہ کبھی اُس وقت تک نہ ہو سکے گا جب تک اُس کی صبر آزما تحقیقاتِ ہیئت کو روزِ روشن میں لاکر نہ دکھایا جائے۔ قانون میں علاوہ اس کے کہ بیرونی نے متقدمین کی بہت سی غلطیوں کو درست کیا ہے، بہت سے ایسے طریقے اور قاعدے دنیا کے سامنے پیش کیے ہیں، جن کے اختراع کا سہرا اُس کے سر ہے۔ یہ کتاب تحقیقات کے واسطے ایک نہایت بیش از قدر خزانہ ہے اور ہم افسوس کرتے ہیں کہ فی الحال ہم صرف ایک مثال سے زیادہ پیش نہیں کر سکتے۔ اگرچہ ہمیں یقین ہے کہ اس مثال کے پیش کرنے کا بھی یہ سب سے پہلا موقع ہے[۱]

قانون مسعودی کے مقالہ پنجم کے ساتویں باب میں[۲] بیرونی نے مساحت کرۂ ارض کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ متقدمین میں اراطستھینس (۲۷۶-۱۹۶ ق-م) نے دور ارض معلوم کرنے کی کوشش کی تھی اور ایک پیمانہ معروف بہ استادیا (Stadia) میں اس نے مساحت کی مقدار نکالی تھی جب خلیفہ مامون الرشید کے زمانے میں کتب ہیئت کا عربی میں ترجمہ ہوا تو اس بات کا خیال ہوا کہ دور ارض وغیرہ معلوم کیا جائے۔ چونکہ استادیا کی مقدار معلوم نہ تھی خلیفہ موصوف نے حکم دیا کہ دشت سنجار میں دائرۂ ارض کے ایک دقیقے کی مقدار معلوم کیجائے۔ چنانچہ ۳۶۰ اجزائے مفروضہ میں سے ایک جزو کی مقدار ۵۶ ۲/۳ میل معلوم ہوئی۔ ہر میل چار ہزار ذراع کا تھا اور ہر ذراع چوبیس انگشت کا۔ اور تین میل کا ایک ذراع ہوتا تھا۔ اس طرح ہر ایک جزو کے دو لاکھ چھبیس ہزار چھ سو چھیاسٹھ اور دو ثلث ذراع

[۱] اس کے متعلق اگر مفصل اور مشرح بحث دیکھنا مقصود ہو تو راقم کا مضمون "مسلمان اور مساحت کرۂ ارض" رسالہ الناظر لکھنؤ نمبر ۵ جلد ۳ بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۶ء میں ملاحظہ ہو جہاں یہ بحث پوری صحت اور وضاحت کے ساتھ لکھی گئی ہے"

[۲] دیکھو قانون مسعودی نسخۂ امپیریل لائبریری کلکتہ ورق [illegible] و نسخۂ لٹن لائبریری ورق ۱۲۰

اور ١٨ فرسخ ٥٢ ½ دقیقہ ہوتے تھے اور پورے دور کے آٹھ کروڑ ١٦ لاکھ ذراع یعنے بیس ہزار چار سو میل یا چھ ہزار آٹھ سو فرسخ۔

اس حساب کے لکھنے کے بعد بیرونی کہتا ہے کہ اپنی شدت حرص کی وجہ سے شمال دہستان میں جو ارض جرجان میں تھا اس نے اس تحقیق کی صحت عملاً کرنی چاہی لیکن موقع کی دشواری اور معین صادق کے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ جب بیرونی ارض ہند میں پہونچا تو وہاں اُسنے ایک صحرا سے ستوی میں ایک پہاڑ دیکھا۔ یہ موقع جزو مذکور کی تحقیق کے لیے نہایت موزون معلوم ہوا۔ بیرونی نے ایک نئے قاعدے سے پیمایش شروع کی۔ اول پہاڑ کی اونچائی نکالی جو ½ ٦٥٢ ذراع تھی۔ پھر اُس زاویہ کی مقدار معلوم کی جو خط عمود جبل اور نقطہ افق و نقطہ قلہ جبل میں ہو کر گذرنے والے خط سے بنتا تھا۔ یہ زاویہ ٣٤ دقیقہ نکلا۔ پورا حساب درج کرنے کے بعد جو نتیجہ برآمد ہوا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

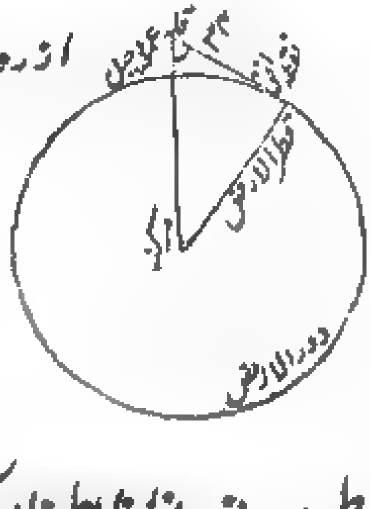

از روے حساب ہذا نصف قطر ارض = ١٢٨٥١٣٦٩ ذراع

محیط ارض = ٨٠٧٨٠٠٣٩ ''

ایک درجہ منجملہ ٣٦٠ اجزاے مفروضہ کے

= ٢٢٤٣٨٨ ذراع

= ٥٦ میل ٥ دقیقہ ٥٦ ثانیہ ٩ ثالثہ

اس طرح بیرونی نے اپنا اطمینان کرلیا۔ لیکن چونکہ مامون الرشید کے زمانے مین

علماے ہیئت کے ایک جم غفیر نے نہایت سخت کوشش کے ساتھ حساب نکالا تھا، بیرونی نے اُس پہلے حساب کو مقدم رکھا، اور اپنے سے زیادہ قابل اعتماد تصور کیا۔[1] لیکن آج ہمین یہ منصب حاصل ہے کہ ہم دونون حسابون کی جانچ کرین اور دیکھین کہ ان دونون کوششون مین کونسی کوشش حقیقۃً زیادہ کامیاب رہی۔

تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ ایک عربی میل (۴۰۰۰ ذراع) چھ ہزار چار سو تہتر انگریزی فٹ کے برابر ہوتا ہے۔ انگریزی میل مین پانچ ہزار دو سو اسی فٹ ہوتے ہین ہم نے حساب لگا کر علماے مامونی اور بیرونی کے نتائج انگریزی فٹ اور میلون مین حسب ذیل معلوم کیے ہین۔

ایک جزو یا درجہ = ۲۲۶۶۶ ⅔ ذراع	ایک جزو یا دقیقہ = ۲۲۴۳۰۰ ذراع
" = ۳۶۶۸۰۳ ½ فٹ	" = ۳۶۳۱۱۵ فٹ
محیط یا دورہ ۸۱۶۰۰۰۰ ذراع	محیط یا دورہ = ۸۰۷۸۰۳۹ ذراع
" = ۱۳۲۰۴۹۲۰۰ فٹ	" = تقریباً ۱۳۰۷۲۲۲۹۸ فٹ
" = ۲۵۰۰۹ ¾ میل انگریزی	" = تقریباً ۲۴۷۷۰۹ میل انگریزی

ہمارے زمانے مین ایک جزو کی پیمایش بارہا مختلف ممالک مین کی گئی ہے اور مختلف طریقون سے کی گئی ہے مثلاً مساحت تاربرقی اور پینڈولم کے ذریعہ سے

[1] مامون کے زمانے کی پیمایش کا حال کتاب التفہیم مین بھی موجود ہے (دیکھو صفحہ ۱۳۰ نسخہ نیر رخشان) "من نیز زمین پیمودہ شد؟ آن حساب محیط ارض را دیگر طریقیا آزمودم بسے خلاف نیافتم با این مقدار کہ حکایت کردم" ۱۲

کوئی ایک نتیجہ دوسرے نتیجے سے نہین ملتا اور ہر نئی پیمایش مین تھوڑا بہت اختلاف ہوتا ہے۔ بہرحال ان سب نتائج کو لیکر محققین نے ایک نتیجہ اوسط نکالا ہے جس کے رو سے ایک جزو منجملہ ۳۶۰ اجزاے مفروضہ کے تین لاکھ تریسٹھ ہزار نو سو پینسٹھ فٹ کے برابر اور زمین کا پورا دور تقریباً چوبیس ہزار آٹھ سو چالیس میل کے برابر معلوم ہوا ہے۔

تحقیقات حال کو علماے مامونی اور بیرونی کی تحقیقاتون سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مامونی دور کے ہیئت دانون کا نکالا ہوا جزو موجودہ حساب سے دو ہزار آٹھ سو اٹھتیس اور ایک ثلث فٹ زیادہ ہے اور کل دور اس زمانے کے محققین کے نکالے ہوے دور سے ۱۶۹ میل زیادہ ہے۔ برخلاف اس کے بیرونی کا نکالا ہوا جزو صرف آٹھ سو پچاس فٹ کم ہے اور محیط یعنی دور کل ۱۶ میل کم ہے۔ بلاشبہہ یہ نتائج حیرت اور استعجاب کی نظر سے دیکھے جانے کے قابل ہین اور موجودہ آلات کی باریکی اور تعدد تحقیقات کا خیال کرتے ہوے بیرونی کی کمال کوشش اور محنت کا ثبوت دیتے ہین۔ بیرونی کی تحقیقات اور علماے حال کی تحقیقات مین اتنا خفیف فرق پایا جاتا ہے جس کا عدم وجود برابر ہے۔

حاشیہ انسائکلوپیڈیا برٹانکا مین ایک یورپین محقق نے مساحت زمین کا ذکر کرتے ہوے تحریر فرمایا ہے کہ مسلمان علماے ہیئت نے بھی دائرۂ مفروضہ کے ایک جزو کی مقدار معلوم کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن انھین اس مین کچھ کامیابی نصیب نہین ہوئی۔ اسکے بعد محقق موصوف نے نہایت فخر و مباہات کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ ۱۶۳۵ء مین یعنی بیرونی سے چھ سو برس بعد رچرڈ نارووڈ نامی (Richard Norwood) ایک انگریز عالم ہیئت نے سب سے پہلے کامیابی کے ساتھ ایک جزو کی مقدار معلوم کی۔ ان صاحب نے ایک جزو کی مقدار تین لاکھ سڑسٹھ ہزار ایک سو چھتیس فٹ نکالی تھی جو مامون الرشید کے زمانے کے علماے ہیئت سے بھی تقریباً ساڑھے پانچ سو فٹ زیادہ ہے (بقیہ بر صفحہ ۱۵۲)

آلات ہیئت میں بھی بیرونی نے نہ صرف بہت سی جدت آمیز اصلاحیں کی تھیں، بلکہ اس فن میں اُسے ایجاد کا فخر بھی حاصل ہے۔ آلات اور ان کے استعمالات کے متعلق اُس کی مستقل تصنیفات ہیں۔ ایک خاص اصطرلاب جس کا نام "الاسطوانی" ہے بیرونی کی ایجاد سے تھا۔ متقدمین اصطرلاب سے جو عجیب عجیب فائدے اُٹھاتے تھے اُس کا حال اس سے معلوم ہو سکتا ہے (جیسا کہ بیرونی نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ کتاب التفہیم میں تحریر کیا ہے)[6] کہ اُس کے ذریعہ سے اجرام سماوی کا ارتفاع، طلوع آفتاب سے قبل اوقات اور اوقات معلومہ کی مدد سے ارتفاع شمس، ساعات شب، کواکب ثابتہ کا ارتفاع اور ارتفاع کواکب سے اوقات وغیرہ وغیرہ مسائل ہیئت کے معلوم کرنے کے علاوہ دریا، یا زمین کی گہرائی معلوم کر سکتے تھے جہاں رسی کام نہیں آسکتی تھی اور پیمائش کسی طرح ممکن نہ ہوتی تھی۔ کنوئیں کی گہرائی، کسی منارہ یا کھمبا، یا دیوار کی اونچائی خواہ ہم اُن کی جڑ تک پہونچ سکیں یا نہ پہونچ سکیں اصطرلاب کے ذریعہ سے بغیر پیمائش وغیرہ کے معلوم ہو سکتی تھی۔

بیرونی اکثر حکماے متقدمین کی طرح سکون ارض کا قائل تھا اور حرکت شمس کے بارے میں اُس نے قانون مسعودی میں بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۱) اور بیرونی کے نتیجے سے تو گویا اُسے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ لیکن محققین یورپ بہ سبب ناواقفیت، اس بات کا ادعا کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے جو کوشش کی وہ ناکام رہی۔ اُن کا ادعا قرین قیاس نہیں ہے البتہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ دنیا کو دکھائیں کہ اُن کی کوششیں کہاں تک کامیاب رہیں ۱۲۔

۶ دیکھو کتاب التفہیم نسخہ نواب نیر رخشاں صفحہ ۲۲۲-۲۳۱- اور نسخہ سید سعید۔ ورق ۹۰ تا ۹۷ جو مدرسۃ العلوم علی گڈھ کی لائبریری میں موجود ہیں ۱۲

"التطبیق" نام کا ایک رسالہ تحقیق حرکت شمس مین لکھا تھا۔ جارج فاربس نے (G. Forbes) جو ہمارے زمانے کے مشہور ہیئت دانون مین سے ہے اپنی تاریخ ہیئت مین اس بحث کے متعلق ایک نہایت عمدہ رائے لکھی ہے جس کا یہان نقل کر دینا مناسب ہے وہ لکھتا ہے کہ "ہمین اس امر کا اعتراف کرنا ہوگا کہ واقعات کی ایسی حالت مین جبکہ ہنوز جذب و ثقل کے ذریعہ سے نظام شمسی کے مختلف افراد مین ربط کا کوئی سوال پیدا نہوا تھا، اُس کے (ٹائکو براہے (Tycho Brahe) نامی ہیئت دان متوفی سنہ ۱۶۰۱ء کے) دلائل متعلق سکون ارض جیسا کہ ہمین ایسے شخص سے توقع کرنی چاہیے عالمانہ اور بالکل صحیح ہین کچھ تعجب نہین کہ ماہرین ہیئت بالعموم کوپرنیکس (Copernicus) کی (جس نے یورپ مین سب سے پہلے حرکت ارض کے متعلق خیال ظاہر کیا تھا) رائے کو تسلیم نہین کرتے تھے"[ع] فاربس نے جو قول براہی کی نسبت کہا ہے وہی بے کم و کاست بیرونی کے حق مین بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ کپلر (Kepler) (متوفی سنہ ۱۶۳۰ء) اور نیوٹن (Newton) (متوفی سنہ ۱۷۲۷ء) سے پہلے جب تک حرکت اور کشش کے قوانین ضبط نہ ہوے تھے محال تھا کہ کوئی صائب الرائے حرکت ارض کے متعلق براہین قاطع پیش کر سکتا، لیکن پھر بھی بیرونی جیسے محتاط متبحر کی مندرجۂ ذیل رائے اُس کے کمال احتیاط علمی کی واضح دلیل ہے۔ بیرونی اپنی تصنیف "استیعاب" مین اصطرلاب زورقی کے متعلق یون لکھتا ہے کہ

ع دیکھو ہسٹری آف اسٹرانومی (History of Astronomy) مصنفہ جارج فاربس ایم۔اے ایف۔آر۔ایس (G. Forbes) (مطبوعہ واٹ اینڈ کو لندن ۱۹۰۹ء) صفحہ ۳۰۔

"ابوسعید سنجری نے ایک بڑا اصطرلاب بنایا تھا جس کا عمل مجھ کو بہت پسند آیا اور
مین نے ابوسعید کی بہت تعریف کی، کیونکہ جن اصول پر اس کو قرار دیا تھا وہ کرہ ارض کو
متحرک تسلیم کرتے ہین۔ مین اپنی جان کی قسم کھاتا ہون کہ یہ عقیدہ ایسی شبہ کی حالت مین ہے
کہ اس کا حل کرنا نہایت دشوار اور اُس کا رد کرنا نہایت مشکل ہے۔ مہندسین اور علمائے
ہیئت اس عقیدے کے رد مین بہت پریشان ہون گے اور ہرگز کوئی دلیل اُس کے
باطل ثابت کرنے مین نہ لا سکین گے۔ میری تحریر پر انھین طعنہ زن ہونا چاہیے کیونکہ
حرکت شبانہ روز کو خواہ وہ حرکت ارض کا باعث سمجھین خواہ حرکت سما کی وجہ قرار دین دونون صورتون
مین اُن کی صناعت مین کسی قسم کا فرق نہین آسکتا۔"

ہیئت سے گزر کر جس وقت ماہرینِ فن بیرونی کی جغرافیائی تحقیقات پر
نظر ڈالتے ہین تو نظری و عملی دونون حیثیتون سے اُس کے کمال فضل کا اعتراف کرنا
پڑتا ہے۔ ریمنڈ بیزلے (Raymond Beazley) (جس نے جغرافیہ
جدید کی ایک مبسوط تاریخ تین ضخیم جلدون مین تحریر کی ہے، جس کے مطالعہ کرنے
سے یورپ کی آج سے چند صدی پیشتر کی جغرافیہ دانی کی افسوسناک حالت
کا نقشہ نظر کے سامنے پھر جاتا ہے) لکھتا ہے کہ "بیرونی اپنے زمانے کا سب سے
بڑا جغرافیہ دان تھا۔" جغرافیہ کے اُس شعبے مین، جس مین متقدمین علما سے
اسلام نے ایسی خدمات جلیلہ انجام دین، البیرونی شاید تاریخ اسلام کے ہر عہد
اور ہر قوم مین سب سے بڑا نام ہے۔" "مسعودی اور ابن حوقل کے بعد مسلمانون
نے علم جغرافیہ مین جو آثار یادگار چھوڑے ہین وہ غزنوی ارسطو ابوریحان سے

ـــــــ
ملـــہ دیکھو سروری عنایت احمد صاحب بی اے (علیگ) کی "حالات ابوریحان بیرونی" صفحہ ۲۱-۲۲۔

جو البیرونی کے نام سے شہرۂ آفاق ہے...... اس شخص نے جو علمائے اسلام
مین حقیقۃً محقق کے خطاب کا مستحق ہے، اپنی دوران تصانیف مین جو تمام
انسانی علم پر حاوی ہین، جیسا کہ اُس زمانے کے بہترین دماغ مین متصور ہو سکتا
تھا، ایک کتاب جغرافیہ ہیئت و ریاضی پر لکھی جو زمانۂ ما بعد مین ،، قانون مسعودی ،،
کے مبارک نام سے نامزد ہوئی ،، قانون مسعودی مین ایک نہایت طویل فہرست
اطوال البلاد اور عرض البلاد کی درج ہے جو بیرونی کی ساری عمر کی سیاحت اور
علمی کوششون کا ماحصل ہے [دیکھو مقالہ پنجم باب ،، فی اثبات اطوال البلدان
وعروضها ثانی جداول ۱۰]- محض سمت قبلہ کی تحقیق مین بیرونی کے نصف درجن
رسالے ہین، جو اُس کے مذہبی جذبات کی متعدد مثالون مین سے ایک مثال ہے
نیز اطوال البلاد اور عروض البلاد کی تصحیح اور تحقیق مین بھی کئی رسالے ہین۔ اس کے
علاوہ جغرافیائی نقشون کے متعلق مستقل تالیف چھوڑی ہے جس کا نام ہے
،، تحدید المعمورہ وتصحیحها فی الصورہ ،، اسی ضمن مین وہ تصانیف بھی شمار کرنی چاہئین
جو تسطیح صور اور تبطیح کور یعنے مجسمات کو سطحات اور اجسام کروی کو سطحات مستوی مین
بدلنے کے متعلق ہین۔ ان مین بیرونی نے یہ بتایا ہے کہ قواعد ریاضی کی مدد سے
کس طرح کروی چیزون کو ایسا پھیلایا جائے کہ کچھ حسابی فرق نہ نکلے۔ یہ ایک نہایت
کارآمد چیز ہے اور جیسا کہ بیرونی نے لکھا ہے یہ قواعد سیارون اور کواکب اور
نیز زمین کے نقشے تیار کرنے مین استعمال کیے جا سکتے ہین۔ بیرونی نے آثار ہین

۵ دیکھو تاریخ آغاز جغرافیہ جدید (History of the Dawn of Modern Geography).

(مضمون رسالہ پرچہ جلد اول باب اول و دیباچہ)

یہ بھی لکھا ہے کہ اُس سے پہلے اس مبحث پر کسی نے قلم نہیں اٹھایا تھا اور یہ پہلا موقع تھا کہ دنیا کے روبرو وہ اس مضمون کو پیش کر رہا تھا۔[۱۰۹]

ہیئت اور جغرافیہ طبیعی کے ذیل میں بیرونی کی وہ تصانیف بھی داخل ہیں جن میں مذنبات، ذوائب (دُمدار اور گیسو دار) کواکب منقضہ (ٹوٹنے والے تارے) اور ہوا میں روشن ہونے والی چیزوں کے متعلق بحث کی ہے یا جن میں آثار علوی (" یعنے سحاب، مطر، رعد، برق، صاعقہ، برف، ژالہ وغیرہ کائنات جو[۱۱۰]") کے بارے میں تحقیقات تحریر کی ہیں مثلاً "مقالہ فی دلالۃ الآثار العلویہ علی الاحداث السفلیہ" کتاب الہند میں ہندوستان کے جغرافیہ پر جو باب تحریر کیا ہے، اور جسے رشید الدین نے جامع التواریخ میں تقریباً حرف بحرف نقل کیا ہے، وہ اپنی صحت اور وسعت معلومات کے لحاظ سے ایک عجیب و غریب تاریخی چیز سمجھا جاتا ہے[۱۱۱]

کچھ علوم ریاضی اور ہیئت پر ہی منحصر نہیں ہے تاریخ تمدن، علم آثار اور علم المذاہب میں بیرونی کے علمی کارنامے آج بھی حیرت اور استعجاب سے دیکھے جاتے ہیں۔ بڑی سے بڑی دشواریاں بیرونی نے ان شعبہائے حکمت کے واسطے مواد جمع کرنے میں برداشت کیں اور اسی وجہ سے اُس کی تصانیف میں تاریخی ابتقراء کے بیش از قدر ذخائر پائے جاتے ہیں۔ کتاب الہند اور آثار الباقیہ (جن کی خوبیاں ناظرین پر روشن ہیں) اس قسم کے معلومات سے مالامال ہیں۔

[۱۰۹] دیکھو آثار الباقیہ صفحہ ۳۵۷۔

[۱۱۰] جامع بہادر خانی صفحہ ۰۔

[۱۱۱] دیکھو ایلیٹ و ڈوسن کی تاریخ ہند جلد اول و جلد دوم۔

نہایت افسوس ہے کہ بیرونی کی تاریخ خوارزم اور قرامطہ اور ربیضنہ کی تاریخ مفقود ہیں اور یہ ایک ایسا افسوسناک نقصان ہے جس کی تلافی کسی طرح ممکن نہیں۔

الغرض بیرونی کے حالات پر نظر ڈالنے سے اول جو بات سب سے زیادہ بیّن ہے وہ بیرونی کا ہمہ گیر مذاق حکمت ہے، جو تمام شعبہاے حکمت کی تسخیر میں مصروف نظر آتا ہے اور دوسرے جو بات سب سے زیادہ حیرتناک ہے وہ اس قدر مختلف اور متعدد شعبوں میں مہارت تامہ حاصل کرنا ہے۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے، جو فرد واحد کی بساط سے کہیں بڑھ کر معلوم ہوتا ہے خیال ہوتا ہے کہ گویا اُس کی نظر کیمیا اثر کے ساتھ معلومات کے انبار کے انبار اُس کے سامنے جمع ہوجاتے ہیں اور اُس کا نکتہ رس اور دقیقہ سنج دماغ نہایت سہولت اور خوبی کے ساتھ اُن میں سے نتائج اور مقاصد حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن یہ کبھی ممکن نہ تھا کہ بغیر شدید محنت کے محض ذہن اور حافظہ یہ خدمات جلیلہ انجام دے سکتے۔ شہرزوری نے اُس کی محنت اور شوق کا حال اس طرح بیان کیا ہے

"بیرونی ہمیشہ علوم کے حاصل کرنے میں محو رہتا تھا اور کتابوں کی تصنیف پر جھکا ہوا تھا۔ اپنے ہاتھ سے قلم کو دیکھنے سے آنکھ کو اور فکر سے دل کو کبھی جدا نہیں کرتا تھا مگر سال میں صرف دو روز یعنے نوروز اور مہرجان کے دن جب وہ اپنے کھانے وغیرہ کے سامان کو مہیا کرتا تھا"

اسد اکبر جس شخص کی محویت اور شوق کی یہ حالت ہو اور ساتھ ہی مبدء فیض سے ایسی طبیعت پائی ہو ظاہر ہے کہ وہ کس پایہ کا عالم ہوگا۔ تلاش اور وفور شوق کا اس سے اندازہ کیجیے کہ متواتر چالیس برس تک وہ ایک کتاب کی تلاش میں سرگرم رہا اور اس وقت تک

چین نہ آیا جب تک وہ کتاب دستیاب نہ ہو گئی۔ اس واقعہ کی تفصیل بیرونی نے اپنے خط مین اس طرح لکھی ہے :-

"مین نے ابوبکر بن زکریا الرازی کی اُس کتاب کو جو علم آلہی کے متعلق ہے مطالعہ کیا۔ اس مین اس نے مانی کی کتابون کی طرف رہنمائی کی ہے، بالخصوص اُس کتاب کی طرف جس کا نام سفرالاسرار ہے۔ مجھے اس کتاب کے نام سے ایسی فریفتگی ہوئی جیسے اور لوگون کو کیمیا کے متعلق سونے چاندی کی فریفتگی ہوتی ہے۔ میری نوعمری بلکہ حقیقت کی پردہ پوشی نے دل مین اس کتاب کی طلب کرنے کی کمال خواہش پیدا کی کہ کسی شہر یا ملک مین جہان اپنا شناسا ہو اسے تلاش کیا جائے۔ مین چالیس برس سے کچھ زیادہ اسی تپش کی بیتابیون مین رہا یہانتک کہ جُنبہ ہمدان سے ایک شخص آیا جس نے فضل ابن سہلان کے ذریعہ سے کچھ کتابین پائی تھین اور اُسے معلوم ہوا تھا کہ مجھے ان کا بہت اشتیاق تھا۔ شخص مذکور نے ان کتابون کو مجھ سے ملاقات حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا۔ اُس کے پاس ایک مجموعہ تھا جس مین مانی کی حسب ذیل کتابین تھین، فرقماطیہ، سفرالجبابرہ، کنزالاحیاء صبح الیقین، تاسیس، انجیل اور شابورقان، اور مانی کے چند دوسرے رسالے تھے اور میری مطلوبہ کتاب سفرالاسفار بھی ان مین شامل تھی۔ مجھے اس قدر خوشی ہوئی جیسے پیاسے کو شربت کے دیکھنے سے ہوتی ہے، لیکن اخیر مین ایسا ملال ہوا جیسے ناگوار چیز کھانے سے ناگوار ڈکار آتی ہے۔ مین نے خدا کو اپنے قول مین سچا پایا کہ "جس کو خدا روشنی نہین دیتا اُس مین روشنی نہین ہوتی"، پھر مین نے اُس کتاب مین سے لغو اور بیہودہ عبارتون کو باختصار ایک جگہ جمع کر دیا تاکہ جو شخص میری طرح گرفتار مصیبت ہو اُسے پڑھ کر جلد شفا حاصل کرے جیسا میرا حال ہوا۔"

صرف اس ایک واقعہ سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ بیرونی کی تلاش کتب کی کیا کیفیت تھی۔ لاریب بغیر اس شوق کے یہ جستجو نہیں ہو سکتی تھی اور بغیر ایسی جستجو کے یہ تبحر حاصل ہونا ممکن نہ تھا۔

بیرونی کے تمام افعال اور اغراض کا منتہا محض علم و حکمت حاصل کرنا تھا اور اس غرض و غایت کے پورا کرنے کا جو موقع بھی اُسے ملتا تھا وہ اُس سے بغیر فائدہ اُٹھائے نہ رہتا تھا۔ ذرا اس واقعہ پر غور کیجیے کہ سرزمین ہند میں سنسکرت زبان سیکھنے کے لیے آپ سفر فرما رہے ہیں، یکایک ایک میدان مستوی السطح اور جبل قائمہ نظر آتے ہیں۔ فوراً ذہن منتقل ہوتا ہے کہ خط نصف النہار کے ایک درجے کی مقدار معلوم کرنے کے واسطے یہ ایک نہایت موزون موقع ہے۔ وہیں ٹھہر جاتے ہیں اور آلات ہیئت نکال کر مساحت کے عمل شروع کر دیتے ہیں اور آخر جب تک درجۂ مذکور کی مقدار تحقیق نہیں ہو لیتی اور آپ کا اطمینان نہیں ہو جاتا، آگے نہیں بڑھتے۔ بیرونی نے اپنی زندگی محض کنج عزلت میں نہیں گذاری تھی بلکہ بہت کچھ سفر کیا تھا اور خوب دُنیا دیکھی بھالی تھی۔ میدان مشاہدہ اور میدان معلومات وسیع ہونے کی وجہ سے اُس میں اجتہاد اور جدت بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔ مشاہدے کی قوت نہایت دور بین اور نکتہ رس ہے۔ ہر شے کی علمی تحقیقات اُس زمانے میں بیرونی ہی کا حصہ ہے۔ بڑی بات جو دماغی فضل اور حریت ذہن پر دلالت کرتی ہے، یہ ہے کہ اُس کا مدار صرف حکما کی تصانیف کی تقلید اور خیالات کی غلامی پر نہ تھا بلکہ وہ ہمیشہ نئی بات پیدا کرنے اور نئے علوم اختراع کرنے یا موجودہ علوم کے دائرۂ معلومات کو وسیع کرنے پر

مائل رہتا تھا۔ نیز تحقیقات علمی میں جن کا مدار مشاہدہ و تجربہ پر ہے وہ کبھی مطمئن نہ ہوتا تھا تاوقتیکہ خود بھی عملی ثبوت بہم نہ پہونچا لیتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی معلومات اس قدر صحیح اور قابل قدر ہیں۔ جرمن محقق ڈی بور بیرونی کی بابت تاریخ فلسفۂ اسلام میں لکھتا ہے:-

"بیرونی بالخصوص ریاضی ہیئت جغرافیہ اور علم الآثار میں مصروف رہتا تھا۔ وہ ایک نہایت بالغ النظر اور دقیقہ رس محقق گذرا ہے۔ فلسفے پر جس سے لُے مسائل مشکلہ کی عقدہ کشائی میں بہت کچھ مدد ملتی تھی اس کی توجہ ہمیشہ مبذول رہتی تھی اس لیے کہ (بخیال بیرونی) فلسفہ تہذیب و شائستگی کا جزو لاینفک ہے......... آریا بھاٹ کے مقلدین کے اس خیال کو بیرونی نے اپنی تائید کے ساتھ پیش کیا ہے کہ "جو کچھ ضیائے خورشید سے منور ہے، ہمیں اُس کی حقیقت جان لینا کافی ہے اور جو کچھ اُس سے علاوہ ہے وہ چاہے بیرون از قیاس وسیع کیوں نہ ہو ہمارے واسطے لاحاصل محض ہے۔ اس لیے کہ جہاں شعاع آفتاب نہیں پہونچتیں وہ حواس کی رسائی سے باہر ہے اور جہاں حواس کو یا رائی حاصل نہیں اس کی بابت ہم کچھ بھی نہیں جان سکتے" اس بات سے ہم پتہ لگا سکتے ہیں کہ بیرونی کا کیا فلسفہ تھا۔ اُس کا یہ فلسفہ تھا کہ حواس کی مدد سے اشیا کو معلوم کرنا اور عقل و فکر کی یاوری سے کام لینا یہی علم الیقین ہے۔ نیز یہ کہ ضروریات مدت حیات انسانی کے لیے ہم کو فلسفہ عملی کی ضرورت ہے جس سے درست و نادرست کی تمیز کر سکیں[۱۲]......"

تحقیقات کے لیے جو مضامین بیرونی کے دماغ میں گذرتے ہیں وہ بھی

---

۱۲ دیکھو تاریخ فلسفۂ اسلام (History of Philosophy in Islam) مصنفہ ڈی بور (T. J. De Boer) صفحہ ۱۴۵۔

بعض اوقات اپنی نوعیت کے لحاظ سے نئے رنگ کے ہوتے ہین۔ دیکھیے کہین درختون کے قد و قامت کی علمی تحقیقاتین ہو رہی ہین، کہین جواہرات اور فلزات کے حجم کی نسبت سے بحث کی جا رہی ہے، کہین ملمع سازی کے گر بتائے جا رہے ہین، کہین جواہرات کی شناخت اور ماہیت کا حال لکھا جا رہا ہے، کہین عید تیوہارون کی کیفیت لکھی جا رہی ہے، کہین گنڈے تعویذ جھاڑ پھونک نیرنجات اور طلسمات وغیرہ کے متعلق تحقیقات کی سرگرمی دکھائی جا رہی ہے[1] کہین یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ قطبین کے نیچے رات اور دن مل کر ایک سال کے ہوتے ہین۔ اور کہین پیمانون اور وزنون اور ترازو باٹون کا حال لکھا جا رہا ہے غرض تاریخ تمدن کی ادنیٰ سے ادنیٰ بات مین وہ دلچسپی رکھتا ہے اور اپنی موشگافی اور ہمہ دانی سے دوسرون کے سامنے اس طرح پیش کر سکتا ہے کہ جو باتین بادی النظر مین معمولی معلوم ہوتی تھین، بیرونی کی تحقیقات سے نہایت اعتنا اور توجہ کی مستحق قرار پا جاتی ہین۔

اوپر کہین ڈی بور کے اس قول کو ہم نے نقل کیا ہے کہ ابن سینا اپنے ہم عصر بیرونی سے علوم حکمت اور جودت طبع مین کم تر پایہ رکھتا تھا[2]۔ بادی النظر مین تعجب ہوتا ہے کہ ابن سینا کو اس قدر شہرت نصیب ہوئی اور بیرونی کا جو اپنے معاصرین مین سب پر فوقیت رکھتا تھا، دنیا نے نام تک بھلا دیا۔ میرے

---

[1] جیسا کہ بیرونی نے آثار الباقیہ صفحہ ۲۳۰ مین اشارہ کیا ہے، کتاب الصناعۃ الطبیعیۃ والغرائب الصناعیۃ مین سوا دیگر مباحث کے گنڈے تعویذ وغیرہ سے بھی بحث کی تھی ۱۲

[2] دیکھو تاریخ فلسفۂ اسلام صفحہ ۴۳ ۔ ۱۲

خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن سینا نے طب میں معرکۃ الآرا تصانیف چھوڑی ہیں جن کی ہر وقت اور ہر زمانے میں ضرورت پڑتی اور قدر ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ابن سینا کا نام زبان زدِ عوام رہا۔ بیرونی نے بھی چند کتابیں طب میں لکھی تھیں (اس شعبہ حکمت میں بھی بیرونی پوری مہارت رکھتا تھا) لیکن وہ عام دلچسپی سے قدرے بالا تھیں۔ نیز اُس کی اکثر تصانیف ہیئت ریاضی تاریخ آثار وغیرہ جیسے علوم میں تھیں، جن کے سمجھنے اور قدر کرنے والے ہمیشہ کم ہوئے ہیں۔ یہ بیرونی کے فضل و کمال کا شہرہ زیادہ مدت تک برقرار نہ رہا۔ عہد مابعد میں جب مسلمانوں پر علمی جمود کا عالم چھایا اور اجتہادِ فکر کی جگہ تقلید محض نے لے لی تو متاخرین کی ناقدر شناسی اور مذاق علمی کی تبدیلی کی بدولت بیرونی کا کوئی نام لیوا نہ رہا۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جس دور سے بیرونی تعلق رکھتا تھا اُس میں بھی اُس کی شہرت کی یہی کیفیت تھی۔ نہیں بلکہ اُس دور کے لوگ ایسے متبحر کی پوری قدر جانتے تھے۔ اس زمانے کی صدائے علمی (لٹریری ٹون) علمی ترقی تھی اور جو شخص ترقی علم میں اپنی سعی وجہد مبذول کرتا تھا، دنیا اُس کی قدر و منزلت کا کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھتی تھی۔ بیرونی کی کتابوں کی فہرست پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ مسائل حکمت میں وہ قریب و بعید کا مرجع بنا ہوا تھا۔ ممالک اسلام کا کیا ذکر ہند اور کاشمیر کے علما حل مسائل کے لیے اُس کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ایسی بہت سی کتابیں ہیں جن کو مختلف فضلا کی فرمایش سے جو متفرق مقامات کے رہنے والے تھے تالیف کیا ہے۔ ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور ترقی میں اُس کی شہرت دنیائے تمدن میں چار سو پھیل گئی تھی۔

بیرونی کے شاگرد امام حکیم لبیبی سے ایک روایت منقول ہے جو بیرونی کے فاضلانہ طرز تحریر پر گہری روشنی ڈالتی ہے۔ یہ روایت لبیبی نے اپنے اُستاد کی کسی کتاب کے حاشیہ پر لکھدی تھی۔

،،ہمارے اُستاد شیخ رئیس کی عادت یہ تھی کہ جب وہ اپنی کتابون مین کسی علمی چیز کا ذکر کرتا تھا تو اُس کی مثال نہین لاتا تھا اور اگر مثال دیتا بھی تھا تو ایسے مغلق اور فصیح الفاظ مین کہ اُس کا سمجھنا دشوار ہوتا تھا مین نے اس کا سبب دریافت کیا تو اُستاد نے کہا کہ مین اپنی تصنیفات کو مثالون سے اس لیے خالی رکھتا ہون تاکہ اُن امور مین غور کرنے والا، جو مین نے ان تصنیفات مین ودیعت کی ہین، خوب کوشش کرے اور اُس مین اجتہاد اور کوشش کا مادہ ہو اور علم دوست ہو جس شخص کی یہ شان نہ ہو مین اُس کی پروا نہین کرتا۔ وہ سمجھے یا نہ سمجھے میرے نزدیک برابر ہے،،

اگرچہ یہ روایت بیرونی کی مخصوص معرکۃ الآرا تصانیف کے متعلق صحیح ہے (اور اعلیٰ علمی تصانیف کے متعلق یہ شکایت ہمیشہ کی گئی ہے) لیکن اس کا اطلاق اُس کی کل تصانیف پر نہین کیا جاسکتا۔ بہت سی کتابین (مثلاً ،،مبادی الہیئت،، کتاب التفہیم) اُس نے سہل پیرایہ مین مبتدیون کی استعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھی ہین اور دقیق مسائل کو نظر انداز کر کے اصلی اور ابتدائی باتون کو وضاحت اور مثالون کے ساتھ سمجھایا ہے۔ مثلاً کتاب التفہیم کو لیجیے۔ اُسے پڑھ کر یہ خیال کرنا دشوار ہے کہ اس کا لکھنے والا قانون مسعودی کا مولف ہے۔ اول الذکر کتاب مین اس کثرت سے شکلون اور نقشون سے کام لیا گیا ہے جیسا کہ آج کل

اعلیٰ درجے کی ابتدائی کتابون مین دستور ہے۔ برخلاف اس کے قانون مسعودی
مین نہایت ضروری اشکال ہندسی کا استعمال کیا ہے۔ اسی طرح پر مضامین کا
بھی قیاس کر لیجیے۔ قانون مین مجرد اصول بیان کیے گئے ہین اور وہ بھی نہایت
ایجاز کے ساتھ۔ اس کتاب کے پڑھنے والے کے متعلق بیرونی یہ فرض کر لیتا ہے
کہ وہ اس فن کا ماہر ہے۔ لیکن کتاب التفہیم مین محض اصول ہی نہین بتائے
جاتے بلکہ اُن کو مثالون شکلون ہر طرح سے پڑھنے والے کے، جسے مصنف اس
فن کا مبتدی فرض کرتا ہے، ذہن نشین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بلا شبہہ بیرونی کا رجحان طبع زیادہ تر علوم حکمت کی جانب ہے لیکن خالص
ادبی دلچسپیان بھی اُس کے دائرۂ تبحر سے خارج نہین۔ ہزل و سخف مین اُس کی
متعدد تصانیف ہین۔ فن شعر کے متعلق ایک مستقل تالیف ہے اور ناظرین کو خیال
ہوگا کہ ابی تمّام کے (جو شعرا مین بیرونی کا سب سے عزیز شاعر معلوم ہوتا ہے) اشعار
کے متعلق بھی دو کتابین ہین۔ نیز خالص ادبی فضل کی کیفیت کا اس سے اندازہ
ہو سکتا ہے کہ جا بجا عبارت مقفٰے اور فقرے متوازن ہوتے ہین۔ الفاظ
کی موزونیت کی (بقول مستشرق زاخو) یہ حالت ہے کہ جو لفظ جہان استعمال کیا
ہے، وہان دوسرا لفظ اُس کی جگہ جوڑ نہین کھاتا۔ اختصار اور ایجاز کا حال اوپر
لکھا جا چکا ہے۔ مناسب اشعار بھی کبھی کبھی دوران تحریر مین قلم سے نکل جاتے
ہین اور برمحل کلام مجید کے حوالجات بھی بے تکلف شامل تحریر پائے جاتے ہین
یہ تمام امور بیرونی کی عربی زبان کی انشا پردازی کا کمال ظاہر کرتے ہین۔ البتہ
سخت ظلم ہوگا اگر انشا پردازی کا اندازہ ایسی علمی کتابون سے کیا جائے جیسے

قانون مسعودی، جہان مضامین کی نوعیت خود انشاپردازی اور رنگینی تحریر کی مانع ہے
اب ہم بیرونی کے فضل و کمال کے مختصر بیان کو ختم کرکے اُس کے اخلاق وعادات کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرتے ہین۔ بیرونی کی تصانیف سے ظاہر ہے کہ وہ ایک بے تعصب، صلح کل آزاد مشرب اور بالاے ہمہ حق پرست حکیم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس کے حلقۂ احباب مین مختلف مذاہب کے لوگ شامل تھے جن کے میل جول سے وہ علمی فائدہ اُٹھاتا تھا۔ آثار اور الہند کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی، یہودی، زردشتی، صوفی، ہندو پنڈت غرض ہر قوم اور مذہب کے لوگ جن سے اُسے دوران سیاحت مین واسطہ پڑا، اُس کے دوست تھے اور اس کے کہنے کی ضرورت نہین کہ بیرونی کے مذاق فطری کو ملحوظ رکھتے ہوے یہ دوستی بالعموم بربناے علم وحکمت ہوتی تھی۔ بیرونی کی طبیعت مین ظرافت کا مادہ بھی پایا جاتا ہے، لیکن اُس کا مذاق سنجیدہ ہے اور ہجو ملیح ہوتی ہے۔

بیرونی بلاشبہہ آزاد مشرب اور روشن خیال حکیم تھا، لیکن حاشا وہ قیود مذہب سے آزاد یا عقائد ملت سے منحرف نہ تھا، بلکہ اس کے برخلاف جا بجا اس کی قوی مذہبیت اور حسن عقیدت کے علامات نظر آتے ہین۔ کلام مجید کے حوالجات جس سہولت سے وہ پیش کرتا ہے، اُس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ قرآن شریف پر وہ عبور رکھتا تھا۔ سمت قبلہ کی تحقیق کے متعلق نصف درجن رسائل کا تحریر کرنا دوسری دلیل اُس کے جوش ملی کی ہے۔

یہ ناممکن تھا کہ بیرونی جیسا ذکی الطبع اور عمیق النظر حکیم عقل انسانی کی حدود

اور مذہب آلٰہی کی برتری سے ناآشنا رہتا۔ تاریخ اسلام مین بیرونی سے بہت پہلے عقل و مذہب کا معرکہ شروع ہوگیا تھا اور بہت سے ایسے اہل خیال پیدا ہوگئے تھے، جو عقل کو بے جا فضیلت دینے اور مذہب کو عقل انسانی کی تحتی پر مجبور کرنے پر مصر تھے۔ بیرونی اُن اہل خیال کے دائرہ سے خارج ہے۔ وہ سب سے پہلے اس بات کا قائل ہے کہ مذہب آلٰہی عقل کا مخالف نہین ہوسکتا لیکن اُسے اس سے انکار ہے کہ انسانی عقل ہمیشہ صحیح مسلک اختیار کرتی اور تعقل و تخیل کی غلطیون سے مبرا رہتی ہے۔ لہذا اُس کا عقیدہ یہ ہے کہ مذہب آلٰہی کو صحیح مان کر اپنی عقول کو مسائل آلٰہی کا تابع رکھنا چاہیے اور اگر کبھی اتفاقاً ایسے امور نظر آئین جو ہماری عقل سے مطابق نہ ہون تو اُن کا انکار نہ کر دینا چاہیے بلکہ جہان تک ہوسکے فکر و غور سے کام لینا چاہیے۔ بنا برین خیالات بیرونی ابوبکر بن زکریا الرازی کی بیرون از حد روشن خیالی اور مذہبی آزادی کا مخالف ہے اور اُن تمام لوگون سے اختلاف رکھتا ہے جو مذہب کو اپنی محدود عقل کا غلام بنانا چاہتے ہین یا مذہب کو عقل کی مخالف شے تصور کرتے ہین۔ ایسے خیالات سے وہ پناہ مانگتا ہے۔ اسی طرح وہ اُن لوگون کا بھی مخالف ہے جو خواہ مخواہ محض جہالت اور تعصب کی وجہ سے عجیب و غریب مذہبی پہلو تراش کر فلسفہ و علوم طبیعی کی مخالفت کیا کرتے ہین۔ چنانچہ ایک جگہ وہ لکھتا ہے۔

"میرا اس ساری بحث سے یہان یہ مقصود ہے کہ اُن لوگون کے خیالات کی تردید کرو مَن، جو یہ کہتے ہین، کہ فلسفیانہ اور طبیعی اسباب و نتائج قرآن کے بیانات کے خلاف ہین"

اور جو کسی فقیہ یا مفسر کے قول کی بنا پر کسی امر کی تائید کرنا ضروری جانتے ہین،،

قدیم تذکرہ نویسون کا دستور تھا کہ جب کسی عالم یا حکیم کے حالات لکھتے تو آخر مین اُس کے چند پند و نصائح اور حکیمانہ اقوال ضرور درج کر دیا کرتے تھے شہرزوری اور بیہقی نے بھی ابوریحان بیرونی کے مختصر تذکرے مین معمول کے موافق یہی اسلوب اختیار کیا ہے۔ ہم بھی تیمنًا اُن اقوال کو درج کیے دیتے ہین جنھین مورخین مذکور نے اُس علامہ اجل کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اسی پر ہمارا ختم کلام سمجھ لینا چاہیے۔

بیرونی نے کہا ہے کہ بادشاہون کے لیے بڑی اندیشہ ناک چیز انتقام لے کر سزا دینا ہے۔

بادشاہ کو درویش ہوجانے کا سب لوگون سے کم خطرہ ہوتا ہے لیکن ہلاکی کا سب سے بڑھ کر اندیشہ ہوتا ہے، پس اُسے چاہیے کہ نہ بزدلی کرے نہ بخیلی جو چیز اُس کے پاس کم ہوتی ہے زیادہ نہین ہوتی اور جو چیز زیادہ ہوتی ہے کم نہین ہوتی۔

احسان جتانا محسن کے احسان کو باطل کر دیتا ہے۔

ہوشمند وہ شخص ہے جو کل کے امور کی تدبیر آج کر کے بے پروا ہوجائے۔

کسی چھوٹی چیز کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے، اس لیے کہ چھوٹی چیزین

۱۵ھ بیہقی نے لکھا ہے کہ "مین نے بیرونی کی تصانیف مین سے اکثر اُس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دیکھی ہین۔۔۔۔ اور اُسکی تصانیف ایک بار شتر سے زیادہ ہین اور اس سعی مشکور مین خدا نے اُس کو توفیق بخشی تھی،، ۱۲

بعض موقع پر مفید ہوتی ہین اور بعض موقع پر اُن کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔

وہ امور جو آتش اور عادت سے جمع ہو جائین اور عام لوگ اُنھین تسلیم کرلین اُن کی مخالفت نکرنا چاہیے۔

جو شخص ایسا ہو جو گفتگو سے مودب بن سکتا ہے اُسے تازیانے اور تلوار سے ادب نہ دینا چاہیے۔

عادات صالحہ علامات خیر ہین۔

ہر روز کے لیے سچائی امر حاضر ہے اور ہر کل کے لیے سچائی وہ ہے جو اُس مین پیدا ہوگی۔

حکما اور علما کے اخلاق کا مطالعہ عمدہ عادتون کو زندہ کرتا اور بدعت کو ہلاک کرتا ہے۔